# مغازی رسول صلی اللہ علیہ وسلم



مقدمہ و تحقیق

ڈاکٹر محمد مصطفی الاعظمی

اردو ترجمہ

محمد سعید الرحمن علوی

# مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

## حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ


مقدمہ وتحقیق
ڈاکٹر محمد مصطفی الاعظمی

اردو ترجمہ
محمد سعید الرحمن علوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

از

حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ و تحقیق

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی

اردو ترجمہ

محمد سعید الرحمن علوی

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ
۲- کلب روڈ لاہور

طبع سوم جون ۲۰۰۰ء

ناشر: ڈاکٹر رشید احمد (جالندھری)
ناظم ادارۂ ثقافت اسلامیہ
۲- کلب روڈ، لاہور

تعداد: ۱۱۰۰

مطبع: پاکستان پرنٹنگ ورکس، لاہور

قیمت: ۱۵۰ روپے

اس کتاب کی طباعت و اشاعت اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، محکمہ اطلاعات و ثقافت، حکومت پنجاب اور انفاق فاؤنڈیشن، کراچی کی مالی معاونت کی بدولت ممکن ہوئی ہے۔ شکریہ!
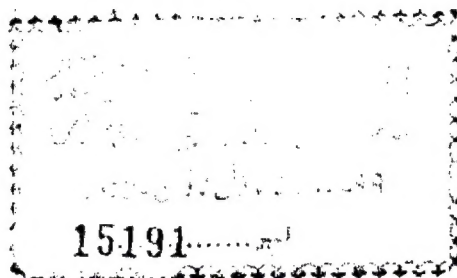
# تعارف

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیبہ کے واقعات و معمولات اور لمحاتِ ذی مرتبت کو سیرت و مغازی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سیرت کا تعلق آنحضرتؐ کے عادات و اطوار، اخلاق و کردار اور آپ کی تریسٹھ سالہ زندگی کے نوع بنوع گوشوں اور بوقلموں پہلوؤں پر پھیلے ہوئے لیل و نہار کے دلآویز اور جاذبِ قلب و نظر شعبوں سے ہے۔ اس میں مکّی زندگی بھی شامل ہے اور مدنی زندگی بھی۔!

مغازی کا اطلاق آپؐ کے غزوات اور تگ و تازِ جہاد پر ہوتا ہے، جس کا تعلق مدنی زندگی سے ہے۔ غزوات کا ذکر قرآنِ مجید کی بعض مدنی سورتوں میں اچھی خاصی تفصیل سے ہوا ہے اور کتبِ احادیث میں تو مستقل ابواب و عنوانات کے ساتھ نہایت شرح و بسط سے اس کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ آپؐ کی زندگی کے تمام کرشمہ ہائے دلنواز اور ادا ہائے نظر افروز کے مجموعے کا نام سیرت و مغازی ہے۔

سیرت و مغازیٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیلات کو محفوظ کرنے اور ضبطِ تحریر میں لانے کا سلسلہ پہلی صدی ہجری یعنی عہدِ صحابہ ہی میں شروع ہو گیا تھا اور ان کے بعض شاگردوں (تابعین کرام) نے اسے سلکِ کتابت میں پرو دیا تھا۔ اس ضمن میں جو اوّلین کتاب معرضِ تصنیف میں آئی، وہ زیرِ مطالعہ کتاب "مغازی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم" ہے، جو حضرت عروہ بن زبیر کی سعیِ مشکور کا

عظیم الشان نتیجہ ہے ۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عروہ ۲۲ھ کو پیدا اور ۹۳ھ کو فوت ہوئے۔ ایک روایت کی رو سے ان کا سنِ ولادت ۱۹ھ اور سنِ وفات ۹۴ھ ہے ۔ پہلی روایت کے مطابق ان کی عمر ۷۱ برس اور دوسری کے مطابق ۷۵ برس بنتی ہے ۔ مولد و منشا مدینہ منورہ ہے ۔

عروہ کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت زبیر تھے جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور جن کے مرتبۂ عالی کے بارے میں آنحضرت نے فرمایا تھا :

ان لکل نبی حواریاً و ان حواری الزبیر [1]

ہر نبی کا حواری تھا ، میرا حواری زبیر ہے ۔

حضرتِ زبیر اس کمیٹی کے رکن تھے جو حضرتِ عمر فاروق نے اپنی وفات کے بعد خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائی تھی ۔

حضرت عروہ کے نانا حضرت ابوبکر صدیق اور والدہ حضرت اسما تھیں جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی بہن اور حضرت صدیق اکبر کی دخترِ نیک اختر تھیں ۔حضرت اسما " ذات النطاقین " کے پُر افتخار لقب سے ملقب تھیں ۔ اس لیے کہ آنحضرت اور اپنے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق کی ہجرت کے موقعے پر انھوں نے اپنے دوپٹے کو درمیان سے پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے تھے ۔ ایک ٹکڑے میں رسولِ اکرم اور اپنے والد کا کھانا باندھا اور دوسرا ان کے پانی کے مشکیزے پر لپیٹ دیا تھا ۔

حضرت عروہ کے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر تھے جو عروہ سے عمر میں بیس برس بڑے تھے اور رسولِ اکرم کے صحابی تھے ۔ کئی سال مسندِ خلافت

---

[1] صحیح بخاری ۔ کتاب المناقب ، باب مناقب الزبیر بن العوام

پر جلوہ افروز رہے ۔ مصر اور شام کے علاوہ باقی عالمِ اسلام پر ایک عرصے تک ان کا علمِ اقتدار لہراتا رہا ۔ بالآخر ۷۳ھ میں بنو اُمیہ کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرما گئے ۔ رضی اللہ عنہ ۔

حضرت عروہ جلیل القدر تابعی تھے ۔ اُنھوں نے مدینہ منورہ میں بہت سے حضرات سے حصولِ علم کیا ۔ صحابہ میں سے ان کے والد حضرت زبیر، بھائی حضرت عبداللہ، حضرت علی، عبداللہ بن عباس، ابوایوب انصاری، عبداللہ بن عمر، سعید بن زید، زید بن ثابت، محمد بن مسلمہ، اسامہ بن زید، حکیم بن حزام اور دیگر متعدد صحابہ ان کے اساتذہ میں شامل ہیں ۔ رضی اللہ عنہم ۔

عورتوں میں سے اپنی والدہ حضرت اسما، خالہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ام حبیبہ، ام سلمہ اور ام ہانی کے علم و فضل سے فیض یاب ہوئے ۔

تابعین میں سے نافع بن جبیر، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن اور حمران مولیٰ عثمان سے استفادہ کیا ۔

عروہ مدینہ منورہ کے ان سات شہرۂ آفاق فقہا میں سے تھے، مسائلِ دینی میں جن کا فتویٰ لوگوں کے لیے اطمینانِ قلب اور سکونِ خاطر کا باعث تھا اور فقہیات سے متعلق جن کی رائے کو حتمی اور فیصلہ کن قرار دیا جاتا تھا ۔ ان سات بزرگانِ عالی قدر کو " فقہائے سبعہ " کہا جاتا ہے ۔

عمر بن عبدالعزیز جب مدینہ منورہ میں گورنری کے منصبِ علیا پر فائز تھے، اُنھوں نے وہاں کے دس فقہائے بلند مرتبت کی ایک فہرست مرتب کر رکھی تھی، جن کی طرف پیش آئند فقہی مسائل کے حل و کشود کے لیے وہ رجوع کرتے تھے ۔ ان میں ایک حضرت عروہ بن زبیر تھے ۔

عروہ اپنے عہد کے بہت بڑے عالم، محدث اور فقیہ تھے ۔ " مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " اپنے موضوع کی اوّلین کتاب ہے جو اُنھوں نے

تصنیف کی۔ ان کے علم و ادراک کا جائزہ لیتے اور مغازی سے متعلق ان کی اوّلیت کا ذکر کرتے ہوئے واقدی کے حوالے سے امام ابن کثیر رقم طراز ہیں:

کان فقیھا عالما حافظا ثبتا حجۃ عالما بالسیر، وھو اوّل من صنف المغازی، وکان من فقہاء المعدودین ولقد کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسئلونہ[2]

(عروہ بن زبیر) فقیہہ، عالم، حافظِ حدیث، ثقہ، مستند اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی کے عالم تھے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے سیرت و مغازی سے متعلق کتاب لکھی۔ ان کا شمار چند سرکردہ فقہا میں ہوتا تھا اور صحابہ ان سے مسائل دینی پوچھتے تھے۔

امام ذہبی ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

کان عالما بالسیرۃ[3]

وہ سیرتِ رسولِ اکرم کے عالم تھے۔

کبار صحابہ اپنی عظمتِ شان کے باوجود فہم مسائل میں عروہ کے بابِ علم پر دستک دیتے تھے۔ اس ضمن میں حافظ ابن حجر نے حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف کا قول نقل کیا ہے:

لقد رأیت الاکابر من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانھم لیسئلونہ[4]

کہ میں نے اکابر صحابہ کو عروہ سے مسائل دریافت کرتے دیکھا ہے۔

---

[2] البدایہ والنہایہ جلد ۹ ص ۱۰۱

[3] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۶۲

[4] تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۱۸۳

حضرت عروہ سے یہ کتاب (مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے مشہور شاگرد ابوالاسود نے روایت کی، جن کا نام محمد تھا اور ان کا مختصر نسب نامہ یہ ہے: محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل بن اسود بن خویلد قرشی اسدی مدنی۔ ابوالاسود ان کی کنیت تھی اور یہ تابعین میں سے تھے۔ ان کا انتقال ۱۳۰ھ کے بعد ہوا۔

زیر مطالعہ کتاب ــــ مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ــــ قلمی صورت میں محفوظ تھی۔ اسے ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی (استاذِ حدیث نبوی جامعہ ریاض، سعودی عرب) نے نہایت محنت وجاں فشانی سے مرتب کیا اور پندرھویں صدی ہجری کی تقریبات کے موقعے پر ۱۴۰۱ھ (۱۹۸۱ء) کو اسے ریاض سے شائع کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس موضوع کی یہ اولین کتاب ہے، عربی کی اس سلسلے کی باقی تمام متداول ومشہور کتابیں اس کے بعد کی ہیں اور ان سب کا اصل ماخذ ومصدر یہی کتاب ہے۔ یہ کتاب اگرچہ بہت مختصر ہے، مگر اس کا اختصار متعدد تفصیلات کو اپنے دامنِ بیان اور دائرۂ بحث میں سمیٹے ہوئے ہے۔

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی ۱۲- اپریل ۱۹۳۲ء کو اعظم گڑھ (یو-پی) میں پیدا ہوئے۔ اس کے بعد دیوبند، جامعہ ازہر قاہرہ، قطر اور کیمبرج یونیورسٹی میں تعلیم کی منزلیں طے کیں۔ ۱۳۹۳ھ سے ریاض یونیورسٹی میں استاذ الحدیث کے منصبِ عالی پر فائز ہیں۔ عربی اور انگریزی کی ایک درجن سے زائد کتابوں کے مصنف، مرتب اور محشی ہیں۔ علمی قابلیت کی بنا پر انھیں فیصل ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔

مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم انھی کی مرتب کردہ کتاب ہے۔ اس کتاب کی چند خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ فاضل مرتب ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی نے اس پر ایک طویل مقدمہ تحریر کیا ہے جو اردو ترجمے کی مطبوعہ شکل میں اسّی صفحات پر محیط ہے۔ مقدمہ نہایت معلوماتی اور تحقیقی ہے۔

۲۔ جن صحابہ کرام نے جنگ بدر میں شرکت فرمائی، کتاب میں ان کے اسمائے گرامی کی پوری فہرست دی گئی ہے۔

۳۔ شہدائے جنگ احد کی مکمل فہرست درج کتاب ہے۔

۴۔ سیرت و مغازی کے جو جو واقعات کتب احادیث و سیر میں مذکور ہیں، فاضل مرتب نے متعلقہ مقامات پر حواشی میں ان کے حوالے دے دیے ہیں۔

۵۔ مستشرقین اور استشراق زدہ لوگ سیرت و مغازی کے جن جن مقامات کو ہدف اعتراض و تنقید ٹھہراتے ہیں، لائق مرتب نے نہایت عمدہ الفاظ میں ان کا جواب دیا ہے۔

۶۔ کتاب کے مختصر متن میں سیرت و مغازی سے متعلق تمام ضروری اور بنیادی واقعات مندرج ہیں۔

مغازی کے موضوع کی اس کتاب کا اردو ترجمہ پاکستان کے ممتاز عالم مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی سے کرایا گیا ہے تاکہ اردو دان طبقہ اس کے مندرجات سے مستفید ہو سکے اور ادارہ ثقافت اسلامیہ پہلی مرتبہ اسے اپنی قومی زبان میں شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ ترجمہ رواں دواں اور عام فہم ہے۔

یہاں یہ بتا نا مناسب ہوگا کہ کتاب کے فاضل مرتب کے اسّی صفحات (۱۹ سے ۹۷ تک) میں پھیلے ہوئے مقدمے کے حواشی متعلقہ صفحے میں دیے گئے ہیں جن کے نمبر مسلسل چلتے ہیں۔ لیکن متن کتاب جس کا آغاز "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے لیے تیار کرنا" کے عنوان سے ہوتا ہے، اس کے حواشی جو حاشیہ ۱ (صفحہ ۲۶۹) سے شروع ہو کر حاشیہ ۳۵ (ص ۲۸۴) تک ہیں، آخر کتاب میں مسلسل نمبروں میں دیے گئے ہیں۔

محمد اسحاق بھٹی

۵۔ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ

۲۔ اگست ۱۹۸۷ء

# فہرست مضامین

---

## مغازی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

## ضمیمہ جات

ضمیمہ ۱

# مقدمہ مرتب

## عروہ بن زبیر اور ان کی کتاب
## مغازی رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

ان الحمد للہ، نحمدہ و نستعینہ، و نستغفرہ، و نؤمن بہ، و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و سیئات اعمالنا، من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضلل فلا ھادی لہ، و اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ، اختارہ لوحیہ، و انتخبہ لرسالتہ و فضلہ علی جمیع خلقہ، و رفع ذکرہ مع ذکرہ فی الاولی، و جعلہ الشافع المشفع فی الاخری، افضل خلقہ نفسا، و خیرھم نسبا و دارا، فصلی اللہ علی نبینا کلما ذکرہ الذاکرون، و غفل عن ذکرہ الغافلون، و صلی اللہ علیہ فی الاولین والاخرین افضل و اکثر و ازکی ما صلی علی احد من خلقہ، و زکانا و ایاکم بالصلاۃ علیہ، افضل ما زکی احدا من امتہ بصلاتہ علیہ والسلام علیہ، و رحمۃ اللہ و برکاتہ [1]

---

[1] یہ خطبہ ناصر السنۃ حضرت الامام الشافعی قدس سرہ کی کتاب "الرسالۃ" کا افتتاحی خطبہ ہے جو " مغازی رسول لعروۃ بن الزبیر" کے فاضل مرتب نے شامل کتاب کیا ہے۔ ہم نے اسے جوں کا توں نقل کر دیا تا کہ برکت و تیمن حاصل ہو سکے ــــ مترجم

# قرآنِ کریم اور نظریۂ تاریخ میں اس کے اثرات

اس میں شک نہیں کہ دورِ جاہلیت میں بعض قصائد مدون شدہ موجود تھے ، اسی
رح بعض قبائل کے نسب نامے بھی علمی تاریخ میں ملتے ہیں اور بعض ایسے مجموعے بھی تھے جو
کَم پر مشتمل تھے جیسے "صحیفۂ لقمان" - لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ طے ہے کہ عربی زبان
ی ابتدائی اور کامل ترین کتاب قرآنِ کریم ہے - اس کتاب مقدس نے مختلف شعبہ ہائے
علمی پر گہرے اثرات مرتب کیے - عرب دُنیا کی حیات اجتماعی میں "قبیلہ" کو بنیادی اہمیت
ماصل تھی - نظام اجتماعی فی الحقیقت اسی پر قائم تھا اور اس کی بنیاد یہ تھی کہ ایک قبیلے کے
فراد آپس میں بھائی ہیں اور خونی طور پر مشترک ! خونی رشتہ ہی تمام قبیلے کے افراد کو جوڑنے
ا باعث تھا صلہ رحمی ، عصبیت اور صحیح حکومت جس کی گویا اتباع لازم تھی ، سب کا
نحصار اسی پہ تھا - اہلِ عرب قبائلی نظام اور حکومت سے ہی واقف تھے ، ان کے نزدیک
ہی حکومت تھی جس نے خاندانوں کو جوڑ رکھا تھا - ان کے نزدیک یہی اصل حکومت ،
ہی قانون اور یہی سب کچھ تھا - ایک عربی ابتدا میں اسی محدود ماحول میں رہ رہا تھا تا آں
لہ اس کتاب کامل کی تعلیمات کے سبب اس کا حال یہ ہو گیا کہ اس کی نظر میں وسعت پیدا
ہو گئی اور گویا اسے آفاق عالم میں اپنی منزل نظر آنے لگی - ہجرتِ رسول صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و
سلام کے صرف چودہ برس بعد ایک عربی نژاد "ربعی بن عامر" رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایرانی سورما
رستم کے روبرو یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ :

> " اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھیجا ہے - قسم ہے اُس ذات کی ، ہم اس لیے
> گھر سے نکلے ہیں کہ لوگوں کو مخلوق کی عبادت سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی عبادت
> کی طرف لے آئیں اور یہ سیدھا سادا مسئلہ جس کی سمجھ میں آجائے اس کی
> رکاوٹوں کو دور کریں - دُنیا کے تنگ ماحول سے نکال کر اسے اس کی وسعتوں
> میں لے آئیں اور مختلف طریقہ ہائے حیات کے ظلم سے اس کی نجات کا
> سامان کر کے اسے اسلام کے عدل و انصاف سے مستفید ہونے کا موقع فراہم

کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے دین کے ساتھ اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے کہ ہم لوگوں کو اس کی دعوت دیں، پس جو شخص اس دعوت کو ہم سے قبول کر لے گا اس کے اس ذہنی انقلاب کو ہم تسلیم کر کے اس سے لوٹ جائیں گے اور اس سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں گے، اس کی زمین اسی کے سپرد کر دیں گے۔ وہ ہمارے بہت قریب ہو گا۔

یہ قرآن ہی ہے جس نے قبیلے کے تنگ ماحول میں بسنے والے انسان کو آفاقی نظر عنایت کی اور اس کی نظر ایک وسیع و عریض حکومت و دولت ملی کو دیکھنے لگی، اور مسلمان نے اس خواب کی عملی تعبیر بھی حاصل کر لی۔ یہ سب کچھ اس نے عسکری اور فوجی لحاظ سے نہیں بلکہ نظریاتی اور فکری طور پہ اس نے انقلاب کے فلسفے سے دنیا کو روشناس کرایا۔ پس قرآن کریم نے انھیں بتلایا کہ اللہ رب العزت ایک ہے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ (الانبیاء: ۲۲)

اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور بھی معبود ہوتے تو یقیناً دونوں زمین و آسمان کبھی کے درہم برہم ہو چکے ہوتے۔

اُس نے بتلایا کہ انسانی برادری اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۚ (المومنون: ۱۲)

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے یعنی منتخب مٹی سے بنایا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (النساء: ۱)

اے انسانو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان دار سے پیدا کیا۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط (الحجرات: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔

دوقرآن نے یہ بھی تعلیم دی کہ اپنی اصل کے اعتبار سے دین بھی ایک ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ (الشوریٰ :۱۳)

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس دین کا حکم اُس نے نوح کو دیا تھا اور جو ہم نے آپ کے پاس بھی وحی کے ذریعے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی حکم دیا تھا اور کہا تھا کہ تم سب اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (البقرہ:۱۳۶)

تم کہہ دو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور جو ہماری جانب نازل کیا گیا ہے اس پر اور اُس پر جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب اور اس کی اولاد کی جانب بھیجا گیا اور اس پر بھی جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو دیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ اور دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی جانب سے عطا کیا گیا، ہم ایمان لاتے ہیں، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کو جُدا نہیں کرتے (یعنی سب کو رسول مانتے ہیں) اور ہم اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں۔

پھر قرآن عزیز نے اس کی تعلیم دی کہ تمھاری دُنیا وہ تنگ و محدود دُنیا نہیں جو تمھاری نظر کے سامنے ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ پوری زمین تمھاری ہے۔ انسان کو سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے اس کو وہ نظر دی کہ جس سے وہ اس کے بعد کی حیات کو دیکھنے لگا۔ یہ تمام سلسلہ ہائے حیات ایسے ہیں کہ ہر شے دوسری سے ملحق ہے اور وہ

اس طویل کی ایک کڑی ہے ۔ اس طرح لسے ایک وسعت بخشی گئی ۔

پھر قرآن عزیز نے انسان کو فلسفۂ شہریت کی تعلیم دی اور اس پر واضح کیا کہ اوج ثریا کا حصول کیوں کر ممکن ہے اور قعرِ مذلت میں انسان کس طرح گرتا ہے ؟ ارشاد باری ہے ۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ (التین ۴ - ۶)

ہم نے انسان کو اچھے سے اچھے اسلوب پر بنایا ہے ، پھر ہم اس کو پستی والوں کی حالت سے بھی زیادہ نیچا کر دیتے ہیں ، لیکن ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کے پابند رہے تو اُن کے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ۔

مزید ارشاد ہے ۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل : ۱۶)

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اُس بستی کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں (یعنی ایمان اور اطاعت کا) پھر وہ بجائے حکم ماننے کے اس بستی میں نافرمانی کرتے ہیں ۔ تب اُس بستی پر عذاب کی بات ثابت ہو جاتی ہے ۔ پھر ہم اس بستی کو بالکل تباہ و ویران کر دیتے ہیں ۔

حضرت حق جل و علی مجدہ کا مزید ارشاد ہے ۔

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا (الروم : ۹)

کیا یہ لوگ ملک میں چلتے پھرتے نہیں ؟ چلیں پھریں تو دیکھیں کہ اُن لوگوں کا انجام کیسا ہوا ؟ جو لوگ اُن سے پہلے ہو گزرے ہیں ، اُن کا

حال یہ تھا کہ وہ ان سے قوت میں بھی زیادہ تھے اور اُنھوں نے زمین کو اُن سے
زیادہ بویا جوتا بھی تھا، اور جس قدر ان لوگوں نے زمین کو آباد کر رکھا ہے اُنھوں
نے ان سے کہیں زیادہ آباد کر رکھا تھا۔

پھر ان پر واضح کر دیا کہ یہ قانون اٹل اور غیر مبدّل ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا (فاطر: ۴۳)

اور آپ ہرگز اللہ تعالیٰ کے دستور کو پھرتا ہوا نہ پائیں گے۔

اسی طرح قرآن کریم نے انبیا علیہم الصلاۃ والسّلام کی تاریخ وقصص کا اچھا خاصا حصّہ بیان کیا اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم کی سیرت اور آپ کی جنگی مہمات کا ایک بڑا حصّہ بیان فرمایا اور لوگوں پر واضح کیا کہ ان کے لیے رسول کی زندگی میں "بہترین نمونہ" (اسوہ حسنہ) ہے، اور اُنھیں حکم دیا کہ وہ رسولِ محترم کا اتباع کریں اور ان کی فرماں برداری بجا لائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ عزیز کے اسی تاریخی کردار سے تاریخ کا باب فتح ہوا۔

ایسی تاریخ جو ماضی کے وقائع پر مشتمل ہے اور ساتھ ہی رسول محترم کی سیرت پر دال، اور چوں کہ مسلمانوں پر اپنے جملہ حالات میں رسولِ اکرم کی اتباع لازم تھی، اسی لیے ان کے اندر ایک ذوق پیدا ہوا کہ وہ رسول محترم کی سیرت وکردار سے پوری طرح واقف ہوں تاکہ اتباعِ رسول کے فرض سے کماحقہ عہدہ برآ ہو سکیں۔

قرآن کریم نے حضرت انسان پر لازم قرار دیا کہ وہ انبیا کی تاریخ کا سنجیدہ شغل اختیار کریں، تاکہ یہ بات ان کے سامنے رہے کہ انسانیت اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہی ہے، انبیا ورسل کی دعوت ایک ہے، اور ان کی شاہراہِ حیات کی نوعیت یکساں ہے۔ نصیحت وموعظت اسی سے حاصل ہوگی اور بالخصوص رسول اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کی سیرت کا پڑھنا پڑھانا ان پر لازم قرار دیا، جس کے سبب فرض اطاعت سے سبکدوشی ممکن ہے۔ وہی سیرت جس کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے "اسوۂ حسنہ" کا عنوان دیا۔ اس سبب سے مسلمان قوم اپنے رسول کی سنت وسیرت کو اسی ذوق سے سیکھتی ہے جس طرح قرآن کریم کو، اس تفصیل سے یہ بات بجائے خود واضح ہوتی ہے کہ تاریخ وسیرت کے اعتبار سے اُمت

مسلمہ کا اصل ماخذ و مرجع قرآنِ کریم ہے۔ وہ کتابِ مقدس جس میں فرمایا گیا کہ:

" وہ ایسی باوقعت کتاب ہے جس میں باطل کو مطلق رسائی نہیں، کوئی غلط بات نہ اُس کے آگے سے آسکتی ہے نہ پیچھے سے۔ (حم السجدہ: ۴۱-۴۲)

اور وہ قرآن عزیز و عظیم کتاب جس کے متعلق رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جیسا کہ الحارث الاعور نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا۔

فِيْهِ نبأ ما كان قبلكم، وفصل ما بينكم وخبر ما هو كائن بعدكم.

(سنن الدارمی ج: ۲، ص: ۴۳۵)

" اس قرآن عزیز میں، تم سے پہلے کے ادوار کی خبریں ہیں۔ تمھارے درمیان ہونے والے نزاعات کے فیصلوں کا سامان اور جو تم سے بعد ہونے والا ہے اس کی خبر۔"

المختصر! قرآن کریم قبائلی نظام کے بدلے عالمی تاریخ کی راہ دکھانے کے لیے ایک عظیم عطیہ ہے، اس کتاب مقدس نے انھیں فلسفۂ تاریخ و تہذیب سے آگاہ کیا اور انھیں اس بات کی دعوت دی کہ امم سابقہ کے حالات و کوائف، ان کی معاشرت اور ان کے تاریخی کردار پر غور کریں۔

## قرآن کریم کے تاریخی اسباق کا تنوع

قرآن عزیز میں جو حصہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی تاریخ سے متعلق ہے، اس میں مسلمانوں کے لیے عبرت و نصیحت کا سامان ہے اور یہ حصہ اس بات کی تائید و تقویت کا باعث ہے کہ انسانی برادری کی عزت و تہذیب کا عروج اسی فلسفے پر منحصر ہے جس کی قرآن نے پوری جامعیت کے ساتھ تعلیم دی اور یہ کہ سنت و طریق الٰہی غیر متبدل ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالات و سیرت سے جو حصہ متعلق ہے وہ اتباع اور اقتدا کی راہ دکھاتا ہے اور جو حصہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان وغیرہ سے متعلق ہے وہ درحقیقت اس ملت کی تاریخ ہے۔ یعنی تاریخ کا بنیادی مواد۔ انہی نشان ہائے راہ پر

رہوارِ تاریخ قدم بقدم آگے بڑھا اور ایک فن کی شکل اختیار کر کے آج اس حال میں ہے۔

# حضرت معاویہ بن ابی سفیان القرشی الاموی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تاریخ کے سلسلے میں اہتمام

المسعودی، اس سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مغرب کی نماز کی اذان پر حضرت معاویہ باہر تشریف لاتے، نماز فرض ادا کرتے اور بعد میں چار رکعت نفل پڑھتے۔ پھر اپنے مکان میں تشریف لے جاتے، اس دوران بالعموم کوئی مل ملا نہ سکتا حتیٰ کہ اذان عشا ہو جاتی اور آپ تشریف لا کر نماز ادا کرتے۔ اس کے بعد ذمہ دارانِ حکومت اور وزرا وغیرہ بلائے جاتے، ان سے ضروری مشورے ہوتے۔ پھر ایک تہائی رات تک اہل عرب کی تاریخ و وقائع، اہل عجم کے حکمرانوں، ان کی سیاسی کارگزاری، رعایا کے ساتھ تعلقات، دوسرے حکمرانوں، ان کی جنگی مہموں، تدابیر، سیاسی کارکردگی اور امم سابقہ کے تاریخی وقائع پر گفتگو رہتی۔ پھر گھر تشریف لے جا کر ایک تہائی رات سوتے۔ پھر اٹھ کر اور معمولاتِ عبادت سے فارغ ہو کر بیٹھ جاتے۔ اس وقت وہ تحریرات سامنے آتیں جن میں اہلِ اقتدار کی سیرت و کردار، ان کے اجتماعی حالات اور تدابیر ملی کا تذکرہ ہوتا۔ وہ کاتب اور اہل کار جو انھیں مرتب کرتے وہی پیش کرتے۔ یہی لوگ ان تحریرات کے لیے ذمہ دار تھے۔ انھیں سنبھالنا، پڑھنا انھی کی ڈیوٹی تھی۔ رات کا باقی حصہ انھیں سننے میں بسر ہوتا۔ اس میں واقعات و اخبار، سیرت و کردار، آثار اور مختلف الانواع سیاسی فلسفے سبھی شامل ہوتے۔

جو کچھ مسعودی نے کہا اگر یہ صحیح ہے (اور اس کی صحت میں شک کی کوئی گنجائش نہیں) تو یہ محض عربی دنیا کی تاریخ کا قصہ نہ تھا بلکہ یہ ایک ایسے حکمران کی کاوش تھی جو موعظت کا طالب تھا، محض تکلفات کا شکار نہ تھا۔ اس کے پیش نظر یہ تھا کہ اس سے عبرت حاصل کی جائے، غفلت سے وہ کوسوں دور تھا اور فائدہ اٹھانا مقصد تھا، وقت ضائع کرنا مقصود نہ تھا اس کاوش کے پیچھے وہی فلسفہ قرآنی تھا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے "سیرت ابن اسحٰق" کے

مقدمہ میں ایک مستشرق "وستنفلد" کی کتاب "مورخی العرب" سے کم و بیش ۲۷ حضرات کے نام نقل کیے ہیں جو ابن اسحٰق سے قبل اس فن میں اپنی جولانیاں دکھا چکے تھے اور پھر لکھا ہے کہ اب جو کچھ سامنے آچکا ہے اس کی روشنی میں اس سے زائد نام ممکن ہیں ۔

پہلے وہ ۲۷ نام ملاحظہ فرمائیں :

۱ ۔ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲ ۔ زیاد بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳ ۔ مخرمہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۴ ۔ دغفل بن حنظلہ السدوسی
۵ ۔ عبید بن شریہ الجرہمی
۶ ۔ ابوکلاب وقاع لسان الحمرہ
۷ ۔ الحطیف بن زید بن جعونہ
۸ ۔ زید بن کیاس النمری
۹ ۔ ابن الکوا یشکری ۔
۱۰ ۔ یزید بن بکیر بن داب وابناہ عیسیٰ و یحییٰ
۱۱ ۔ علاقہ بن کریم الکلابی
۱۲ ۔ صحار بن عباس (یا عیاس) الکلابی
۱۳ ۔ عروہ بن الزبیر
۱۴ ۔ صالح بن عمران الصغری
۱۵ ۔ عامر الشعبی
۱۶ ۔ وہب بن منبہ
۱۷ ۔ قتادہ بن دعامہ السدوسی
۱۸ ۔ ابن شہاب الزہری ۔
۱۹ ۔ ابومخنف لوط
۲۰ ۔ شبیل بن عروہ (عزرہ) الضبعی
۲۱ ۔ موسیٰ بن عقبہ
۲۲ ۔ ابوعمیر مجالد بن سعید الہمدانی
۲۳ ۔ شرقی بن قطامی
۲۴ ۔ طریف بن طارق المدنی
۲۵ ۔ عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ المتوفی
۲۶ ۔ معد بن السائب الکلبی
۲۷ ۔ عوانہ بن الحکم ۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے چھ ناموں کا اضافہ کیا ۔

۱ ۔ ابان بن عثمان بن عفان
۲ ۔ عاصم بن عمر بن قتادہ
۳ ۔ شرجیل بن سعد
۴ ۔ ابوالاسود یتیم عروہ
۵ ۔ سلیمان بن طرخان التیمی
۶ ۔ ولید بن کثیر المخزومی

جو نام مستشرق وستنفلد نے نقل کیے ہیں ان سب کے لیے تاریخ و سیرت میں تحریری

سرمائے کا ثبوت مشکل ہے۔ البتہ موضوع سے متعلق زبانی روایات (جیسا کہ رواج تھا) ضرور منقول ہیں۔ جیسے عقیل بن ابی طالب، مخرمہ بن نوفل اور ابوکلاب وقائع لسان الحمرہ کا معاملہ ہے۔ ہاں یہ طے ہے کہ عمومی تاریخ کے بارے میں تدوین کا کام ہوا۔ جیسے حضرت عمر فاروق کا دیوان، جو انھوں نے قبائل کی بنیاد پر حکومتی ضرورتوں کے تحت مرتب کرایا۔ اسے الانساب میں تالیف کہا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی دغفل بن حنظلہ الشیبانی، عبید بن شریہ الجرہمی، عروہ بن الزبیر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاتب عبیداللہ بن ابی رافع (م ۸۰ ) کی مؤلفات مسلمہ ہیں۔ آخر الذکر نے حضرت علی و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی لڑائی کے سلسلے میں کتاب مرتب کی اور حضرت علی کے رفیق صحابہ کے اسماء بھی ذکر کیے ہیں۔

پھر وہب بن منبہ (ولادت ۳۴ھ وفات ۱۱۴ھ) نے کتاب التیجان وکتاب المبتدا مرتب کیں جیسا کہ بروکلمان نے لکھا ہے۔ فؤاد سزکین نے پہلی صدی ہجری کے بہت سے اصحاب تالیف مورخین کے نام لکھے ہیں، جیسے عبداللہ بن سلام بن الحارث (۴۳ھ) اور کعب الاحبار۔ ان کی طرف درج ذیل کتب منسوب ہیں۔

۱۔ سیرت الاسکندر (اس میں بہت ہی عجائبات ہیں)
۲۔ وفات موسیٰ (علیہ الصلاۃ والسلام)
۳۔ السلک الناظم فی علم الاول والآخر
۴۔ حدیث ذی الکفل
۵۔ حدیث حامنۃ الذہب وحدیث افراقیسون بنت الملک۔

ان میں سے بعض کتب کی کعب الاحبار کی طرف نسبت مشکوک ہے، لیکن پہلی صدی میں تاریخی سرمائے کی تالیف کا انکار ممکن نہیں۔ بہر حال عمومی سطح سے صرفِ نظر کر کے اب مختصراً سیرتِ رسول کے بارے میں گفتگو کی جاتی ہے۔

## سیرت رسول کے سلسلے میں اہتمام

اس میں شک نہیں کہ بڑے لوگوں کے حالات کی ترتیب و تدوین کا اہتمام ہمیشہ رہا ہے۔

ور حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام سے بڑھ کر اس دھرتی پر کوئی ایسا فرد نہیں جس نے اتنے گہرے
ثرات مرتب کیے ہوں اور نہ ہی کوئی ایسی شخصیت ہے، جس کے اتباع و متبعین نے اپنے
قا و قائد سے اس طرح محبت کی ہو جس طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کے
متبعین نے محبت کی۔ مثلاً حضرت خبیب کو دیکھیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جنھیں مکہ میں سولی
پر لٹکایا گیا تو اس وقت اُنھوں نے کہا۔

اے اللہ، میں یہاں تو محض دشمنوں کے چہرے دیکھ رہا ہوں، کوئی
ایسا رسول (نمائندہ) نظر نہیں آتا جو تیرے رسول کو میرا اسلام پہنچائے۔ پس
تو ہی ان تک میرا اسلام پہنچا۔

اُنھوں نے کہا۔

لقد جمع الاحزاب حولی والبوا قبائلھم واستجمعوا کل مجمع
وقد جمعوا ابناءھم ونساءھم وقربت من جزع طویل ممنع
الی اللہ اشکو غربتی وکربتی وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی

اور جب دشمنوں نے ہتھیار اُٹھا لیے اور اُنھیں سولی کے لیے پابند کر دیا تو کسی نے کہا کہ:

تمھیں پسند ہے کہ تمھاری جگہ محمد ہوں؟

اُنھوں نے جواب میں فرمایا:

واللہ العظیم، میں تو اتنا بھی پسند نہیں کرتا کہ اُن کے قدموں میں کانٹا چبھے
اور اس کے بدلے مجھے رہائی حاصل ہو۔

اللہ اکبر — اے خبیب، اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہوں اور تجھے ہر طرح کی خوشی و مسرت
حاصل ہو۔

ابو سفیان بن حرب — رضی اللہ تعالیٰ عنہ — حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے بدترین دشمن تھے، وہ بعد میں مسلمان ہوئے — اُنھوں نے دورِ عداوت میں یہ کہا:

میں نے لوگوں میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو کسی سے اس طرح کی محبت
کرے جیسے محمد عربی کے رفقا ان سے محبت کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تمام انسانی کمالات، حضور اقدس میں جمع ہو گئے تھے۔ ان حالات میں طبع سلیم خود ہی تقاضا کرے گی کہ ایسی شخصیت کی سیرت و کردار کو اہتمام سے جمع کیا جائے۔ نہیں بلکہ اس کا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الانفال: ۲۰)

اے ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو۔

مزید ارشاد ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ج (النساء: ۸۰)

جس شخص نے رسول کی اطاعت کی تو بلاشبہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی

مزید ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط

(آل عمران: ۳۱)



اے نبی، آپ لوگوں سے کہہ دیجیے، اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اس پر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ط (الاحزاب: ۲۱)

بلاشبہ مسلمانو، تم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چال سیکھنی تھی بالخصوص اُس شخص کو جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا اور قیامت کے دن کا خوف رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرتا ہے۔

رسول محترم کی سیرت اور حاملِ رسالت کی سیرت دُنیا میں ہمیشہ باقی رہے، ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اسی لیے قرآن عزیز نے رسول اکرم کی سیرت کے بہت سے حصے اپنے اوراق میں مندرج کر دیے ہیں۔ اور سیرت کا اتباع کوئی اختیاری معاملہ نہیں بلکہ یہ تو ایمانیات سے

ہے، بلکہ یہی ایمان ہے۔ چونکہ حیاتِ رسول ایک حسین نمونہ ہے اور اس کی اتباع مسلمانوں پر فرض ہے، اس لیے ہر علمی فرض سے بڑھ کر اس فرض کی محافظت کا مسلمانوں نے لحاظ و التزام کیا ہے۔

اس سلسلے میں پہلا قافلہ تو حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا تھا، جنھوں نے جو کچھ رسولِ رحمت سے سیکھا اور دیکھا اس کو اپنی زندگیوں پر پوری طرح جاری کیا۔ اکل و شرب، سونا جاگنا، چلنا، بیٹھنا ہر حال میں اس کا لحاظ کیا۔ ان حضرات نے اس کا ہی اہتمام نہیں کیا کہ اپنی ہمت و طاقت سے بڑھ کر حیات النبی کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ لیں بلکہ اُنھوں نے حُسنِ تربیت سے اپنی اولاد اور تلامذہ کو بھی اس رنگ میں رنگ دیا، اس طرح گویا سیرتِ رسول کو بشری قوالب میں متحرک کر دیا۔

اس کے بعد سیرت کا معاملہ میدانِ عمل سے میدانِ علم میں آیا، اس طرح عہدِ صحابہ و تابعین میں سیرت کی ترتیب و تدوین کا اہتمام ہوا۔ مغازی کے سلسلے میں حلقوں کا اہتمام ہوا جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا، واقدی کی روایت ہے۔ راوی عبداللہ بن عمر بن علی عن ابیہ ہیں جو کہتے ہیں کہ میں نے علی بن الحسین سے سُنا کہ ہم مغازی النبی کو اس طرح سیکھتے جس طرح قرآن کی سورت سیکھتے۔ اس طرح آثار کا ایک ذخیرہ سامنے آگیا جو ایک طرف تو انسانی قلوب میں محفوظ ہو گیا اور دوسری طرف اوراق و صفحات میں مندرج ہو گیا۔ صحابہ کی حیات مبارکہ کو جو دیکھے گا وہ یقین کرے گا کہ اُنھوں نے جو حیات النبوی سے پایا اس پر عمل بھی کیا۔ اس جگہ جو اہم معاملہ ہے وہ تاریخ کی تدوین کا اور اس بات کا ہے کہ سیرت نبویہ کی کتابت کی ابتدا کب ہوئی؟

## دورِ صحابہ

یہ طے ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ میں احادیثِ نبویہ کا معتدبہ حصہ معرضِ کتاب میں آگیا تھا۔ دعوت و داعی کی حیثیت سے یہ ذخیرہ بہت وافی تھا تاہم اس میں حصہ سیرت ضمنی تھا۔ یہاں بعض جزئی حوادث و وقائع بھی لکھے گئے جن

کا تعلق سیرت نبویہ سے ہے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ صحابہ میں سے بعض حضرات نے اس طرح کی جزئیات کو باقاعدہ لکھا ۔ جو وفود حضور اقدس کی خدمت میں آئے ان تک کے کوائف ملتے ہیں ۔ مثلاً ابی عمرو بن حریث العذری کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آبا و اجداد کے پاس ایک کتاب دیکھی جس میں صفر ۹ ھ میں وفد کی شکل میں حضور اقدس کے پاس حاضری کے کوائف تھے ۔ اس وفد میں ۱۲۔ افراد تھے ۔ من جملہ دوسرے حضرات کے حمزہ بن النعمان العذری بھی تھے ۔

حبیب بن عمرو السلامانی کہتے ہیں کہ سلامان کا وفد سات افراد پر مشتمل خدمت نبوی میں حاضر ہوا ۔ حضور اقدس نے مسجد سے باہر ہم سے ملاقات فرمائی ۔ اس موقعے پر ایک جنازہ بھی آپ نے اس طرح پڑھایا ..... اور پھر جوں جوں وقت گزرتا گیا علمی طور پر سیرت نبوی کا اہتمام زیادہ ہونے لگا ۔ چند صحابہ (عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی کاوشوں کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے ۔

## حضرت عبداللہ بن عباس کا سیرت نبوی کے سلسلے میں اہتمام اور اس ضمن میں ان کی تحریری کاوشیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (م ۶۸) قرآن کریم کی آیت قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا الخ (الشوریٰ: ) کی تفسیر کے ضمن میں الشعبی کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب مبارک کے سلسلے میں لکھا، چنانچہ الشعبی کہتے ہیں کہ:

> ہمیں اکثر اس آیت کے سلسلے میں سالقہ پیش آتا تو میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لکھا، انھوں نے اس کے جواب میں لکھا کہ حضور اکرم علیہ الصلاۃ والسلام قریش میں اس طرح نسب رکھتے تھے کہ قریش کا ہر قبیلہ کسی نہ کسی طور سے آپ سے تعلق رکھتا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قریش کے مختلف قبائل کو اس طرف توجہ دلائی کہ رسول اکرم سے قرابت کا حق ادا کرو اور اس سلسلے کے حقوق کی حفاظت کرو ۔

حضرت عبداللہ بن عباس ان ایام میں المغازی کی تدریس کے سلسلے میں تخصیص کے مقام کے حامل تھے۔ عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ آپ کی مجلس تدریس کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں : کہ ہم آپ کی خدمت میں حاضری دیتے۔ آپ شام کا پورا وقت ہمارے سامنے مغازی بیان کرتے ۔ انھوں نے اس سلسلے میں اتنا لکھا کہ وہ ایک اونٹ کا بوجھ بن سکتا تھا۔ یہ سرمایہ آپ کے خادم کریب کے پاس تھا جو انھوں نے مشہور صاحب مغازی موسیٰ بن عقبہ کے پاس رکھ چھوڑا تھا ۔ گو اس سلسلے میں حتمی طور پر یہ کہنا ممکن نہیں کہ ان کی اس سلسلے میں کوئی کتاب ہے تاہم ہمارا قلبی میلان اس طرف ہے کہ ایسا ضرور ہو گا ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما (وفات ۶۳ھ) آپ کے لیسے جلیل المرتبت صحابی ہیں جو عمر کے اعتبار سے حضرت عبداللہ بن عباس سے بڑے ہیں اور اسلام کے اعتبار سے قدیم! انھوں نے بہت سے غزوات اور دوسرے واقعات و حوادث کا سیرت کے متعلق تحریری سرمایہ فراہم کیا ۔ احادیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرأت و کتابت اور انھیں کتابی شکل دینے میں ان کی شہرت معلوم ہے اور " صحیفہ صادقہ " ان کی معروف جمع تدوین شدہ کتاب ہے ۔

سریانی زبان کو یہ خوب جانتے تھے، اسے پڑھ سکتے، اس میں لکھ سکتے تھے ۔ انھوں نے مختلف امور پر تحریرات لکھیں لیکن یہ بات کہ انھوں نے المغازی میں کچھ مرتب کیا ؟ ایک ایسا سوال ہے، جس کا جواب مطلوب ہے ؟ اس کا جواب عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی مرویات کی تدریس میں ملتا ہے ۔ کہ انھوں نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو سے ان کی کتابیں روایت کیں لیکن بعض محدثین نے اس پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ اس صحیفے کے راوی وجادہ ہیں۔ ابن ابی شیبہ کے بقول عمرو بن شعیب سے عن ابیہ اور ابن جریج نے جو روایت کی وہ تو سب صحیح ہے، اور جو کچھ عمرو عن ابیہ عن جدہ نے روایت کیا اس میں ضعف ہے ۔ امام ترمذی نے ضعف کا سبب یہ بتایا کہ انھوں نے یہ روایات اپنے دادا سے نہیں سنیں۔ امام ذہبی نے یہی بات کہی کہ اس صحیفے کے راوی وجادہ ہیں، اس لیے اصحاب الصحیح نے اس سے اجتناب کیا۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو

بن العاص کی کتاب ان کی اولاد نے ان سے روایت کی اور مزید روایات بھی کیں، اس لیے محدثین میں سے بعض کے نزدیک یہ محلِ نظر قرار پائیں تاکہ معاملہ خلط ملط نہ ہو جائے۔

المختصر عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے حوالے سے مغازی و سیرت کی روایات کے متعلق یہ کہنا ممکن ہے کہ وہ اسی "صحیفہ صادقہ" کا حصہ ہو جسے اس جلیل القدر صحابی نے مرتب کیا۔ ان کی روایات حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی کتاب پر دلالت کرتی ہیں۔ مسند الامام احمد کی طرف مراجعت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ وہ سرمایہ ہے جس کا تعلق اس "دستور مدینہ" سے ہے جسے رسول محترم نے "المہاجرین والانصار" کے لیے لکھا جس کا ایک حصہ مسلمانوں اور یہودیوں کے باہمی معاملات سے تھا۔ کچھ چیزیں غزوہ بنی المصطلق کے متعلق ہیں، ایک حصہ اس قضیہ سے متعلق ہے جس کا تعلق خیبر سے ہے کہ یہودیوں نے ایک انصاری کو قتل کر دیا، اس میں ساتھ ہی دیت کے مسائل ہیں۔ ایک حصہ فتح مکہ، غزوہ ہوازن، غزوہ تبوک اور حجۃ الوداع سے متعلق ہے۔ یہ درست ہے کہ یہ پورا سرمایہ نہیں تاہم یہ طے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے مغازی و سیرت رسول کے متعلق لکھا ضرور تھا۔

## البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ۷۴ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ انھوں نے مغازی رسول کے متعلق بہت کچھ املا کرایا۔ امام وکیع نے اپنے والد عبداللہ بن حنش سے نقل کیا کہ انھوں نے کانے کی چھال پر تحریری سرمایہ حضرت البراء کے پاس دیکھا۔ اور صرف صحیح بخاری کی مراجعت سے یہ دعویٰ ہو سکتا ہے کہ ابو اسحٰق السبیعی (۲۹ : ۱۲۷ھ) نے حضرت البراء بن عازب سے اس سلسلے میں بہت کچھ نقل کیا، السبیعی نے آپ سے جو نقل کیا اس کی تفصیل بحوالہ بخاری اس طرح ہے۔

ہجرت صحابہ الی المدینہ (رسول محترم کی ہجرت سے قبل) (بخاری حدیث ۳۹۲۴۔ ۳۹۲۵ فتح الباری ج ۷، ص: ۲۵۹)

ہجرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بخاری حدیث ۳۶۵۲، ۳۹۰۸، ۳۹۱۷، فتح الباری ج: ۷، ص: ۸، ۲۴۵، ۲۵۵)

غزوہ بدر (بخاری حدیث ۳۹۵۵ — ۳۹۵۹ / ۳۹۷۰ فتح الباری ج: ۷، ص: ۲۹۰-۲۹۱-۲۹۷)

غزوہ احد (بخاری حدیث ۳۹۸۶ — ۳۰۲۹ — ۴۰۴۳ - ۴۰۶۷ فتح الباری ج: ۷، ص: ۳۵۷، ۳۴۹، ۳۵۵ - ۳۶۴ — ج: ۶، ص: ۱۶۲)

قتل ابی رافع الیہودی (بخاری حدیث ۴۵۳۸ - ۴۵۴۵ - ۳۵۲۲ - ۳۵۲۳ فتح الباری ج: ۷، ص: ۳۴۵-۳۴۲ - ج: ۶، ص: ۱۵۵)۔

غزوہ خندق (بخاری حدیث ۲۸۳۷ - ۴۱۰۴ - ۴۱۰۶ - ۴۱۲۳ - ۴۲۲۴ - ۴۲۲۱ - ۴۲۲۲ فتح الباری ج: ۶، ص: ۴۶، ۱۲۰ - ج: ۷، ص: ۳۹۹، ۴۵۵)

صلح الحدیبیہ: بخاری حدیث ۴۱۵۱ - فتح الباری ج: ۷، ص: ۴۹۱)

عمرۃ القضا (بخاری حدیث ۴۲۵۱ - فتح الباری ج: ۷، ص: ۴۹۹)

فتح مکہ (بخاری حدیث ۴۱۵۰ - فتح الباری ج: ۷، ص: ۴۹۱ - کتاب الاموال لابی عبید ۱۵۸)

غزوہ حنین (بخاری حدیث ۴۳۱۵ / ۲۸۶۴ - ۴۳۱۷ / ۲۸۷۴ فتح الباری ج: ۸، ص: ۲۷-۲۸)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت البرا نے مغازی کے سلسلے میں بہت سی معلومات فراہم کیں گو کہ یہ کہنا ممکن نہیں کہ آپ نے باقاعدہ کوئی کتاب مرتب کی تاہم اس سلسلے میں املا کی روایت سے اس کی ترجیح ضرور سامنے آتی ہے ۔ لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا ہم حتمی طور پر اس کا دعویٰ نہیں کرتے ۔ کیوں کہ زبانی روایات کا اس دور میں بہت رواج تھا ۔ اس میدان میں دوسرے صحابہ کرام بھی ہیں جن میں حضرت مسور بن مخرمہ کا نام ہے کہ انھوں نے مغازی رسول کا سرمایہ جمع فرمایا ۔ لیکن یہ قطعی فیصلہ کرنا ممکن نہیں کہ اس سرمایۂ مغازیِ رسول کو کتابی شکل میں مرتب کیا گیا ۔

# تابعین کا دور

صحابہ کے بعد تابعین ـــ وہ حضرات جنھوں نے پہلی صدی میں زندگی گزاری ۔ کو سب دیکھیں تو مغازی کے سلسلے میں کتابوں کا ایک سلسلہ نظر آتا ہے ۔ اہم حضرات ۔

۱ ۔ عروہ بن الزبیر (۲۲ ۔ ۹۳ھ)

۲ ۔ عامر بن شرجبیل الشعبی (۱۹ ۔ ۱۰۳ھ)

۳ ۔ مقسم مولی ابن عباس (۱۰۱ھ)

۴ ۔ ابان بن عثمان (۲۰ تقریبا ـــ ۱۰۰ھ)

# حضرت ابان بن عثمان

ابن سعد کے بقول المغیرہ بن عبد الرحمن کے پاس "مغازی ابان بن عثمان" تحریری شکل میں موجود تھی ۔ مغیرہ کے صاحب زادے یحیی کے بقول ان کے پاس ان کا تحریری سرمایہ حدیث نا نہ تھا البتہ مغازی النبی کا وہ ذخیرہ تھا جسے ان کے والد ابان بن عثمان سے حاصل کیا تھا ۔ وہ سے بہت پڑھتے اور ہمیں اس سے سکھلاتے تھے ۔ بہر طور ان کے مجموعہ مغازی کا کتب متداولہ میں ذکر نہیں ، گو یا ان کے تلامذہ نے اس کا اہتمام نہیں کیا ۔ اور نہ ہی ان کی زندگی میں اس کی شہرت ہوئی ۔

الزبیر بن بکار (۱۷۲ ۔ ۲۵۶) کی روایت ہے کہ امیر سلیمان بن عبد الملک ولی عہدی کے دور میں (۸۲ھ) سفر حج کے لیے آئے ۔ مدینہ منورہ حاضری دی ۔ بہت سے لوگ ان سے ملے ۔ یہ حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام سے منسوب مقامات پر گئے ۔ وہاں دوگانہ ادا کیا ۔ احد بھی جاتا ہوا ۔ ان کے ساتھ ابان بن عثمان ، عمرو بن عثمان ، ابوبکر بن عبد اللہ بن ابی احمد بھی تھے ۔ یہ حضرات قبا ، مسجد فضیخ ، مشربہ ام ابراہیم وغیرہ گئے ۔ سلیمان ان مقامات کی تفصیلات پوچھتا ۔ پھر اس نے حضرت ابان سے ان کی تفصیلات قلم بند کرنے کا حکم دیا ۔ اُنھوں نے کہا کہ میرے پاس سب تحریر شدہ سرمایہ موجود ہے ۔ میں نے ثقہ لوگوں

سے معلومات فراہم کی ہیں۔ الخ یہ خاصی طویل روایت ہے جس سے یہ نتائج اخذ ہوتے ہیں کہ:

۱ - ۷۲ھ سے قبل حضرت ابان نے سیرت النبی میں اپنی تالیف پوری کر لی تھی۔

۲ - اس میں عقبہ اولیٰ، ثانیہ، غزوۂ بدر اور دوسرے غزوات کا بطورِ خاص ذکر تھا۔

۳ - وہ ایک بڑی ضخیم کتاب تھی جس کی نقل کے لیے سلیمان بن عبدالملک نے دس رجسٹروں کا اہتمام کیا۔

۴ - ابان کی رائے میں حضرات انصار الخلیفہ الراشد، المظلوم الشہید عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصرت نہ کر سکے، اس کے باوجود ابانؒ نے پوری دیانت داری سے حضرات انصار کے فضائل و مناقب کا ذکر کیا۔ سلیمان بن عبدالملک سے ان کا تنازع بھی ہوا۔ اس لیے انھوں نے سلیمان سے کہا: "امیر! قصہ یہ ہے کہ خلیفہ مظلوم کے ساتھ جو ہوا، وہ اپنی جگہ لیکن انصاف کے تقاضے تو پورے کرنے ہی ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ حضرت ابان کو اپنی بے پناہ رحمتوں سے نوازے کہ انھوں نے انصاف کا دامن نہ چھوڑا۔ الشعبی کا جہاں تک تعلق ہے، ان کی کتاب کے اقتباس بہت ہیں اور مقسم مولیٰ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی معلومات مختلف مصادر میں موجود ہیں۔ اکثر حصہ ضائع ہو گیا تاہم عبدالرزاق الصنعانی نے اپنی تصنیف میں طویل اقتباس نقل کیے ہیں۔ جنھیں ہم آئندہ پیش کریں گے۔

# عروہ بن زبیر
## اور
## سیرتِ مبارکہ کی تالیف میں اُن کا قائدانہ کردار

وہ مبارک ہستی جس کا علم مغازی اور اس کے لکھنے میں بڑا مقام ہے اور جس کے بنیادی قواعد کے وہ گویا مؤسس ہیں، ان کا نام "عروہ بن الزبیر" ہے (ولادت ۲۲ھ وفات ۹۳ھ) انھیں ایک بلند مرتبت عالم ہونے کا شرف حاصل ہے، اور مدینہ منورہ زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً کے سات

معروف فقہاء میں سے آپ ایک ہیں ۔ آنے والی سطور میں ان کی شخصیت اور خاندان کے متعلق کچھ تفصیلات پیش کی جائیں گی ۔



## حضرت عروہ کا خاندان

حضرت عروہ کے خاندان کے بارے میں کہنا چاہیے کہ اسلام سے وابستہ خاندانوں میں اس کی حیثیت عطر و روح کی ہے، معزز ترین خاندان جس کے شرف و مجد کا کوئی ٹھکانہ نہیں ۔ آپ کے برادر بزرگ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شہید ہوگئے تو آپ نے اپنے خاندانی شرف و افتخار کا امیر حجاج بن یوسف ثقفی کے سامنے ذکر کیا ۔

حضرت عروہ، خلیفہ عبدالملک بن مروان کے سامنے اپنے بھائی کی باتیں کر رہے تھے، یہ ۷۵ھ کا ذکر ہے، آپ نے اس موقعے پر ان کی کنیت "ابوبکر" کہہ کر ذکر کیا تو حجاج غضب ناک ہوگیا اور کہنے لگا: "تیری ماں نہ رہے تو ایک منافق کا کنیت سے ذکر کرتا ہے اور وہ بھی امیر المومنین کے سامنے ؟

حضرت عروہ نے فرمایا: "تم کیا کہتے ہو؟ تمھاری ماں نہ رہے، تمھیں پتہ نہیں کہ میں جنت کی شہزادیوں کی اولاد ہوں ۔ میری ماں اسماء بنت ابی بکر صدیق اکبر ہیں تو میری دادی صفیہ بنت عبدالمطلب، (حضور اکرم کی پھوپھی محترمہ) ہیں، جب کہ میری خالہ ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ طاہرہ ہیں، تو میری حقیقی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں (حضور اکرم کی پہلی عظیم المرتبت اہلیہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہن ۔ حضرت عروہ کے دادا "العوام" المؤمنین حضرت خدیجہ کے بھائی تھے اور حضرت عروہ کے والد "الزبیر" رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حواری ۔

## حضرت عروہ کے والد گرامی زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا شجرہ نسب یہ ہے: زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب ۔ آپ رسولِ محترم کے "حواری" اور آپ کی حقیقی پھوپھی جان حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے ہیں ۔ ان دس خوش قسمت افراد میں سے ایک جنھیں اللہ تعالیٰ کے

رسول نے نام لے کر جنت کی بشارت دی اور ان چھ معتمد حضرات میں سے ایک، جنھیں سیدنا عمر فاروق اعظم نے اپنے بعد مسئلہ خلافت حل کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ حضرت عروہ کی روایت کے مطابق وہ ۸ برس کے تھے جب انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اسلام کی راہ میں انھیں بھی شدید اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ ان کا چچا انھیں باندھ دیتا، دھونی دیتا لیکن یہ کہتے "میں کفر کی طرف اب کبھی نہ لوٹوں گا"۔

انھیں حبشہ کی ہجرت کی سعادت نصیب ہوئی۔ البتہ وہاں انھوں نے قیام کم ہی کیا، اور ۱۸ برس کی عمر میں انھوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ کسی غزوہ سے پیچھے نہیں رہے، ہر غزوہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ شامل ہوئے۔ بدر کی جنگ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دو شہ سوار تھے۔ میمنہ (لشکر کا دایاں حصہ) پر آپ اور میسرہ (بایاں حصہ) پر حضرت مقداد بن الاسود۔ خندق والے دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے لیے اپنے ماں باپ دونوں کو جمع کرتے ہوئے دعا دی:

اِرْمِ فداك ابی وامی

تیر چلاؤ۔ میرے باپ اور ماں تم پر قربان۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْر ـــ

ہر نبی کا حواری ہے، میرے حواری زبیر ہیں۔

آپ ہی پہلے خوش قسمت مسلمان ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلوار نیام سے باہر نکالی۔ اس سلسلے میں حضرت عروہ کی روایت ہے کہ آپ نے ۸ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا، جب آپ ۱۲ برس کے تھے تو کسی بدبخت نے افواہ اڑائی کہ حضور اکرم اس وقت مکہ معظمہ کی بالائی چوٹی پر ہیں اور آپ کو پکڑ لیا گیا ہے۔ آپ تلوار لے کر آئے تو آپ کو کسی نے دیکھا جو پہچانتا نہ تھا کہ کون ہے؟ بس اتنا کہا کہ ایک نوجوان ہے جو تلوار لے کر آرہا ہے، حتیٰ کہ آپ حضور اقدس کے پاس پہنچ گئے، آپ نے فرمایا۔

زبیر تمھیں کیا ہوا؟ عرض کیا کہ مجھے یہ خبر ملی تھی کہ کسی بدنہاد نے آپ کو پکڑ لیا ہے۔

آپ نے پوچھا کہ پھر تم کیا کرتے ؟ عرض کیا اس کو ڈھیر کر دیتا جس نے آپ سے ایسی ناروا جسارت کی۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے لیے اور آپ کی تلوار کے لیے دُعا مانگی۔ اس طرح گویا یہ پہلی تلوار ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں نیام سے باہر آئی۔

حضرت زبیر کے نکاح میں ۴ خواتین تھیں۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی، حضرت اسماءؓ، جن کے دوپٹے کے ہجرت والی رات دو حصے کیے گئے۔ ایک آپ نے سر پہ لیا دوسرے سے نبی کریم اور اپنے والد گرامی کا زادِ راہ باندھا۔ اسی وجہ سے آپ کو "ذات النطاقین" کہتے ہیں۔

۲۔ حضرت عاتکہ — سعید بن زید کی بہن۔

۳۔ امام خالد بنت خالد بن سعید۔

۴۔ اُم مصعب الکلبیہ۔

آپ کی اولاد کی تفصیل یہ ہے۔

عبداللہ — عاصم — عروہ — المنذر — ام الحسن۔

ان کی والدہ محترمہ حضرت اسماءؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

مُصعب — حمزہ — رملہ — خالد — عمر — عبیدہ — جعفر — خدیجہ — عائشہ وغیرہ۔

آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت کم روایات کی ہیں، آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کا کہنا ہے کہ جس طرح "فلاں فلاں" حضرات کثرت سے روایات بیان کرتے ہیں اس طرح میں نے حضور اقدس سے روایات بیان کرتے ہوئے اپنے باپ کو نہیں سُنا۔ وہی فرماتے ہیں کہ میں کبھی آپ سے جدا نہیں ہوا۔ البتہ یہ روایت میں نے سُنی، آپ فرماتے تھے کہ حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ —

جس نے مجھ پر جھوٹ کہا (میری طرف جھوٹ کی نسبت کی) وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

"مسند بقی بن مخلد" میں آپ کی ۳۸ روایات ہیں جن میں سے بخاری مسلم میں ۲ روایتیں ہیں

اور صرف بخاری میں سات : ابن المدینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد سے صرف تین حضرات کا ذکر کیا ہے جن سے علم مروی و منقول ہے ۔ انھوں نے اپنے رسالے میں ایک عنوان قائم کیا ۔

تسمیۃ من روی عنہ من اولاد العترۃ

اور پھر ضمنی عنوان میں حضرت الزبیر بن العوام کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ تین نام لکھے ہیں ۔

۱ : عبداللہ بن الزبیر بن العوام

۲ : عروہ بن الزبیر بن العوام

۳ : مصعب بن الزبیر بن العوام

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکومتی وظیفہ قبول نہیں کیا ، اور آپ کے پوتے ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر شہید کر دیے گئے تو ہمارے دادا نے رجسٹر سے اپنا نام کٹوا دیا ۔ " جنگ جمل " کے دوران حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کے مقابلے سے اس وقت واپس ہو گئے جب انھوں نے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ قول یاد دلا دیا ۔

" کہ تو مجھ سے لڑے گا اور میرے ساتھ انصاف نہ کرے گا "

آپ پلٹے تو بدبخت " ابن جرموز " نے آپ کو قتل کر دیا — یہ رجب ۳۶ ھ کا قصہ ہے ۔ " ابن جرموز " جب حضرت زبیر کا سر لے کر حضرت علی کے پاس آیا تو آپ نے اس بدبخت سے کہا " اے دہقان ! اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے " کیوں کہ میں نے رسول اکرم سے سنا تھا آپ فرماتے تھے کہ ان قاتل الزبیر فی النار — زبیر کا قاتل جہنم میں جائے گا ۔ آپ ان دس خوش نصیب افراد میں سے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ کے رسول نے جنت کی خوش خبری دی ۔ امام شعبی فرماتے ہیں ۔ " میں نے پانچ سو یا اس سے بھی زیادہ صحابہ کو پایا ، ہر ایک یہی کہتا تھا کہ علی ، عثمان ، طلحہ اور زبیر جنتی ہیں ۔ امام ذہبی اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک تو وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے — پھر بدری تھے — بیعت رضوان میں شریک تھے ۔ ان " سابقون الاولون " میں سے تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ — کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے ۔ اور یہ بھی سبب ہے کہ یہ چاروں قتل کیے گئے ، انھیں شہادت کی موت نصیب ہوئی ۔ اس لیے ہم ان کو محبوب

رکھتے ہیں اور جن سیاہ بختوں نے انھیں شہید کیا ان سے بغض رکھتے ہیں ۔

# حضرت عروہ کی والدہ محترمہ

## حضرت اسما بنتِ ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

آپ ام المومنین حضرت عائشہ کی بہن ہیں ۔ مہاجر عورتوں میں سے سب سے آخر میں آپ کی وفات ہوئی ۔ وہ حضرت عائشہ سے لگ بھگ دس برس بڑی تھیں ۔ ان کا تعارف " ذات النطاقین" سے ہوتا ہے جس کا سبب وہ خود یہ بیان کرتی ہیں کہ : جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو میں نے آپ کے لیے زادِ راہ کا اہتمام کیا ۔ کوئی ایسی چیز اس وقت نہ تھی جس سے کھانے کی اشیا" باندھی جاتیں ۔ سوائے میرے دوپٹے کے ، میں نے اپنے والد بزرگوار سے عرض کیا تو فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کر دو اور اسی سے باندھ دو ۔ اسی وجہ سے میرا یہ نام پڑ گیا اور معروف ہو گیا یعنی " ذات النطاقین " ۔

حضور اکرم اور حضرت ابوبکر کے سفر ہجرت کے بعد ابوجہل لعین آپ کے گھر آیا اور آپ سے آپ کے والد گرامی کا پوچھا تو آپ نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ یہاں سے جا چکے اب معلوم نہیں کہاں ہیں ؟ اس بدبخت نے اس زور سے تھپڑ مارا کہ ان کے کان سے بالی گر گئی ، آپ بہت بہادر خاتون تھیں ۔ اپنے خاوند حضرت الزبیر کے ساتھ جنگ یرموک میں شامل تھیں اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو صبر و حوصلہ دلاتیں ، جب انھیں حجاج نے گرفتار کر کے پھانسی پر چڑھایا ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت اسما مسجد کے صحن میں تھیں جب حضرت عبداللہ کو پھانسی پر لٹکایا گیا ۔ آپ بیٹے کی طرف گئیں تو بیٹے نے عرض کیا اماں ! ان جسموں کی کوئی حقیقت نہیں ۔ روحیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں ، آپ صبر و تقویٰ سے کام لیں ۔ آپ نے دلیرانہ جواب دیا ، مجھے کوئی پریشانی نہیں ، آخر حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام جیسے جلیل المرتبت نبی کا سر بھی تو بنی اسرائیل کے ایک سرکش کے حکم سے کاٹ دیا ۔

گیا تھا - ۷۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی - مہاجر خواتین میں سب سے آخر میں آپ اس دنیا سے رخصت ہوئیں - امام الذہبی کے بقول ان کی روایات ۵۸ ہیں - جن میں سے ۱۳ بخاری و مسلم دونوں میں ہیں - جب کہ انفرادی طور پر بخاری میں ۵ اور مسلم میں ۴ ہیں -

# عروہ بن الزبیر

## خاندان

آپ نجیب الطرفین تھے، عرب کے قبائل اور خاندانوں میں سے اس خاندان کے فرد جو سب سے معزز و مکرم ہے - اور جیسا کہ پہلے گزرا، انھوں نے خود فرمایا کہ میں جنت کی شہزادیوں کی اولاد ہوں اور یہ بات آپ نے امیر المؤمنین خلیفہ عبدالملک بن مروان کے سامنے کہی -

## ولادت

مورخین نے آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف کیا ہے - مصعب کہتے ہیں کہ خلافت عثمانی کے چھ برس گزر گئے تھے جب آپ کی ولادت ہوئی - ایک رائے ۲۶ھ کی ہے - ایک ۲۳ھ کی اور بعض کے نزدیک ۲۲ھ ہے - تیسرے اور چوتھے قول میں تو زیادہ فرق نہیں کہ عرب میں بالعموم سال کا ذکر ہوتا تھا، مہینوں کی طرف توجہ نہ جاتی تھی -

آپ نے امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ۲۴ھ میں حج کیا۔ (جب کہ آپ بچے تھے اور ماں کی گود میں تھے) - جمل کی لڑائی میں چھوٹے ہونے کے سبب شریک جنگ نہ ہوئے - ان مختلف نصوص کی روشنی میں ۲۲ھ کی روایات زیادہ قرین قیاس ہے آپ کے والد حضرت الزبیر اسی سفر حج میں یہ رجز پڑھتے تھے جب کہ عروہ ان کی پیٹھ پر سوار تھے -

ابیض من آل ابی عتیق — مبارک من ولد الصدیق

الذہ کما الذ ریقی

آل ابی عتیق کا گورا چٹا جوان، حضرت صدیق اکبر کی اولاد میں سے صاحب برکت

میرے لعابِ دہن کی طرح خوش ذائقہ۔

## حضرت عروہ کا سفر بصرہ

آپ کے صاحب زادے حضرت ہشام کہتے ہیں کہ آپ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس اُس وقت آئے جب وہ خلافت مرتضوی میں وہاں کے گورنر تھے حضرت عروہ ایک شعر پڑھ رہے تھے، جس کا مفہوم یہ تھا کہ:

"میں خونی رشتوں کے اعتبار سے اپنے آپ کو بہت قریب محسوس کرتا ہوں اور قرب کے لیے اگر ان کا بھی اعتبار نہیں تو پھر کسی چیز کا نہیں"

حضرت عبداللہ نے حضرت عروہ سے کہا یہ شعر کس نے کہا ہے؟ انھوں نے جواباً کہا، ابو احمد بن جحش نے۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا، تمھیں معلوم ہے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا کہا تھا؟ انھوں نے عرض کیا مجھے معلوم نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ آپ نے اس قول کی تصدیق کی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ بات بالکل سچ ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عباس نے پوچھا کہ بصرہ تشریف آوری کا مقصد؟ انھوں نے کہا کہ حالات بڑی سنگینی کا شکار ہیں، عبداللہ نے تقسیم میراث سے انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ سات برس تک تقسیم نہ ہوگی حتی کہ والد کا قرضہ ختم ہو جائے۔ میری اس درخواست کو سُن کر انھوں نے مجھے اجازت دے دی اور میرا حصہ مرحمت کر دیا۔

## حضرت عروہ کی بیویاں

بقول ابن سعد آپ نے چار شادیاں کیں۔ ان خواتین کے نام یہ ہیں۔

۱۔ فاختہ بنت الاسود بن ابی البختری۔

۲۔ ام یحییٰ بنت الحکم بن ابی العاص بن اُمیہ بن عبد شمس۔

۳۔ اسماء بنت سلمہ بن عمر بن ابی سلمہ۔

۴۔ سودہ بنت عبداللہ بن عمر بن الخطاب۔

دو آپ کی باندیاں تھیں جن سے آپ کی اولاد ہوئی اس لیے وہ "ام ولد" قرار پائیں یعنی

آزاد ہوگئیں ۔

۱۔ واصلہ ــــ مصعب اور ام یحییٰ اسی کے بطن سے تھے ۔

۲۔ ایک دوسری باندی تھیں جن سے ہشام اور صفیہ پیدا ہوئے ۔

آپ نے مصر کا سفر اختیار کیا تو وہاں سات برس رہے اور وہاں "بنو علہ" کی ایک خاتون سے شادی کی ۔

## اولاد

اولاد میں بچے یہ ہیں ۔

محمد ــــ یحییٰ ــــ عثمان ــــ ابوبکر ۔ ان چاروں کی والدہ ام یحییٰ ہیں ۔

عمر ــــ عبداللہ ــــ الاسود ــــ ان کی والدہ فاختہ ہیں ۔

مصعب ــــ ان کی والدہ واصلہ (ام ولد) ہیں

عبیداللہ ــــ ان کی والدہ اسماء ہیں ۔

ہشام ــــ

## صاحب زادیاں

ام کلثوم ــــ عائشہ ــــ ام عمر

خدیجہ ــــ عائشہ ــــ ان کی والدہ ام یحییٰ ہیں ۔

اسماء ــــ ان کی والدہ سودہ ہیں ۔

ابن قتیبہ نے حضرت عروہ کے بعض صاحب زادگان کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عبداللہ تو لوگوں میں سب سے بڑھ کر خطیب تھے اور بلاغت کے بادشاہ ۔ محمد ، ایسے خوبصورت نوجوان تھے کہ مردوں میں ان کی مثال نہ تھی ۔ عثمان ایسے خطیب تھے جو حد درجہ ذہین تھے اور ان کی نظیر بھی مدینہ منورہ میں تھی ۔ اسی طرح ہشام فقیہہ اور محدث بڑے درجے کے تھے لیکن ان کے ہم پلہ بھی مدینہ میں تھے ؎ اور یحییٰ علم الانساب اور تاریخ میں یگانۂ روزگار تھے ۔

## عروہ ـــــ خدوخال

وہ اپنے جسم و لباس کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے؛ روزانہ غسل ان کی عادت تھی، صاف ستھرا لباس بھی روزانہ پہنتے۔ عیسیٰ بن حفص کی روایت ہے کہ میں نے انھیں موٹے ریشم کے جبہ میں ملبوس دیکھا، وہ زرد رنگ کی چادر اوڑھتے۔ محمد بن ہلال کہتے ہیں کہ عروہ بن الزبیر اپنی مونچھیں بڑی خوبصورتی سے ترشتے اور ایسا خضاب استعمال فرماتے جو سیاہی مائل ہوتا۔

## حضرت عروہ کا جود و کرم

جب کھجور پک جاتی تو وہ باغ میں ڈیرا ڈال لیتے، لوگوں کے لیے اذن عام ہوتا، وہ آتے، کھاتے اور لے بھی جاتے۔ ارد گرد کے دیہاتی بھی حاضر ہوتے، وہ بھی کھاتے اور اپنے ہمراہ بھی لے جاتے۔ جب آپ اپنے باغ میں جاتے تو اس آیت کا برابر ورد کرتے رہتے۔

وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ج

(الکہف: ۳۹)

اور جب تو آیا تھا اپنے باغ میں (تو) کیوں نہ کہا تو نے جو چاہے اللہ (وہی) ہوتا ہے۔

اور باغ سے واپس آنے تک برابر اس کا ورد کرتے رہتے۔ اُنھوں نے ایک کنواں کھدوایا اور اسے اپنے نام سے موسوم کر دیا۔ مدینے بھر میں اس کا پانی سب سے زیادہ میٹھا تھا۔

## حضرت عروہ کا ذوق عبادت

آپ کی عادت تھی کہ نماز بہت طویل پڑھتے۔ حضرت مالک بن انس فرماتے ہیں کہ گزرے دور کے لوگ نمازیں طویل ادا کرتے تھے۔ حضرت عروہ نے "عقیق وادی" میں ایک مکان بنایا تھا، ایک صاحب آپ کے پاس آئے۔ اس میں کچھ ملاحت تھی، جونہی نماز ظہر کا وقت آیا اُس نے حضرت عروہ سے کہا کہ میں آپ کے مکان کے اوپر جا کر اسے دیکھنا چاہتا ہوں ۔ آپ نے اجازت دے دی تو وہ اوپر چلا گیا اور جب آپ نے ظہر کی نماز ادا کی تو وہ نیچے آ گیا اور حضرت عروہ سے کہنے لگا کہ چھت کے اوپر جانے سے میرا بظاہر کوئی مقصد نہ تھا اور نہ ہی ایسی کوئی بات تھی، میں نے آپ کی نماز کی طوالت کا سُنا تھا

اسے دیکھنا مقصود تھا۔ ابن شوذب کہتے ہیں کہ حضرت عروہ دن میں ¼ حصہ قرآن دیکھ کر پڑھتے اور رات میں اسی کو نماز میں دوبارہ پڑھتے۔ آپ نے اس معمول کو کبھی ترک نہیں کیا۔ ہاں اس رات ترک ہوا جس رات تکلیف اور بیماری کے سبب آپ کا پاؤں کاٹا گیا۔ آپ کے بیٹے ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد ہمیشہ روزہ رکھتے سوائے ان ایام کے جن میں روزہ رکھنے کی ممانعت ہے۔ ان کا انتقال بھی حالتِ صوم میں ہوا، اور وہ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کرنے والے تھے۔ ہشام کی ہی روایت ہے کہ آپ جب کھانا کھاتے یا کوئی مشروب پیتے حتیٰ کہ دوا استعمال کرتے تو یہ دُعا ضرور پڑھتے۔

الحمدُ للهِ الَّذِیْ هَدَانَا وَاَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَنَعَّمَنَا، اللهُ اکبر اللّٰھم بِنعمتكَ بِکلِ شئٍ فَاَصْبَحْنَا وَاَمْسَیْنَا بکُلِّ خیرٍ نسائلكَ تمامها و نشکرها لاخیر الاخیرُكَ ولا اِلٰهَ غیرُكَ الٰهَ الصالحین وربّ العالمین

ہر قسم کی تعریف و ثنا کی مستحق اُس رب العزت کی ذات ہے جس نے ہمیں ہدایت سے سرفراز فرمایا، ہمیں کھلایا، پلایا اور اپنی نعمتوں سے بہرہ ور کیا۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں۔ اے پروردگارِ عالم، تیری نعمتوں کے سہارے ہر شر سے (بچ کر) ہماری صبح و شام ہوتی اور ہر خیر سے ہم سرفراز ہوتے ہیں۔ تجھ سے تیرے انعامات کے اکمال کا سوال ہے اور اس بات کی فریاد کہ ہم ان نعمتوں پر شکر کریں۔ خیر تو بس تیری ہی طرف سے ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے صالح اور نیکوکار لوگوں کے معبود اور ساری کائنات کے مربی۔

## حضرت عروہ کی شانِ عفّت اور مصائب و آلام پر صبر

حضرت عروہ کے پاؤں میں تکلیف ہو گئی اور پھوڑا نکل آیا۔ آپ اس وقت امیر المؤمنین ولید بن عبد الملک کے پاس شام میں تھے۔ ولید نے مشورہ دیا کہ اس پاؤں کو کٹوا دیں۔ آپ نے انکار کیا۔ تکلیف بڑھ کر پنڈلی تک پہنچ گئی تو ولید نے پھر کاٹنے کی رائے دی اور کہا کہ ایسا نہ کیا تو سارا جسم متاثر ہو گا۔ آپ نے اس رائے کو مان لیا تو جرّاح کو بلایا

گیا تاکہ وہ اس پاؤں کو کاٹ دے ۔ سرجن نے کہا کہ ہم آپ کو ذرا سی شراب پلائیں گے
تاکہ اپریشن کی تکلیف محسوس نہ ہو ۔ آپ نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں
حرام چیز استعمال کر کے عافیت و سکون نہیں چاہتا ۔ بہر حال ایک آدمی نے اپریشن کے وقت
آپ کو تھامے رکھا اور اپریشن ایسے حال میں ہوا کہ آپ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے رہے اور اللہ
رب العزت کی بڑائی بیان کرتے رہے ۔ پھر گرم زیتون لوہے کی کٹھالی میں ڈال کر اس سے
خون بند کیا گیا ۔ اس مرحلے پر آپ بے ہوش ہو گئے ۔ جب افاقہ ہوا تو اپنے چہرے سے
آپ پسینہ پونچھنے لگے ۔ جب کٹا ہوا پاؤں معالجین کے ہاتھ میں دیکھا تو اسے اپنے ہاتھ میں
لے کر بلند آواز سے کہا ۔ گویا رب العزت کے حضور فریاد کر رہے ہیں کہ " اس ذات پاک
کی قسم جس نے تیرے سہارے مجھے چلنے کی توفیق دی ، وہ خوب جانتا ہے کہ میں تیرے سہارے
چل کر کبھی حرام کی طرف نہیں گیا ، معن بن اوس کے اشعار بھی اس وقت آپ نے پڑھے جس
میں اس نے فریاد کے سے انداز میں کہا تھا کہ :

تیری عمر کی قسم ، میرا ہاتھ کسی شک والی چیز کی طرف نہیں بڑھا ، اور نہ ہی میرا پاؤں
کسی فحش و غلط کام کی طرف اٹھا ۔ اسی طرح میرے کان اور میری آنکھیں کبھی غلط کاری کا
مرتکب نہیں ہوئیں ۔ نہ میری رائے غلط رخ پر پڑی اور نہ عقل نے نافرمانی کا رخ کیا ۔
رہ گیا ان مصائب کا معاملہ تو میں خوب جانتا ہوں کہ مجھ سے پہلے بھی راہ حق کے شہسواروں
کو اس قسم کے حالات سے پالا پڑا ہے ۔

اس سفر میں آپ کے صاحب زادے محمد آپ کے ہمراہ تھے جو بہت ہی خوب صورت
اور جوانِ رعنا تھے ، وہ اصطبل میں گئے تو ایک چوپائے کی ٹکر سے ان کی موت واقع ہو گئی ۔
اس جان کاہ صدمے پر حضرت عروہ نے فرمایا ۔

لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ، اللھم ان کنت اخذت لقد اعطیت ،
و ان کنت ابتلیت لقد عافیت ۔

ہم نے اس سفر میں بہت تکلیف پائی ، اے اللہ تو نے اسے لے لیا تو دیا بھی
تو نے ہی تھا ، تو نے مجھے مبتلائے مصیبت کیا تو عافیت بھی تیری ہی طرف سے ہے ۔

## حضرت عروہ اور اس دور کے سیاسی امور

یہ اتفاق ہے اور بڑا عجیب کہ حضرت عروہ اپنی زندگی کے اوائل میں اپنے دور کے مشکل اور پیچیدہ سیاسی مسائل سے الگ تھلگ رہے۔ جمل کی لڑائی کے وقت تو وہ چھوٹے تھے اس لیے قتال اور لڑائی میں شریک نہ ہوئے بلکہ ان کے والد حضرت زبیر اور خالہ حضرت عائشہ کے لشکر کی روانگی بھی زیادہ ان کے علم میں نہ تھی۔ اور جب ان کے برادر بزرگ حضرت عبداللہ بن الزبیر نے اپنے لیے خلافت کا دعویٰ کیا اور ایک وقت میں حجاز، عراق، یمن اور مصر میں ایک طرح کی کامیابی بھی حاصل کر لی تو اس وقت حضرت عروہ مصر میں مقیم تھے۔ یہی وہ وقت تھا جب ان کے بھائی عبداللہ بن الزبیر نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے الگ ہونے کا اعلان کیا تھا۔

جب برادر بزرگ کی یزید سے لڑائی ہوئی تو حضرت عروہ بھائی کی صف میں تھے۔ مکہ مکرمہ کے محاصرے کے وقت بھائی کے ساتھ تھے۔ لیکن حضرت عبداللہ کے قتل و شہادت اور قضیہ کے نمٹ جانے کے بعد اپنا اثاثہ لے کر مدینہ منورہ چلے گئے۔ پھر اسے بھی الوداع کہہ دیا اور خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس چلے گئے۔ جن دنوں حضرت معاویہ کی حکومت تھی اور عبدالملک مدینہ میں تھے تو اس دور میں ان کے آپس میں گہرے مراسم تھے۔

آپ ایک بے نظیر اونٹنی پر سوار ہو کر شام تشریف لے گئے اور اس سے پہلے کہ حجاج کے نمائندے ان کے برادر بزرگ حضرت عبداللہ کے قتل کی نوید لے کر خلیفہ کے پاس پہنچیں، یہ پہنچ گئے۔ دروازے پر آ کر اجازت چاہی تو اجازت مل گئی۔ سلام کیا تو خلیفہ نے نہ صرف جواب دیا بلکہ خوش آمدید کہا، معانقہ کیا اور اپنے ساتھ بلند مقام پر بٹھایا۔ حضرت عروہ نے ایک شعر کے ذریعے خلیفہ سے اپنے قرب و تعلق کا ذکر کیا۔

نمتّ بارحام الیك قریبة ولا قرب للارحام مالم تقرب

پھر گفتگو شروع کی حتیٰ کہ حضرت عبداللہ کا ذکر آیا اور ان کی کنیت "ابوبکر" کہہ کر ان کا ذکر آیا۔ خلیفہ نے پوچھا کیا ہوا؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ قتل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ یہ سن کر خلیفہ سجدہ ریز ہو گیا۔

حضرت عروہ نے کہا کہ حجاج بن یوسف نے انھیں پھانسی پہ لٹکا دیا اور ان کی ماں کو دکھانے کی غرض سے ان کا جسم لٹکا دیا۔ خلیفہ نے یہ سُن کر حجاج کو لکھا اور سولی پر لٹکانے کے سلسلے میں جو خبر اسے پہنچی تھی اس کو ایک طرح کی زیادتی سے تعبیر کیا۔ اُدھر حضرت عروہ کے دمشق میں موجود ہونے کے زمانے میں ہی حجاج کا پیغام آیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ عروہ نکل گئے اور مال سب لے گئے۔ چنانچہ خلیفہ نے ان سے اس سلسلے میں بات کی۔ حضرت عروہ نے کہا کہ جس شخص سے اس کی تلوار چھین لی جائے اور وہ عزت سے مارا جائے اس کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے؟ جب خلیفہ نے یہ صورتِ حال دیکھی اور یہ بات سُنی تو اس نے حجاج کو لکھا کہ ان سے اعراض برتا جائے۔

دمشق سے واپسی کے بعد بھی حضرت عروہ کے خلیفہ عبدالملک سے بہت اچھے تعلقات قائم رہے، حتیٰ کہ عبدالملک، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کے سلسلے میں ان کو لکھتا، سوال کرتا اور جواب کی درخواست کرتا تاکہ یہ چیزیں محفوظ ہو جائیں۔ الطبری میں اس سلسلے کی خط و کتابت کے طویل اقتباس موجود ہیں۔ خلیفہ عبدالملک کے بعد جب ولید خلیفہ ہوئے تو حضرت عروہ نے ایک بار پھر دمشق کا سفر کیا۔ یہ ۸۶ھ کی بات ہے۔ اس سفر میں ان کے صاحب زادے محمد ساتھ تھے۔ اس سفر میں ان کے پاؤں کے آپریشن اور بیٹے کی موت کے واقعات پیش آئے رحمہم اللہ تعالیٰ۔

## حضرت عروہ کی عوام سے لاتعلقی

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی آخری زندگی کے متعلق تو یہ ثابت ہے کہ انھوں نے عوام سے لاتعلقی سی اختیار کر لی تھی۔ عبداللہ بن حسن کی روایت ہے کہ حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (زین العابدین) اور حضرت عروہ ہر رات کو عشا کی نماز کے بعد مسجد نبوی کے آخری حصے میں بیٹھ جاتے، میں بھی ہمراہ ہوتا۔ وہ بنو اُمیہ کے دور کے حالات پر گفتگو کرتے، ان کے ساتھ اپنے تعلقات بھی زیر بحث لاتے اور یہ بھی واضح تھا کہ وہ ان حالات کی تبدیلی پر قادر نہ تھے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تبارک و تعالیٰ کی عقوبت و سزا

کا بھی تذکرہ ہوتا۔ حضرت عروہ، حضرت علی سے کہتے کہ اے علی جو شخص اہل جور سے الگ تھلگ رہے ۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ان کا سخت رویہ لوگوں کے اعمال کے سبب سے ہوتا ہے ۔ اور وہ ان سے میل بھر کے فاصلے پر ہو پھر انھیں کوئی تکلیف پہنچے تو اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی اُمید رکھنی چاہیے۔ اس وجہ سے حضرت عروہ شہر کی آبادی سے نکل کر عقیق میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ عبداللہ بن حسن کے بقول وہ بھی وہاں سے نکل گئے اور "سویقہ" میں جا کر مقیم ہو گئے۔ ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عروہ نے "عقیق" میں مکان تعمیر کر لیا تو لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ مسجد نبوی سے دُور ہو گئے؟ حضرت عروہ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ مساجد میں تو غفلت عام ہو گئی ہے، بازاروں میں لغو گفتگو کا چلن ہے۔ ان کی گلیوں میں فحش و نافرمانی کا دھندا ہے تو میں نے ان سے الگ تھلگ ہونے میں عافیت سمجھی۔

ان کی موت مدینہ منورہ سے باہر ہی ہوئی۔ اُنھوں نے اپنی عمر علم کی نشر و اشاعت میں گزاری۔ اللہ تعالیٰ اُنھیں مغفرت سے نوازے اور جنت کی وسعتوں میں جگہ عطا فرمائے۔

## حضرت عروہ کی وفات

علماء نے حضرت عروہ کی تاریخ وفات کے سلسلے میں اختلاف کیا ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ ان کی وفات ۹۳ھ یا ۹۴ھ میں ہوئی۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت عروہ بن الزبیر کی وفات "ناحیۃ الفرع" میں ہوئی اور وہیں جمعہ کے دن اُنھیں دفن کیا گیا۔ یہ ۹۴ھ کا قصہ ہے۔

## حضرت عروہ اور ان کی حیات علمیہ

حضرت عروہ کا یہ حال تھا گویا وہ علم کا برستا ہوا بادل ہیں۔ ابو نعیم نے حضرت عروہ کی آرزو کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "حجر" میں مصعب بن الزبیر، عروہ بن الزبیر، عبداللہ بن الزبیر اور عبداللہ بن عمر جمع تھے، پوچھا گیا کہ ہر ایک کی خواہش کیا ہے؟ حضرت عبداللہ بن الزبیر نے تو خلافت کی تمنا ظاہر کی۔ حضرت عروہ نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ لوگ مجھ سے علم حاصل کریں۔ حضرت مصعب نے کہا کہ میں عراق خاتون سے شادی کا متمنی ہوں نیز یہ کہ عائشہ بنت طلحہ اور سکینہ بنت الحسین دونوں میرے نکاح میں جمع ہو جائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر

نے کہا، میری خواہش یہ ہے کہ میری مغفرت ہو جائے۔

ابو نعیم کے بقول، ہر ایک کو اس کی مراد مل گئی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حضرت عبداللہ بن عمر کے لیے مغفرت کا بھی یقین ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان سے قربت قریبہ کے سبب ان کے حصول علم کے ذرائع بھی بہت تھے اور وہ دوسروں کے مقابلے میں لکھنے کے بھی زیادہ عادی تھے۔ حضرت عروہ نے ایک بار اپنے صاحب زادے ہشام سے کہا، تمھیں کیا ہو گیا کہ تم لوگ تعلیم حاصل نہیں کرتے؟ آج تم قوم میں سے چھوٹے ہو، کیا عجب حصول علم کے سبب کل تم قوم کے بڑے ہو جاؤ۔ اور کسی خاندانی بڑے کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ بڑا ہو اور جاہل ہو۔ میں نے حضرت عائشہ کی موت سے قبل چار مرتبہ تو انھیں حج میں دیکھا اور اُن کی رفاقت کی۔ اب میں کہتا ہوں کہ اگر وہ آج اس دُنیا سے رخصت ہوئیں تو مجھے کوئی ندامت نہ ہوتی کیوں کہ ان کے پاس احادیث کے موجود ذخیرے کو میں ان سے محفوظ کر لیتا۔ میرا یہ حال تھا کہ کسی صحابی سے مجھے کوئی حدیث ملتی تو میں اس کے دروازے پر حاضری دیتا، ڈیرہ جما کر بیٹھ جاتا اور اس سے سوال کر کے اپنا علم بڑھاتا۔

## حضرت عروہ کے مشائخ و اساتذہ

اُنھوں نے اپنے والد حضرت زبیر، اپنے بھائی حضرت عبداللہ اپنی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر، اپنی خالہ حضرت عائشہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت اُسامہ بن زید، حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت ابو حمید الساعدی، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت عمرو بن العاص، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت المسور بن مخرمہ، حضرت عمر بن ابی سلمہ، حضرت عبداللہ بن زمعہ، حضرت حکیم بن حزام، حضرت قیس بن سعد بن عبادہ، حضرت زید بن الصلت، حضرت ام ہانی، حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہن کے سوا اور بہت سے حضرات سے کسب فیض کیا۔

ان کی خالہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ان کی تعلیم و تربیت اور ان کی عادات و اعمال کی اصلاح میں بڑا ہاتھ ہے۔ حضرت قبیصہ بن ذویب کہتے ہیں کہ حضرت

عروہ ہم سے علم میں اس لیے بڑھ گئے کہ عزیزداری کے سبب حضرت عائشہ کے یہاں ان کا آنا جانا عام تھا۔ اور حضرت عائشہ وہ خاتون تھیں جو لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ ان سے علمی سوالات کرتے۔ حضرت عروہ اس چشمۂ صافی سے سیراب ہوئے حتیٰ کہ ان کی سیرابی مثالی ہوگئی۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت عائشہ کی وفات سے تین سال قبل تک میں برابر ان سے استفادہ کرتا رہا یعنی ان کے پاس جو علم کے خزانے تھے میں ان کی موت سے تین سال قبل تک انھیں حاصل کرتا رہا۔

## حضرت عروہ کے تلامذہ

ان سے ان کے صاحب زادگان یحییٰ، عثمان، ہشام، محمد، عبداللہ نے استفادہ کیا اس طرح ان کے پوتے عمر بن عبداللہ بن عروہ نے استفادہ کیا۔ ان کے علاوہ الزہری، صفوان بن سلیم، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، علی بن زید بن جدعان، سلیمان بن لیسار، ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل ان کے اہم ترین شاگرد ہیں۔ پھر ان کے خادم، حبیب، زمیل نے کسب فیض کیا جب کہ ابو بردہ بن ابی موسیٰ، عبیداللہ بن عبداللہ بن عقبہ، تمیم بن سلمۃ السلمی، سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف، سعید بن خالد بن عمرو، صالح بن کیسان، عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم، ابوالزناد، ابن ابی ملیکہ، عبداللہ بن نیار بن مکرم الاسلمی، عبداللہ البہی، عراک بن مالک، عطا بن ابی رباح، عمر بن عبدالعزیز، عمرو بن دینار، محمد بن ابراہیم التیمی، محمد بن المنکدر، یحییٰ بن ابی کثیر رحمہم اللہ تعالیٰ اور بہت سے دوسرے خوش بخت حضرات کو ان سے استفادے کی توفیق میسر ہوئی۔

## کہتی ہے خلق خدا تجھے غائبانہ کیا؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ میں نے عروہ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں دیکھا اور جس چیز کے جاننے کا مجھے خیال آتا اس کو وہ اس طرح جانتے کہ مجھے اپنی جہالت کا احساس ہوتا۔ ابن شہاب الزہری کہتے ہیں کہ میں نے تین حضرات سے علم حاصل کیا۔

۱ : سعید بن المسیب سے جو سب سے زیادہ فقیہہ تھے۔

۲ - عروہ بن الزبیر سے، وہ ایسا سمندر تھے جس کی گہرائی کا علم نہ تھا -

(تیسرے بزرگ کا متن میں ذکر نہیں)

الزبیر بن بکار کے بقول حضرت عروہ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ایک تھے جن سے رائے لی جاتی - ابن سعد کے بقول وہ نہایت درجہ پختہ علم کے مالک تھے، بکثرت احادیث ان سے مروی ہیں، فقیہہ تو ایسے کہ بہت اونچے اور ہر اعتبار سے مامون، کہ ان پر کسی کو اعتراض نہیں اور پختہ بات کرنے والے - العجلی کہتے ہیں، آپ مدنی تھے، ثقہ تھے، ایسے پرہیزگار انسان کہ فتنوں میں سے کسی چیز سے سروکار نہ تھا - ابن حبان فرماتے ہیں، مدینہ کے باسیوں میں سے فاضل ترین اور عقل کے منبع حضرت عروہ تھے -

## حضرت عروہ کا ذوق کتابت

حضرت عروہ کے ذوق علمی پر نظر کریں تو ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے بہت جلد ہی احادیث و روایات کی کتابت شروع کر دی تھی اور حضرت ام المؤمنین سیدتنا عائشہ کی روایات ان کی حیات مبارکہ میں لکھ لی تھیں - خود ان کی روایت ہے جسے ان کے صاحب زادے حضرت ہشام نے نقل کیا کہ مجھ سے حضرت ام المؤمنین نے فرمایا کہ "اے بیٹے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مجھ سے جو احادیث سنتے ہو لکھ لیتے ہو - پھر دوسرے انداز کے الفاظ سے بھی لکھ لیتے ہو ؛ میں نے عرض کیا کہ "میں آپ سے ایک چیز سنتا ہوں پھر کسی دوسرے سے اسی کو اور انداز سے سنتا ہوں - اس لیے دونوں ہی لکھ لیتا ہوں" حضرت عائشہ نے فرمایا کہ "کیا معانی میں اختلاف ہوتا ہے ؟" میں نے عرض کیا بالکل نہیں" تو فرمایا کہ "پھر کوئی حرج والی بات نہیں "

## حضرت عروہ کی کتابیں

یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہے کہ انھوں نے خاصی مقدار میں کتابیں جمع کر لی تھیں پھر ساری ہی یا بعض جلا دیں، اور اس کا سبب بعض متفرق عوامل تھے لیکن بعد میں اس پر انھیں افسوس بھی تھا - ہشام کی روایت کے مطابق " میرے والد نے " یوم الحرہ " میں اپنی وہ کتابیں جلا دیں جو فقہ سے متعلق تھیں - بعد میں وہ کہتے کہ وہ کتابیں میرے پاس

موجود ہوتیں تو اس کی اہل و عیال اور مال و منال سے بڑھ کر خوشی ہوتی"۔

## حضرت عروہ کی تدریس

وہ ابواب فقہی کا لحاظ کر کے درس دیتے ۔ ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد مجھے اور میرے بھائیوں کو طلب کرتے اور فرماتے کہ لوگوں کی موجودگی میں تم ہجوم نہ کیا کرو ، میں جب تنہا ہوں تو مجھ سے سوال کیا کرو — اور ہمارے والد ہم سے روایات بیان کرتے۔ وہ طلاق و خلع سے بات شروع کرتے اور حج و قربانی تک بات لے جاتے ۔ اسی طرح مسائل سمجھاتے (گویا ابتدا معاشرتی مسائل سے فرماتے پھر رفتہ رفتہ سارے مسائل پر گفتگو کرتے) ان کے ایک شاگرد امام زہری فرماتے ہیں کہ عروہ کی تدریس کے وقت لوگ ان کے پاس جمع ہو جاتے اور وہ صرف تدریس و املا پر قناعت نہ کرتے بلکہ طلبا کے ساتھ مذاکرہ بھی کرتے۔ ہشام کے بقول ہمارے والد اسی طرح ہمارے ساتھ روایات پر بات چیت کرتے جس طرح ہم کتاب کو گویا دیکھ رہے ہیں ۔

## حضرت عروہ کا املا کرانا

آخری ایام میں اپنی معروف عادت کے خلاف اپنے شاگردوں کو املا کراتے اور خود بھی لوگوں کے لیے لکھتے اور پھر ان سے اس پر بات چیت بھی کرتے ۔

## کتابت کے بعد معارضہ

حضرت عروہ اس بات کو خوب جانتے تھے کہ کسی چیز کو خالی لکھ لینا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے بعد اس پر نظر ثانی بھی ضروری ہے ، اس لیے وہ اپنے شاگردوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے کہ جب تم لکھ لو تو پھر معارضہ کر لیا کرو تاکہ گڑبڑ نہ رہے ۔ ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد فرماتے کہ تم نے لکھ لیا ؟ میں عرض کرتا ، جی ہاں ! اس پر فرماتے معارضہ بھی کر لیا؟ میں عرض کرتا کہ نہیں تو فرماتے تم نے پھر لکھا ہی نہیں ۔

## مختلف علوم و فنون میں عروہ کا مقام اور ان کی وسعت علمی

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے معارف کا سلسلہ وسیع تر ہے اور انھوں نے ہر قسم کے علم و فن سے وافر مقدار میں حصہ پایا تھا اور ہمارے لیے یہ درست ہو گا کہ ہم ان کے متعلق

یہ کہیں کہ وہ گویا امام العصر تھے اور ایسے فرد جن کا دائرہ علمی بے حد وسیع تھا۔ یہ کہنا تو ممکن نہیں کہ حضرت عروہ دنیا و مافیہا کے حالات سے واقف و آگاہ تھے لیکن اس میں شک نہیں کہ علم کے متعلق وہ بہت ہی باخبر اور بڑے وسیع تجربے کے مالک تھے، وہ دینِ اسلام اور حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کے سلسلے میں بڑے مخلصانہ جذبات کے حامل تھے۔ اور جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہما اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کے امیر تھے (خلیفہ عبدالملک وغیرہ کے دور میں) تو ان کے دس مشیروں میں سے ایک یہ تھے، لیکن یہ کام وہ بڑے مخفی طریق سے پورے خلوص سے سرانجام دیتے، اور جب تمام معاملات سے ہٹ کر محض علمی سلسلے میں گفتگو کی جائے تو ہمارے لیے یہ ممکن ہوگا کہ ہم ان کے معارف علمیہ کو چار حصوں میں تقسیم کر سکیں۔

۱۔ شعر و شاعری کی معرفت اور ان کی روایت

۲۔ فقہ اسلامی میں ان کا علمی مقام

۳۔ سنت کی نشر و اشاعت میں ان کی خدمات

۴۔ علم مغازی اور تاریخ کے قواعد کے مرتب کرنے میں ان کا قائدانہ رول۔

اس موقعے پر اول الذکر تین کے سلسلے میں تو ہم مختصراً گفتگو کریں گے۔ البتہ چوتھے نمبر کے سلسلے میں ذرا تفصیل سے بات ہوگی۔

## حضرت عروہ اور شعر و شاعری

ابو الزناد کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو حضرت عروہ کی طرح شعر کی روایت کرے، یعنی مختلف معاملات میں ان سے استشہاد کرے۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اُنھوں نے بتلایا کہ یہ فیضان ہے خالہ جان محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔ وہ جو بات کرتیں اس پر شعر سے دلیل ضرور لاتیں۔ اس معاملے میں حضرت عروہ کا بھی یہی حال تھا کہ ہم نے انھیں دیکھا کہ وہ بکثرت شعر سے مثال لاتے۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس جانا ہوا تو اُنھوں نے قربت قریبہ اور صلہ رحمی کے سلسلے میں ایک شعر ہی پڑھا جس کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔ اور جب وہ شام کی طرف جانے لگے تو طلحہ بن عبیداللہ بن عبداللہ

بن ابی بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ مال سپرد کیا، جو مصعب بن الزبیر کا تھا، مقصد یہ تھا کہ وہ اس کو اپنے پاس بطور امانت رکھ لیں اور طلحہ نے اس کو دفنا دیا، جب حضرت عروہ نے واپس مانگا تو انھوں نے وہ بنیاد ڈھاکر رقم نکال کر ان کے سپرد کر دی۔ اس پر حضرت عروہ نے مثال دیتے ہوئے کہا۔

فما استخبأت فی رجل خبیئا — کمثل الدین او حسب عتیق

ذووا الاحساب اکرم ما تراث — واصبر عند نائبة الحقوق

اور جب ان کا پاؤں کاٹا گیا تو اس وقت جو انھوں نے کہا اس کا ذکر پہلے گزر چکا اور مثال کے طور پر یہی کافی ہے۔

## حضرت عروہ کے اشعار اور ان کے اقوال

مورخین اور اصحاب تراجم (تذکرہ نگار) نے بعض ایسے اشعار نقل کیے ہیں جو انھوں نے مختلف مقامات پر مختلف اسباب کے تحت کہے۔ "عقیق" میں اپنے نو تعمیر شدہ مکان کی تکمیل سے فارغ ہونے پر کہا۔

بنیناہ فاحسنا بناہ — بحمد اللہ فی خیر العقیق

تراھم ینظرون الیه شزرا — یلوح لھم علی وضح الطریق

فساء الکاشحین[۲] وکان غیظا — لاعدائی وسر به صدیق

یراہ کل مختلف وسار — ومعتمد الی البیت العقیق

اور جب حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ آنکھوں سے معذور ہو گئے تو انھوں نے کہا:

ان تمس عینای فی صداصاھما — ذنب الزمان وامر کان قد قدرا

فما بذ اللّٰہ من عامر اعلی احد — اذا اتقی اللہ واستوصی بما امرا

فکم من بصیر یراہ الناس ذا بصر — خاف عن الدین اعمی فیه قد نیرا

وقد اعز تھما حتی دنا اجلی — واستبدل العیش بعد لصفوۃ الکدرا

وانکر الناس دیناھم ودینھم — فکلما انکروا من منکر ظھرا

لم یبق لی الاخوان اعرفھم — الا قلیلا وقد القی لی القدرا

---

۲؎ اصل متن میں یہ لفظ واضح نہیں۔

من لا یکفر عن المولی عفادیہ　　　ولا یعین علی المعروف ان حضنی

اور حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص کو اس حال میں دیکھو کہ وہ حُسنِ عمل کی سعادت سے بہرہ ور ہے تو سمجھ لو کہ اس شخص کی اس نیکی کا سبب اس کی بہنیں ہیں جو اس کا سبب و ذریعہ ہیں اور بدعملی کا شکار شخص کو دیکھو تو بھی یہی خیال کرو کیوں کہ ایک بہن وہ سرمایہ ہے جو بھائی کے لیے نیکی اور برائی دونوں کا باعث بن سکتی ہے ۔

حضرت عروہ کہتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص دنیوی زیب وزینت اور اس کے خوش کن پہلو کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنے اہل وعیال کے پاس آئے اور اُنھیں نماز کی تلقین کرے اور خود بھی اس کا اہتمام کرے ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :

" اور ہم نے کافروں کے مختلف گروہوں کو دنیاوی زندگی کی رونق کا جو سامان برتنے کو دے رکھا ہے تاکہ ہم اس سے ان کو آزمائیں ، آپ اس سازوسامان کی جانب آرزو بھری نگاہ نہ کیجیے ۔ (طٰہٰ : ۱۳۱ )

انھی کا قول ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عام سی بات جو میں کہتا اور اختیار کرتا ہوں وہ بڑی عزت کا باعث بن جاتی ہے ۔ ان کے صاحب زادے کہتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا کہ مجھے شرف وکمال سے اسی طرح پیار اور عشق ہے جس طرح حسن وجمال سے ، اللہ تعالیٰ نے فلاں قبیلے کی خواتین کو اس طرح طویل القامت اور گورا چٹا بنایا لیکن میں نے ان کے بدلے فلاں قبیلے کی سیاہ فام اور قصیر القامت کو ان کے شرف وکمال اور اخلاق کے سبب قبول کیا ۔

## فقہ اسلامی اور حضرت عروہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز جب مدینہ منورہ کے گورنر بن کر آئے تو اُنھوں نے مدینہ کے فقیہہ علماء میں سے دس حضرات کو اپنا مشیر بنایا اور ابتدائی میٹنگ میں ان سے کہا کہ میں نے آپ کو ایسے کام کے لیے دعوت دی ہے جس پر آپ کو اجر ملے گا اور آپ اس معاملے میں گویا حق کے رفیق و مددگار ہوں گے ۔ میرا یہ قطعاً ارادہ اور خواہش نہیں کہ

میں آپ حضرات کی اجتماعی رائے کے خلاف کوئی فیصلہ کروں یا آپ میں سے مجلس مشاورت میں سے موجود حضرات کی رائے کے برعکس کروں۔

یہ دس فقہاء جنھیں مشیر بنایا گیا، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ عروہ بن الزبیر

۲۔ القاسم محمد بن ابی بکر

۳۔ ابوبکر بن سلیمان

۴۔ سالم بن عبداللہ بن عمر

۵۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود۔

۶۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر

۷۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام

۸۔ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ۔

۹۔ سلیمان بن یسار

۱۰۔ خارجہ بن زید بن ثابت

ان دس بزرگ حضرات کے تذکرے کے ضمن میں حضرت عروہ کا ذکر کیا گیا۔ پھر ایک دوسری مجلس کا "فقہائے سبعہ" کے نام سے ذکر کیا گیا، جن میں سے چھ حضرات کے نام پر تو اتفاق ہے، ساتویں رکن کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ بہرحال یہاں مقصود حضرت عروہ کی شخصیت کا تذکرہ ہے اور یہ طے ہے کہ وہ بہرحال فقہائے سبعہ میں سے تھے۔
حضرت علی بن المدینی نے کہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ہر شخص جو فتویٰ دیتا، اس کی بنیاد تین حضرات تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ پھر انھوں نے ۱۲ تابعی حضرات کا ذکر کیا ہے جو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ کی فقہ و اقوال کے مطابق فتویٰ دیتے تھے، ان میں حضرت عروہ بھی شامل ہیں۔

## سنت کی اشاعت اور حضرت عروہ

حضرت عروہ کے شاگرد امام الزہری فرماتے ہیں کہ عروہ ایک ایسا سمندر ہیں جس کی انتہاء کا پتہ نہیں، اور علم کی مختلف راہوں کی حقیقت جس طرح ان پر منکشف ہوئی اس طرح کا معاملہ کسی دوسرے کا نہیں۔ قبیصہ بن ذویب کہتے ہیں کہ حضرت عروہ ہم پر اس وجہ سے غالب آگئے کہ قربت قریبہ کے سبب ان کا حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس عام آنا جانا تھا۔ حضرت عائشہ سے ان کی رشتہ داری نے حصول و جمع علم اور کتابتِ علم کی وہ آسانیاں پیدا کر دیں جو دوسروں کو میسّر نہ تھیں۔ حضرت عائشہ کے علم و فضل کا جہاں تک معاملہ ہے، اس پر کسی گفتگو کی ضرورت نہیں۔ اس سلسلے میں مختصر ترین اور مفید ترین بات وہ ہے جو حضرت ام المؤمنین کے متعلق امام ذہبی نے فرمائی۔

> حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت میں اور خاص طور پر خواتین میں ان سے زیادہ کسی صاحبِ علم کا مجھے علم نہیں، یہی خاتون حضرت عروہ کے لیے ایک عظیم مصدر علمی تھیں اور ان کے مربیوں میں سے ایک۔

حضرت عروہ سراپا خیر تھے، جود وعطا ان کی عادت تھی، ان سے استفادے کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں تھی، لوگ ان کے پاس سماعتِ حدیث کے لیے جمع ہوتے۔ آپ انھیں درس و تدریس کی ترغیب دیتے۔ انھیں علوم املا کراتے، املا کے بعد چھان پھٹک اور معارضہ کی عادت نے ان لوگوں کو بڑے بڑے محدثین کے مقام پر لا کھڑا کر دیا۔ اس کی ایک عظیم مثال امام زہری ہیں جو ان کے تلامذہ میں سے ایک تھے۔ امام مزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "تہذیب الکمال" میں پچاس سے زائد ان کے عظیم المرتبت شاگردوں کا ذکر کیا ہے جن میں عمر بن عبد العزیز، موسیٰ بن عقبہ، عمرو بن دینار، ابوالزناد، ہشام بن عروہ، محمد بن المنکدر، یحییٰ بن ابی کثیر وغیرہ جیسے جلیل المرتبت اربابِ علم و فضل شامل ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

## حضرت عروہ و مغازی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قواعد کی ترتیب و تدوین میں ایک خاص کردار ادا کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ مغازی رسول کے سلسلے میں خلفاء و امراء

اسلام کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتے، وہ لوگ اس سلسلے میں اُن سے سوال کرتے، لکھتے اور یہ زبانی اور لکھ کر اُنھیں جواب دیتے اور بسا اوقات ان کے سوالات کو اپنی تالیف "مغازی رسول" کا حصہ بنا دیتے۔ حضرت عروہ نے تاریخ اسلام کے سلسلے میں بعض خلفائے راشدین کے ادوار کے سلسلے میں بھی گفتگو کی ہے بلکہ لکھا ہے۔ لیکن فی الوقت اس سلسلے میں ہمارے لیے گفتگو مشکل ہے کیوں کہ وہ چیزیں ہمارے پاس محفوظ نہیں [۵] البتہ مغازی رسول کے سلسلے میں کسی قدر تفصیل سے ہم گفتگو کریں گے۔ حضرت عروہ کی ذات اور ان کی روایات سیرت کے سلسلے میں بحث و مباحثہ کرنے والے حضرات کے لیے ایک مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، ان میں خاندان بنو اُمیہ کے خلفا، امرا اور طالبانِ علوم بھی شامل ہیں۔

## حضرت عروہ اور عبد الملک بن مروان کی خط و کتابت

سب سے پہلے تو خلیفہ عبد الملک بن مروان رحمہما اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے جو حضرت عروہ سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات کے سلسلے میں استفسار کرتے نظر آتے ہیں اور امام طبری نے اس خط و کتابت کی تفصیلات بہت حد تک فراہم کر دی ہیں [۶]

## ابن ابی ہیندہ اور ولید کے ساتھ خط و کتابت:

امام زہری کی روایت ہے کہ میں استادِ محترم کے پاس گیا تو وہ ابن ابی ہیندہ کو خط لکھ رہے تھے جو خلیفہ ولید بن عبد الملک کے خواص اور ذمہ دار لوگوں میں سے تھے۔ اُنھوں نے آپ سے سورہ ممتحنہ کی آیت نمبر ۱ کے متعلق سوال کیا تھا، جس کا ترجمہ ہے:

"اے ایمان والو! جب آئیں تمھارے پاس مسلمان عورتیں وطن چھوڑ کر تو اُنھیں جانچ لو۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو، پھر اگر جان لو

---

[۵] اس سلسلے میں "مجمع الزوائد" جلد ۶ میں مختلف مقامات پر بعض روایات موجود ہیں لیکن بوجوہ ان سے ہم نے تعرض نہیں کیا۔

[۶] دیکھیں تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۸۰-۳۲۹ - ج ۲، ص ۳۶۶ - ج ۲، ص ۴۲۱-۴۲۴ ج ۳، ص ۵۴-۵۶ - ج ۳، ص ۷۰ - ج ۳، ص ۸۲-۸۳ - ج ۶، ص ۲۱۲

کہ وہ ایمان پر ہیں تو ان کو مت پھیرو کافروں کی طرف، نہ یہ عورتیں حلال اِن کافروں کے لیے اور نہ وہ کافر حلال ہیں ان عورتوں کے لیے اور ان کافروں کو ادا کردو جو ان کا خرچ ہوا، اور گناہ نہیں تم کو کہ نکاح کرلو اُن عورتوں سے جب اُن کو دو اُن کے مہر، اور نہ رکھوا پنے قبضے میں ناموس کافر عورتوں کے اور تم مانگ لو جو خرچ کیا تم نے، اور وہ کافر مانگ لیں جو اُنھوں نے خرچ کیا، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، تم میں فیصلہ کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

حضرت عمر بن شبّہ نے "کتاب مکہ" میں حضرت عروہ کی اس خط و کتابت کو نقل کیا ہے جو ولید بن عبدالملک کے ساتھ ہوئی۔ حافظ ابن حجر اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ حضرت عروہ نے لکھا۔

اما بعد، آپ نے مجھے لکھا اور مجھ سے واقعہ فتح مکہ کے متعلق سوال کیا ہے۔ آپ نے اس کو اس غزوہ کے وقت کے متعلق لکھا کہ حضور اقدس نصف ماہ وہاں مقیم رہے، اس کے بعد ہوازن و ثقیف کی سرکوبی کے لیے حنین تشریف لائے۔ ہوازن و ثقیف، آپ سے لڑائی کی تیاری میں مشغول تھے، اُنھیں اُن کے رئیس عوف بن مالک نے جمع کیا تھا۔

(فتح الباری ج: ۸، ص: ۲۷)

اسی طرح حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۸، ص: ۲۲۵ میں اس خط کا ذکر کیا ہے جو ولید کے نام ہے جس میں حضرت ام المومنین سیدتنا و مخدومتنا خدیجہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہ کی وفات کے سلسلے میں ہے۔ یہ تفصیلات اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ آپ نے مغازی و سیرت رسول کے سلسلے میں ان خلفا و امرا کو ان کے سوالات کے جواب میں متعدد خطوط ارسال فرمائے۔

## عروہ بن الزبیر اور ان کی کتاب "المغازی"

یہ بات تو طے ہے کہ ان کے پاس بہت کتابیں تھیں جو اُنھوں نے "حرّہ کے دن" جلا دیں، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اُنھوں نے مغازی رسول کے سلسلے میں کوئی چیز لکھی تھی؟

## جواب

واقدی (م ۲۰۷ھ) کہتے ہیں کہ عروہ فقیہہ عالم، حافظ (الحدیث) مضبوط، ٹھوس اور عظیم انسان تھے، سیرت کے عالم تھے، اور وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے "المغازی پر کتاب تصنیف کی۔ ابن ندیم نے الفہرست میں ابوحسان الحسن بن عثمان الزیادی (م ۲۴۳ھ) کا ذکر کیا ہے کہ حضرت عروہ کی کئی کتابیں تھیں: جن میں سے ایک "کتاب مغازی عروہ بن الزبیر" ہے، اور یہ کہ ابوحسان ان کی کتاب کے راویوں میں سے ایک امام ذہبی "سیر اعلام النبلاء" میں ابوالاسود کے تذکرے میں کہتے ہیں کہ ابوالاسود مصر آئے اور وہاں "کتاب المغازی لعروۃ بن الزبیر" کو بیان کیا۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابوالاسود نے حضرت عروہ سے اس قصے کو روایت کیا۔ پس حسور اور مروان کا ذکر نہیں کیا لیکن اُنھوں نے اس کتاب کو ارسال ضرور کیا۔ ابن عائذ نے اپنی طویل کتاب المغازی میں اس کو نقل کیا اور حاکم نے اکلیل میں ابوالاسود کی روایت سے اسی طرح نقل و ذکر کیا۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ حضرت عروہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے سیرت میں کتاب تالیف کی۔ حاجی خلیفہ بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ بات کہی گئی ہے کہ وہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے سیرت میں کتاب تالیف کی۔ امام سخاوی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ گویا دوسری صدی سے لے کر اب تک مؤلف حضرات یہی کہتے رہے ہیں کہ حضرت عروہ نے مغازی کے سلسلے میں کچھ لکھا تھا بلکہ مغازی میں باقاعدہ کتاب تالیف کی تھی۔ مارسدن جونس (مستشرق) کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ عروہ نے خاص سیرت النبی میں کوئی کتاب لکھی ہو لیکن ابن اسحٰق اور واقدی سے یہ بات کثرت کے ساتھ منقول ہے اور یہ اس پر فی الواقع دلالت کرتی ہے کہ عروہ ہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے سیرت کو مدون کیا اور اسی شکل میں جو بعد میں معروف ہوئی۔ مارسدن جونس نے بھی جو لکھا اس کی بنا پر ہمارا خیال یہی ہے کہ ان سب باتوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اُنھوں نے کتاب لکھی۔

## حضرت عروہ کی کتاب مغازی اور اس کے راوی حضرات

وہ معلومات جو سیرت اور مغازی سے متعلق ہیں، اُنھیں حضرت عروہ سے ان کے چند تلامذہ نے روایت کیا۔

۱ - ان میں سے ایک امام زہری ہیں - ان کی روایات کے اقتباس مسند احمد، بخاری، الطبری، المعجم الکبیر للطبرانی وغیرہ میں ہیں -

۲ - ہشام بن عروہ کی روایات کے اقتباس مسند احمد اور تاریخ الطبری وغیرہ میں ہیں -

۳ - یحییٰ بن عروہ، ان کی روایات کے اقتباس تاریخ طبری وغیرہ میں ہیں -

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ ان کے نسخے مختلف ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ مؤلف برابر تہذیب و تنقیح میں لگے رہتے اور کمی بیشی کا عمل جاری رہتا، اور چونکہ ان حضرات کے نسخے مختلف شکل میں موجود نہیں بلکہ ان کے اقتباسات اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے ہیں، اس لیے ان سے متعلق کسی قسم کی حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہے -

۴ - ابوالاسود (یتیم عروہ)

اللہ تعالیٰ کی تعریف اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت عروہ کی کتاب المغازی کے اس نسخے کے استخراج کی توفیق دی جو ابوالاسود کے حوالے سے منقول و مروی ہے، اس سے متعلق ذرا تفصیل سے ہم بات کریں گے - ابوالاسود کی روایت سے اقتباسات مسند احمد، انساب الاشراف للبلاذری، المعجم الکبیر للطبرانی اور دوسری کتب مثلاً دلائل النبوۃ لابی نعیم، دلائل النبوۃ للبیہقی اور السنن الکبریٰ للبیہقی میں موجود ہیں -

## کتاب المغازی لعروہ بن الزبیر بروایت ابی الاسود

حضرت عروہ سے ان کے بہت سے تلامذہ نے مغازی سے متعلق روایات نقل کی ہیں لیکن ہمارے پاس ایسی واضح دلیلیں موجود نہیں کہ ہم بتلا سکیں کہ یہ روایات حضرت عروہ سے زبانی نقل ہوئیں یا تحریراً؟ البتہ ابوالاسود کی روایات کا معاملہ اس سے مختلف ہے - امام ذہبی نے تصریح کی ہے کہ ابوالاسود نے ان سے مصر میں حضرت عروہ کی کتاب المغازی کو باقاعدہ بیان کیا - حافظ ابن حجر نے البتہ اسلوب کے حوالے سے اختلاف نقل کیا ہے - کہیں اُنھوں نے کہا "ابوالاسود فی مغازیہ عن عروہ" اور کہیں صرف "مغازی عروۃ بن الزبیر" کہا ہے - اس طرح یہ سوال سامنے آجاتا ہے کہ یہ کتاب المغازی ابوالاسود کی محنت شاقہ ہے یا حضرت عروہ کی؟ ہم نے جو نصوص جمع کیں وہ تمام کی تمام ابوالاسود کے طریق سے ہیں جو انھوں نے

حضرت عروہ سے روایت کیں، اس طرح یہ کتاب ابوالاسود کی تالیف بالکل نہیں بلکہ ابوالاسود محض راوی ہیں۔ میں نے اس پر بحث کی ہے کہ قدما کے نزدیک کتاب کی نسبت مؤلف کی طرف بھی ہوتی ہے اور یہ کہ قدما نے کبھی اس طرح کے انداز کو متہم نہیں گردانا، اس لیے وہ کبھی محض راوی کی طرف ہی کتاب منسوب کر دیتے ہیں۔

## ابوالاسود سے روایت کرنے والے حضرات

یہ کتاب اسی طرح مشہور ہے کہ "کتاب عروہ عن طریق ابی الاسود" اور ابوالاسود سے بہت سے محدثین نے اسے نقل کیا، جن میں

۱۔ مصعب بن ثابت ہیں — ان سے مروی روایات دلائل النبوۃ لابی نعیم اور واقدی میں ہیں۔

۲۔ اللیث بن سعد — ان کی روایات السنن الکبری للبیہقی میں ہیں۔

۳۔ ابن لہیعہ — واقعہ یہ ہے کہ پوری کتاب انہی کی روایت پر مبنی ہے۔

## ابن لہیعہ سے روایت کرنے والے حضرات

ان سے روایت کرنے والے محدثین بھی بہت ہیں مثلاً

۱۔ ابن وہب (الدرر لابن عبدالبر)

۲۔ عبداللہ بن صالح (المستدرک للحاکم)

۳۔ عثمان بن صالح (کتاب الاموال لابی عبید)

۴۔ عمرو بن خالد — ان کے طریق و روایت سے الطبرانی، البیہقی اور ابونعیم نے نقل کی۔

۵۔ حسان بن عبداللہ۔

ابویعقوب الفسوی نے آخر الذکر تین حضرات سے آگے روایت کی ہے۔ کتاب المغازی کے راویوں کے حالات زندگی کے سلسلے میں ابوالاسود اور ابن لہیعہ پر بات ہوگی۔

## ابوالاسود

محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل بن الاسود بن نوفل بن خویلد القرشی الاسدی المدنی، معروف بہ الامام ابوالاسود یتیم عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ان کے جد امجد نوفل ابتدائی دور کے مسلمانوں میں سے ہیں۔ انھیں حبشہ کی ہجرت کی سعادت حاصل ہوئی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے والد

عبدالرحمٰن نے ان کے بچپن کے سبب حضرت عروہ بن الزبیر کو ان کا ولی اور سرپرست مقرر کیا۔ اسی وجہ سے "یتیم عروہ" ان کا عرف ہوگیا۔ اُنھوں نے درج ذیل حضرات سے روایت کی ہے۔

بکیر بن عبداللہ الاشج، حبیب مولیٰ عروہ بن الزبیر، سلیمان بن یسار، عامر بن عبداللہ بن الزبیر، عبداللہ بن کیسان، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر، عبید بن ام کلاب، عروہ بن الزبیر، عکرمہ مولیٰ عبداللہ بن عباس، علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب، عمر بن عبدالعزیز، القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق، محمد بن عبدالرحمٰن بن لبیبہ، نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر، النعمان بن ابی عیاش الزرقی، یحییٰ بن النضر الانصاری اور دوسرے حضرات — رحمہم اللہ تعالیٰ

ان سے درج ذیل حضرات نے روایت کی۔

اسامہ بن زید اللیثی، انس بن عیاض اللیثی، حیوۃ بن شریح، سعید بن ابی ایوب، شعبہ بن الحجاج، عبداللہ بن لہیعہ، عبدالرحمٰن بن شریح، عبداللہ بن ابی جعفر، عمرو بن الحرث، اللیث بن سعد، مالک بن انس، محمد بن اسحٰق بن یسار، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (یہ ان کے اقران میں سے بھی ہیں) مصعب بن ثابت، ہشام بن عروہ، یحییٰ بن ایوب المصری، یزید بن عبداللہ بن قسیط (یہ ان کی وفات سے قبل ہی انتقال کرگئے) اور دوسری ایک جماعت — رحمہم اللہ تعالیٰ

ابوالاسود مصر تشریف لے گئے اور وہاں حضرت عروہ کی "کتاب المغازی" کو (شاگردوں کے سامنے) بیان کیا۔ ابن لہیعہ کا بیان ہے کہ ابوالاسود ہمارے پاس تشریف لائے (ابن بکیر کے بقول غالباً انھوں نے ۱۳۴ھ کے لگ بھگ کہا تھا) یعنی مصر پہنچے۔

## ابوالاسود ـــــ درحدیث دیگراں

ابوحاتم اُنھیں ثقہ کہتے ہیں اور امام مالک فرماتے ہیں کہ ابوالاسود ایسے آدمی تھے کہ کبھی تو ان پر عزلت غالب ہوتی اور کبھی وہ شمشیر بکف میدان جہاد میں ہوتے اور یہ کہ حج بہت کرتے۔ امام نسائی نے ثقہ قرار دیا ہے، ابن حبان نے ثقات میں اُنھیں شمار کیا ہے۔ امام الذہبی بھی ثقات میں شمار کرکے کہتے ہیں کہ وہ صغار تابعین (چھوٹی عمر میں صحابہ کی زیارت کرنے والوں) میں سے تھے۔ واقدی کے بقول بنواُمیہ کی سلطنت کے آخر میں ان کا انتقال ہوا اور الذہبی کے بقول ۱۳۰ھ کے چند سال بعد انتقال کیا۔

# عبداللہ بن لہیعہ بن عقبہ الحضرمی

## ولادت ۹۶ھ ـــــــ وفات ۱۷۴ھ

ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ مصر کے باشندے اور بڑے فقیہہ اور مصر کے قاضی تھے۔

## ان کے اساتذہ کی فہرست

احمد بن حازم المعافری، اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروۃ، بکر بن سوادہ، بکر بن عمرو المعافری بکیر بن عبداللہ الاشج، جعفر بن ربیعہ، الحرث بن یزید الحضرمی، حبان بن واسع الانصاری، الحجاج بن شداد الصنعانی، الحسن بن ثوبان، حفص بن ہاشم، خالد بن ابی عمران، خالد بن یزید الحضرمی، سالم بن ابی النضر، سلمہ بن عبداللہ، سلیمان بن زیاد، شرجیل بن شریک المعافری، صالح بن ابی عریب، الضحاک، عامر بن یحیی المعافری، عبداللہ بن ابی بکر بن حزم، عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، عبیداللہ بن ابی جعفر، عطاء بن دینار، عطا بن ابی رباح، عقیل بن خالد، عمرو بن دینار، عمرو بن شعیب، محمد بن عبداللہ بن مالک الدار، ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل، یزید بن ابی حبیب اور بہت سے حضرات ـــــــ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

## ان سے روایت کرنے والے حضرات

ان کے پوتے احمد بن عیسی بن عبداللہ بن لہیعہ، اسحاق بن میسرہ بن الطباع، اسد بن موسیٰ، سعید بن ابی مریم، سفیان الثوری، شعبہ بن الحجاج، عبداللہ بن المبارک، عبداللہ بن وہب، عبداللہ بن مسلمہ القعنبی، الاوزاعی، عثمان بن الحکم الجذامی، عثمان بن صالح السہمی، عمرو بن الحارث المعری، عمرو بن خالد الحرانی، قتیبہ بن سعید، لہیعہ بن عیسی بن لہیعہ، اللیث بن سعد، ابوالاسود النضر بن عبدالجبار، یحیی بن عبداللہ بن بکیر ــ اور بہت سے دوسرے حضرات ـــــــ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

روح بن صلاح کہتے ہیں کہ ابن لہیعہ کی ۷۲ اور اللیث بن سعد کی ۱۲ تابعین سے ملاقات ثابت ہے۔

## ابن لہیعہ کے سلسلے میں ائمہ کی گفتگو

امام احمد فرماتے ہیں کہ ابن لہیعہ کی حدیث حجت نہیں، میں (ان سے) بہت سی چیزیں لکھتا ہوں لیکن وہ جو معتبر ہوں، اور وہ اس طرح کہ دوسری روایات ان کی تائید و تقویت کے لیے موجود ہوں۔ انھی کا فرمان ہے کہ مصر میں ابن لہیعہ جیسا کثرت روایت اور ضبط و اتقان میں کون ہے؟ امام ثوری کہتے ہیں کہ ابن لہیعہ کے نزدیک جو احوال ہیں وہ ہمارے نزدیک فروع ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ محدثین نے ان کی کتابوں، ان کی توثیق اور ضعف میں اختلاف کیا ہے۔ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر کہتے ہیں کہ میں نے ۷۰ھ میں ابن لہیعہ کی کتابیں جلادیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی کتب کے جلائے جانے سے پہلے جن حضرات نے ان سے سماع کیا ان کا سماع صحیح ہے اور ابن ابی مریم کہتے ہیں کہ کتابوں کے جلائے جانے سے قبل اور بعد۔ میں بہرحال ان کا اقرار نہیں کرتا (اور نہیں مانتا) احمد بن صالح سے جب رائے لی گئی کہ ان کی کتب کے جلائے جانے سے قبل جس نے ان سے روایات سُنی ان کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں، تو انھوں نے فرمایا کہ اس سے (کتب کے جلائے جانے کے قصے سے) کوئی فرق نہیں پڑتا ـــ اصل یہ ہے کہ ابن لہیعہ بہت صحیح الکتاب تھے۔ انھوں نے اپنی کتابیں نکالیں اور لوگوں کو نقل کرائیں، حتیٰ کہ لوگوں نے نقل کرلیں، جس نے ٹھیک طریق سے ضبط کیا اس کی روایت خوب ہے۔ املا کرنے والوں میں ایسے بھی تھے جو خوب ضبط سے کام لیتے، ایسے بھی تھے جو لکھتے لیکن اہتمام سے نہیں، نہ ہی پھر تصحیح کرتے اور ایسے بھی تھے جو محض آبیٹھتے تھے۔ وہ صرف دیکھتے چلے آتے اور ان کے ساتھ بھی آکر بعض لوگ سُن لیتے۔ اس کے بعد ابن لہیعہ نے کبھی کتاب نہیں نکالی، نہ کسی نے ان کی کتاب دیکھی۔ جو لوگ سماع کے لیے آئے تھے وہ جب مُکئے تو انھوں نے ان سے نسخے تیار کیے جنھوں نے موقعے پر لکھا تھا اور پھر آکر ان کے سامنے اسے پڑھا۔ جس نے تو صحیح نسخے سے نقل کی، اس کی حدیث و روایت صحیح ہے، اور جو ایسے نہ تھے ان کے نسخوں میں بہت گڑبڑ رہ گئی۔ امام ابوزرعہ سے پوچھا گیا کہ احتراق کتب سے پہلے سماع کرنے والوں کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے تو فرمایا، ابتدا، انتہا برابر ہے۔ ہاں ابن المبارک اور ابن وہب ان کے اصولوں کی پیروی کرکے ان سے لکھتے تھے۔ انھی حضرات، ابن المبارک اور

ابن وہب کے پاس ان کی روایات تحریری شکل میں موجود تھیں ۔ ابن معین کہتے ہیں کہ میں نے ابن لہیعہ سے حدیث لکھی ضرور ہے، لیکن ابن وہب برابر لکھتے رہے حتیٰ کہ ابن لہیعہ کا انتقال ہوگیا ۔ قتیبہ فرماتے ہیں کہ ہم ابن لہیعہ کی روایات نہیں لکھتے تھے یعنی براہ راست بلکہ ان کے بھتیجے اور ابن وہب سے نقل کرتے تھے ۔

اسی طرح ان کے متعدد شاگردوں کے پاس تحریری سرمایہ تھا جن کے نام مذکور نہیں ۔
ابن لہیعہ کے کاتب ابوالاسود النضر بن عبدالجبار المرادی کے پاس تحریری ذخیرہ تھا ۔
الاعور کے پاس تھا جن سے عامر نے مستعار لیا تھا ۔
عبدالرحمٰن بن مہدی کے لیے خود ابن لہیعہ نے لکھ کر نسخہ ارسال کیا ۔
قتیبہ بن سعید ، لہیعہ بن عیسیٰ ، عثمان بن صالح ،
اور یحییٰ بن بکیر کے پاس تحریری ذخیرے تھے ۔

## ابوالاسود کی روایت سے مغازی عروہ کے استخراج کا طریق

میں نے مختلف مصادر سے " ابن لہیعہ عن ابی الاسود عن عروہ " کی روایات جمع کی ہیں اور ابتدا میں اس کی کوشش کی کہ محض اسی سند سے روایات جمع کر دوں ، اور یہ بات کتنی ممکن ہے کہ اس کتاب کا سو فی صد مواد تنہا انہی اسناد سے جمع ہوا ہے ۔ پھر غزوات کے معاملے میں میں نے ایسی روایات دیکھیں جو حضرت عروہ کے علاوہ موسیٰ بن عقبہ نے بھی ذکر کی ہیں ۔ ان دو روایات کے بعد جو روایات آئیں ان کو ان کی روشنی میں جمع و مرتب کیا یا صرف موسیٰ بن عقبہ کی روایت ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ ابوالاسود نے بھی اس انداز سے ذکر کیا ہے ۔ یہ وہاں ہوا جہاں کوئی روایت کسی قصے کے سلسلے میں حضرت عروہ کی روایت کی مانند ہے ۔ ایسی حالت میں موسیٰ بن عقبہ کی روایات سے مدد لی گئی اور ساتھ اشارہ بھی کر دیا ، مقصد یہ تھا کہ مصادر و معلومات نقل ہو جائیں ۔ روایات لیث یا مصعب بن ابی الاسود کو بہت کم نقل کیا گیا ہے ، ان ساری چیزوں کے باوجود یہ بات نمایاں ہے کہ اصل روایات ابوالاسود کی ہیں جو حضرت عروہ سے منقول ہیں ۔ بہت کم مقامات ایسے ہیں کہ میں نے بین القوسین ( ) کسی دوسری کتاب سے یا روایت سے کوئی جملہ یا فقرہ بڑھا دیا ہے ۔ اس کا مقصد ربط کا اہتمام

یا نقص کا ازالہ ہے ۔ بین القوسین جتنے عنوانات ہیں وہ سب البتہ میرے ہیں، اصل کتاب میں نہیں ہیں رہ گئیں تعلیقات تو محض بقدر ضرورت اس پر اکتفا کیا گیا ہے اور حواشی میں بعض مراجع اور مصادر کا ذکر کیا گیا ہے جو اس موضوع سے متعلق ہیں اور مراجع کے ذکر میں، میں نے ان مؤلفین کو مقدم رکھا جنھیں اس فن میں زیادہ درک و مہارت ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ الواقدی مقدم ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالی موخر، ورنہ حقیقت میں بخاری، بخاری ہیں — رحمہ اللہ تعالی

## کتاب المغازی کے سلسلے میں بعض فنی مباحث

### اسلوب :

عبدالعزیز الدوری کہتے ہیں کہ عروہ کا اسلوب بالکل واضح ہے، اس میں زندگی کی حرارت اور سلاست ہے، مبالغہ نام کو نہیں لیکن اس کے باوجود وہ مؤثر ہے ۔ وہ ایک واقعہ کو ایک زندہ تاریخی حقیقت کے طور پر بیان کرتے ہیں اور مسلسل گفتگو کرتے چلے جاتے ہیں ۔

### آیات قرآنی کا استعمال :

حضرت عروہ آیات قرآنی سے استشہاد بھی کرتے ہیں ، مثلاً دیکھیں غزوہ بدر ۔

### اشعار کا استعمال :

وہ موضوع کی مناسبت سے کبھی کبھار بعض اشعار بھی نقل کرتے ہیں جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ غزوہ موتہ ، عمرۃ القضاء ، فتح مکہ ، ورقہ بن نفیل کا مرثیہ زید بن عمرو بن نفیل کے موقعے پر انھوں نے اشعار کا استعمال کیا ۔

### انساب کا اہتمام :

حضرت عروہ نے سیرت کے سلسلے میں انساب کا خاص اہتمام کیا ہے ۔ جہاں کہیں ایسے نام آئے جو کئی افراد کے ہیں چاہے وہ غزوات سے متعلق ہیں یا شہداء سے ، تو انھوں نے محض نام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تفصیل سے نسب کا ذکر کیا مثلاً وہ کہتے ہیں کہ " ان حضرات کے نام جو عقبہ کی بیعت میں شریک تھے " ۔ اب وہ محض " الانصاری " پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ہر شخص کے ضمنی قبیلے اور شاخ کا بھی ذکر کرتے ہیں جیسے " اوس بن ثابت بن المنذر الانصاری ثم من بنی عمرو بن مالک بن النجار " ۔ گویا یہ انصار کے اس ضمنی قبیلے اور شاخ کے فرد ہیں ۔ ویسے

حقیقت یہ ہے کہ اس کا اہتمام حضرت عروہ نے نہیں کیا کہ یہ محض ان کی خصوصیت ہو بلکہ اس کی ابتدا سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی، انھوں نے جب دیوان کی ترتیب کا اہتمام کیا تو انھوں نے اس میں قبائل اور ان کی ضمنی شاخوں کا خاص لحاظ کیا جس کی تفصیلات متعلقہ کتب میں موجود ہے جو سیرت سے تعلق رکھتی ہیں اور بعض تو یوں ہی انساب پر۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ بات ایک فرد نہیں بلکہ ان گنت اہلِ علم و صدق نے بیان کی، یہ حضرات مکہ اور مدینہ زادھما اللہ تعالیٰ شرفا سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ان میں سے بعض کا واقعات بیان کرنے کا انداز بعض دوسرے حضرات سے کہیں بڑھ کر تھا اور سب حضرات کی گفتگو بنیادی طور پر اسی نکتے کے محور پر گھومتی تھی۔ البتہ تفصیلات کی کمی بیشی اپنی جگہ ہے۔ لکھا ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیوان کی تدوین کا اہتمام کیا تو ہدایت فرمائی کہ بنو ہاشم سے ابتدا کی جائے۔ ہاشمی اور مطلبی حضرات کو جود و عطا میں سب سے مقدم رکھا اور جو معمر ہاشمی تھے انھیں مطلبی حضرات پر اہمیت دی، اور جو مطلبی ایسے تھے کہ وہ معمر ہوں انھیں ہاشمی حضرات پر ترجیح دی"۔ اسی اصول کے پیش نظر دیوان مرتب ہوا اور ان کو ایک قبیلے کے افراد کے طور پر جود و بخشش سے نوازا۔ عبد شمس اور نوفل کا معاملہ نسب کے اعتبار سے ایسا تھا کہ اس میں برابری تھی اور خارجی دلائل ترجیح کے لیے نہ تھے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ "عبدِ شمس" پدری اور مادری دونوں طرف سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھائی بند ہیں، جب کہ نوفل کا یہ معاملہ نہیں، اس لیے عبد شمس کو مقدم رکھا گیا۔ پھر آپ نے بنو نوفل کو بلا کر انھیں ان کے بعد رکھا۔ اسی طرح عبد العزیٰ اور عبد الدار کا معاملہ بظاہر یکساں تھا بنو اسد بن عبد العزیٰ کے معاملے میں آپ نے کہا کہ وہ حضور اقدس کے سسرالی عزیز ہیں اور ان میں ایسے لوگ ہیں جو اخلاقی برتری کے حامل ہیں۔ بعض کے بقول ان میں وہ لوگ تھے جنھوں نے معاہدہ حلف الفضول میں ایک کردار ادا کیا تھا اور حضور اقدس بھی اس میں شریک تھے اور اس کے مداح۔ ان اسباب کے تحت آپ نے انھیں بنو عبد الدار پر ترجیح دی اور بنو عبد الدار کو ان کے بعد مقام بخشا اور "زہرہ" قبیلے کے افراد کو بنو عبد الدار کے بعد رکھا گیا۔ قبیلہ تیم اور مخزوم کا معاملہ برابر تھا تو بنو تیم کو بلند اخلاق کا مالک ہونے،

حلف الفضول میں شریک ہونے اور حضور اقدس سے سسرالی عزیزداری کے سبب مخزومیوں پر ترجیح دی۔ پھر مخزومیوں کا نمبر آیا۔ اس کے بعد بنو سہم، بنو جمح اور بنو عدی بن کعب کا معاملہ یکسانیت کا تھا تو فرمایا کہ بنو عدی سے ابتدا کرو۔ اور فرمایا کہ مجھے اپنی ذات کے معاملے میں اپنے مقام کا اقرار ہے۔ اسلام کے نقطہ نظر سے ہمارا اور بنو سہم کا معاملہ یکساں ہے البتہ بنو جمح اور بنو سہم کے معاملے پر غور کرلو۔ بہرحال بنو جمح کو مقدم رکھا گیا پھر بنو سہم کو۔ اور عدی اور سہم کا دیوان ملا جلا تھا۔ اس معاملے سے فارغ ہو کر آپ نے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا: "ہر قسم کی تعریف و ثنا کی مستحق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس نے میرے حصے کو اپنے رسول کے حصے سے ملا دیا پھر بنو عامر بن لوی کو بلایا۔ امام شافعی فرماتے ہیں، بعض نے کہا ہے کہ ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن الجراح الفہری نے جب دیکھا کہ کون کون ان سے مقدم ہے تو کہا کہ کیا آپ نے سبھی کو ہم سے مقدم کر دیا، تو حضرت عمر نے فرمایا کہ جس طرح میں نے صبر سے کام لیا ہے، ایسے ابو عبیدہ تم بھی صبر سے کام لو یا اپنی قوم سے بات چیت کرو (جو بنیادی طور پر سب قریشی ہیں) جو آپ کو اپنے اوپر ترجیح دے گا میں منع نہ کروں گا، جہاں تک میرا اور بنو عدی کا تعلق ہے تو ہم آپ کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ آگے چل کر حضرت معاویہ نے بنو الحارث بن فہر کو مقدم کر دیا۔ انھیں بنو عبد مناف اور اسد بن عبد العزیٰ سے ملا دیا اور بنو سہم اور عدی کا معاملہ مہدی عباسی کے دور میں مختلف ہو گیا اور وہ الگ الگ ہو گئے، اس پر مہدی کے حکم سے بنو عدی کو بنو سہم پر ترجیح دے دی گئی اور تلافی مافات کر دی گئی (یہ تفصیلات السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۶ میں ہیں) یہ تفصیلی روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انساب کی کتابت اور دیوان کی ترتیب کے سلسلے میں اس کی اہمیت کا سلسلہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے ہوا اور اس پر حضرات صحابہ کرام نے اتفاق فرمایا۔ اس لیے یہ حضرت عروہ کی جدت نہیں بلکہ یہ پہلے سے جاری ایک مفید عمل ہے اور ظاہر ہے کہ کتاب المغازی اس کے بعد آئی ہے۔ اس میں حضرت عروہ نے سابقہ روایت کے مطابق اس کا اہتمام کیا کہ جو نام جنگوں کے شرکا، بیعت عقبہ اور دوسرے اہم امور میں مشترک تھے، ان کی تمیز کی غرض سے انھوں

نے تفصیلی طور پر نسب کا حوالہ دے دیا۔

## اسناد کے استعمال میں حضرت عروہ کی قلت پسندی:

ایک عجیب بات یہ ہے کہ مغازی عروہ کے سلسلے میں ابوالاسود کی روایات۔ غالباً ساری کی ساری ۔۔ اسناد سے خالی ہیں۔ الزہری نے جو روایات کی ہیں، ان میں انھوں نے اسناد کا ذکر کیا ہے حالانکہ وہ ولادت و وفات کے اعتبار سے مقدم ہیں۔ جو روایات کتب احادیث میں خود حضرت عروہ سے منقول ہیں ان میں اسناد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا سبب کیا ہوا؟ کیا اسناد کا اسلوب حضرت عروہ سے متاخر ہے یا ان کے دور میں ان کا استعمال کم ہوتا تھا؟ اس پر میں نے دوسری جگہ تفصیل سے بحث کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسناد کی تفصیل کا معاملہ کتب سیرت کے خاص اسلوب سے متعلق ہے، سیرت رسول کے جو واقعات مسائل دینیہ اور فقہیات سے متعلق ہیں ان میں تو اسناد کا پوری طرح اہتمام ہے، دوسرے واقعات دونوں طرح منقول ہیں۔

## حضرت عروہ کی سیرت کے سلسلے میں اسناد کا جمع کرنا:

یہ تو ظاہر ہے کہ سیرت کی روایات کی جمع و کتابت اور ان کی اسناد کو انھوں نے ذکر کیا اس کے بعد متن کا ذکر کیا تاکہ اس سے واقعات کی صحیح صحیح صورت سامنے آسکے گو کہ یہ چیز ابوالاسود کے یہاں موجود نہیں اور زہری کے یہاں ہے جو زمانہ اور علم کے اعتبار سے ابوالاسود سے بہرحال مقدم ہیں۔ اس کی مثال دیکھیں ۔۔ زہری عن عروہ عن مروان والمسور بن مخرمہ۔ آخر کے دونوں حضرات، تفصیلات میں کم دلچسپی ہیں۔

دوسری مثال ۔۔۔۔ معمر قال الزہری، اخبرنی (مجھے خبر دی) عروہ بن الزبیر عن المسور بن مخرمہ و مروان بن الحکم، ان میں سے ہر ایک دوسرے کی روایت کی پوری پوری تصدیق کرتا ہے، اسی سبب سے ابن اسحٰق اور الزہری اس معاملے میں بازی لے گئے ہیں۔

## ابوالاسود کی روایت سے کتاب المغازی کا علمی مقام:

اصطلاحات حدیث کی روشنی میں جب ہم دیکھتے ہیں تو تمام روایات مرسل نظر آتی ہیں اور مرسل حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "دلائل النبوۃ"

میں اس پر بات چیت کی ہے اور بتلایا ہے کہ حدیث ضعیف یہ کس طرح ہے اور کتاب مغازی میں ان سے استفادہ کب ممکن ہے؟ ان کا کہنا ہے اخبار مرویہ تین قسم پر ہیں ۔

پہلی قسم وہ ہے جس کی صحت پر محدثین متفق ہیں ۔

دوسری قسم وہ ہے جن کے ضعف مخرج پر اہلِ علم کا اتفاق ہے ۔

اس کی پھر دو قسمیں ہیں :

ایسے راوی کی روایت جو احادیث وضع کرنے اور ان میں جھوٹ بولنے میں معروف اور مشہور ہیں، اس قسم کو امورِ دین کی کسی شکل میں استعمال نہیں کیا جا سکتا الا یہ کہ اس کی باقاعدہ تصریح کر دی جائے، اور بطورِ وضاحت اس کا ذکر ہو ۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ "جو شخص مجھ سے کوئی روایت بیان کرتا ہے اور جھوٹ سے واقف ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے"

دوسری قسم ان راویوں کی روایات کی ہے جو احادیث گھڑنے کے ساتھ متہم نہیں، ہاں ان کا حافظہ درست نہیں اور وہ غلطیاں بہت کرتے ہیں یا ایسے مجہول ہیں کہ ان کی عدالت ثابت نہیں اور ان کی خبر کی قبولیت کی شرائط بھی ثابت نہیں جو قبولیت کا باعث بن سکیں ۔ یہ قسم احکام میں مستعمل نہیں جیسا کہ اس طرح کے افراد کی شہادت عدالت کے یہاں مقبول نہیں ۔ البتہ دعوت، ترغیب، ترہیب، تفسیر، مغازی کے وہ حصے جو احکام سے متعلق نہیں، ان میں یہ روایات مستعمل ہیں ۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں کہ جب ہم ثواب، عقاب اور فضائلِ اعمال کے سلسلے میں روایات کرتے ہیں تو اسناد کے سلسلے میں ہم تساہل سے کام لیتے ہیں اور افراد کے معاملے میں بھی تسامح سے کام لیتے ہیں اور جب حلال و حرام سے متعلق روایات ہوں یا احکام سے متعلق، تو ہم اسناد میں تشدد سے کام لیتے ہیں اور افراد کا بھی خوب جائزہ لیتے ہیں ۔

یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کہ ایسے افراد جو ثقہ نہیں ان کی تفسیری روایات میں تساہل سے کام لے لو ۔ جیسے لیث بن ابی سلیم، جویبر بن سعید، الضحاک، محمد بن السائب الکلبی، یہ وہ لوگ ہیں کہ احادیث کے سلسلے میں ان کی تعریف ممکن نہیں، لیکن تفسیری روایات ان سے

لکھی جاتی رہی ہیں ۔ امام بیہقی کہتے ہیں ، ایسے لوگوں سے اخذ تفسیر میں اس لیے حرج نہیں کہ جو یہ تفسیر بیان کریں گے لغت عرب اس کی شہادت کے لیے موجود ہوگی اور ان کا کام محض جمع و ترتیب ہوگا ۔ العباس بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے سنا ۔ وہ ابوالنضر ہاشم بن القاسم کے دروازے پر تھے ۔ ان سے پوچھا گیا کہ اے ابوعبداللہ، موسیٰ بن عبیدہ اور محمد بن اسحٰق کے سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟ تو فرمایا کہ موسیٰ بن عبیدہ میں اور تو کوئی بات نہیں البتہ انھوں نے عبداللہ بن دینار عن ابن عمر عن النبی علیہ الصلاۃ والسلام کی سند سے بہت سی منکر روایات بیان کی ہیں ۔ گویا وہ ناپسندیدہ ہیں ۔ رہ گئے محمد بن اسحٰق تو وہ ایسے شخص ہیں جنھوں نے مغازی وغیرہ پر لکھا ہے ۔ البتہ حلال وحرام سے متعلق جب کوئی چیز تیرے پاس آئے تو پھر ہم ایسی قوم کا اعتبار کرتے ہیں ۔ اس موقعے پر ابوالفضل یعنی العباس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی چار چار انگلیاں بند کرلیں اور انگوٹھا بند نہیں کیا ۔ اس سے محاورۃً مقصد خوب چھان پھٹک ہے ۔

تیسری قسم ان احادیث کی ہے جن کے ثبوت کے سلسلے میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے ۔ بعض حضرات انھیں ضعیف کہتے ہیں ۔ اس کا سبب بعض راویوں کی کھلی جرح ہوتی ہے جب کہ بعض دوسرے ان پر اس طرح جرح نہیں کرتے ۔ یا راویوں کے حالات سے بعض لوگ واقف ہوں بعض نہیں ، یا جس سبب سے بعض نے جرح کی ۔ اسی سبب سے دوسرے جرح نہ کریں یا ایسا ہو کہ ایک ہی سند میں بعض کے نزدیک انقطاع ہے بعض کے نزدیک نہیں ، یا بعض نے ایک متن میں کچھ الفاظ ذکر کیے بعض نے نہیں ۔ یا ایک شخص نے ایک سند کو دوسری میں گڈمڈ کردیا ۔

یہ جتنے اسباب گنوائے گئے ، ان کے پیش نظر اہلِ علم پر لازم ہے کہ وہ اختلافات کو خوب دیکھ لیں اور جائزہ لے لیں ، اور قبول ورد کے سلسلے میں خوب معرفت حاصل کرکے کسی بات کو اختیار کریں اور صحیح ترین بات کو لے لیں ۔ ظاہر ہے کہ یہ بات توفیق الٰہی کے بغیر ممکن نہیں ۔

مرسل روایات کے متعلق امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ہر ایسی حدیث جس کو کسی تابعی یا

تبع تابعی نے براہِ راست رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہو اور درمیانی کڑی کا ذکر نہ کیا ہو وہ دو قسم پر ہے۔ پہلی قسم ان روایات کی ہے جنھیں ہم احکام تک میں تسلیم کر لیتے ہیں۔ اس کی شکل یہ ہے کہ کبار تابعین میں سے کسی نے ایسا کیا ہو۔ ان کے ذکر و تذکرہ کے ساتھ ان کی ثقاہت وعدل سامنے آجائے یا اس کی تائید و تاکید کے لیے دوسری روایت مرسل ہی موجود ہو یا صحابہ علیہم الرضوان میں سے کسی کا قول موجود ہو یا اہلِ علم میں سے کچھ حضرات نے اس کی تائید کی ہو۔ دوسری قسم وہ ہے جو احکام میں قابلِ قبول نہیں البتہ دعوات، فضائل اعمال مغازی اور ایسی چیزوں میں قابلِ قبول ہیں۔ یہ وہ روایات ہیں جو متاخرین تابعین سے منقول ہوں۔ ہر ایک انھیں پہچان نہ سکے اور اہل علم کے یہاں اپنے مخارج و مصادر کے اعتبار سے یہ ضعیف گردانی جاتی ہوں۔ ایسی مراسیل احکام کے علاوہ دوسری جگہ قبول کر لی جاتی ہیں۔

اس تفصیل سے یہ بات تو واضح ہو گئی کہ احادیث ضعیفہ اور مرسلہ سے دعوت، ترغیب، ترہیب تفسیر اور مغازی میں استفادہ ممکن ہے بشرطیکہ کوئی حکم ساتھ متعلق نہ ہو۔

البتہ یہاں ایک دوسری شکل در پیش آئے گی اور وہ یہ کہ یہ کتاب ابن لہیعہ کے حوالے سے منقول ہے اور ابن لہیعہ سوءِ حفظ کے ساتھ معروف ہیں۔ اس لیے یہاں تو ضعف ہی ہوگا ہاں اگر ان سے روایت کرنے والے عبد اللہ بن المبارک یا عبد اللہ بن وہب جیسے حضرات ہوں تو الگ بات ہے، اور یہ کتاب نہ تو ابن وہب سے مروی ہے نہ ابن مبارک سے بلکہ عمرو بن خالد وغیرہ سے مروی ہے۔ اس لیے یہاں روایت بھی ضعیف اور قصّہ بھی ضعیف الّا یہ کہ دوسری سند سے اس کے ساتھ موجود ہو جو اس جیسی یا اس سے بڑھ کر ہو، پھر بات بنے گی۔ اسی لیے ہم الہیثمی کو دیکھتے ہیں کہ وہ جگہ جگہ یہ کہتے ہیں۔

اس روایت میں ابن لہیعہ ہے جس کی حدیث حسن ہے اور خود اس میں ضعف ہے یا

اس روایت میں ابن لہیعہ ہے خود اس میں ضعف ہے لیکن اس کی حدیث حسن ہے یا

اس روایت میں ابن لہیعہ ہے وہ حسن الحدیث ہے گو کہ اس میں ضعف بھی ہے مثلاً شہدائے بدر کے ناموں کے ضمن میں ہے۔

یہ وہ نام ہیں جنھیں عروہ بن الزبیر نے بیان کیا۔ اب میں انھیں ذکر کرتا ہوں

اس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں وہ ضعیف تو ہیں لیکن ان کی حدیث حسن ہے کیوں کہ اس کے ساتھ اور شواہد ہیں ۔ ایک شاہد یہ کہ اکثر نام وہی ہیں جنھیں زہری نے بھی ذکر کیا ۔ الخ

مزید فرماتے ہیں کہ میں یہ کہتا ہوں کہ حضرت عروہ کی اسناد میں ابن لہیعہ ہیں ۔ ان کی احادیث حسن ہوں گی جب کہ دوسری سند اس کی تائید کے لیے موجود ہو اور واقعہ یہی ہے کہ امام زہری کی روایات تائید کے لیے موجود ہیں ۔ امر واقعہ یہ ہے کہ الہیثمی کا کلام یہاں محل نظر ہے ۔ محدثین نے احادیث مرسلہ کی تقویت کی شرائط میں لکھا ہے کہ دوسرے راوی کا شیخ اور پہلے راوی کا شیخ (استاذ) الگ الگ ہونے لازم ہیں جب کہ یہاں ایک ہی شیخ ہیں یعنی "عروہ" اس لیے اصطلاحی معنی کے اعتبار سے وہی حال رہے گا اور یہی کہا جائے گا کہ مرسل روایات مکرر آئی ہیں، لیکن اسی شیخ کے حوالے سے ، اس طرح ابن لہیعہ کی روایات کا وہی حال رہے گا ۔ باوجودیکہ الزہری سے بھی وہ منقول ہیں کہ اوپر کا شیخ مشترک ہے ۔ اس کے باوجود المغازی اور السیر میں اُنھیں قبول کیا جائے گا اور کیا جاتا رہا ہے جب کہ کوئی حکم ساتھ متعلق نہ ہو ۔ اور جب حکم کی بات ہو گی وہ مثبت ہو یا منفی یا عقائد کا معاملہ ہو تو پھر صحیح حدیث کو ہی قبول کیا جائے گا ۔ اس باب میں ہم ابن کثیر کو دیکھتے ہیں جو عثمان الجزری عن مقسم عن ابن عباس کی روایت کو حسن کے طور پر پیش کرتے ہیں، جب کہ اس کا حال تار عنکبوت کا ہے ۔ عثمان الجزری وہ ہے جس کے متعلق ابن عدی نے کہا ہے کہ :

" یہ وہ شخص ہے جو اکثر غلطیاں کرتا اور ایک قوم نے اس کو صدق پر محمول کیا ہے، لیکن اس کی اغلاط کثیرہ کے سبب اسے ضعیف قرار دیا ، اور اس ضعف کے باوصف اس کی احادیث کو لکھا ۔ لکھنے والے جانتے ہیں کہ یحییٰ القطان اور ابن المبارک جیسے محدثین اور علمائے رجال نے اس کو ترک کر دیا ہے اور الجوزجانی نے اس کو جھوٹا بتلایا ہے ۔

یہ تفصیل اس پر دلالت کرتی ہے کہ محدثین سارے یا بعض مغازی میں تو روایات قبول کر لیتے ہیں لیکن ایسوں کی روایات احکام اور حلال و حرام میں قبول نہیں کرتے ۔

# کتاب المغازی کے مباحث

حضرت عروہ نے جن مباحث کا ذکر کیا ہے۔ ان کا تعلق غزوات النبی سے ہے، بعض سرایا (جمع سریہ، ایسی جنگی مہم جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو امیر بنا کر بھیجا) سے ہے اور حضور اقدس کی حیات مبارکہ کے بعض دوسرے پہلوؤں سے! اگر ان روایات میں نقص ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عروہ کی "کتاب المغازی" مستقلاً دنیا میں ناپید ہوگئی اور وہ اکثر کتابیں ضائع ہوگئیں جنھوں نے اہتمام کے ساتھ اس کے اقتباسات نقل کیے تھے جیسے تاریخ الفسوی (جلد اول) دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبھانی، مغازی ابن عائذ۔ (دوسری روایت سے) حتیٰ کہ دلائل النبوۃ للبیہقی کے مخطوطے سے کماحقہ میں استفادہ نہیں کر سکا کہ اس کا غالب حصّہ ایسا ہوچکا ہے کہ اس سے استفادہ ممکن نہیں ۔ بہت سی معلومات اس طرح حوادث کی نذر ہوگئیں۔ مثلاً مؤلف علاّم رحمہ اللہ تعالیٰ استقبال وحی کے سلسلے میں حضور اقدس کو طیار کرنے کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس ترتیب سے وقائع کو ذکر کیا۔

بدء الوحی اور حضرت خدیجہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہ کا موقف، حضرت خدیجہ کی جناب ورقہ بن نوفل سے ملاقات۔ امر صلاۃ کی ابتدا، حضور اقدس کو حضرت جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے وضو اور صلاۃ کی کس طرح تعلیم دی۔ پھر آپ نے ان کی حضرت خدیجہ کو کس طرح تعلیم دی، پھر آپ نے اپنی قوم اور دوسرے حضرات کو اسلام کی کس طرح دعوت دی، اس دعوت کا اہل مکہ پر کیا اثر ہوا، پھر قریش نے آپ کی طائف سے واپسی پر کیا رویہ اختیار کیا اور دعوت کے راستے میں حضور اقدس کو اہل مکہ کے ہاتھوں کن کن مصائب سے دوچار ہونا پڑا (حالانکہ ظاہر ہے کہ اس ضمن میں بہت سے اہم واقعات اور بھی ہیں لیکن مرورِ ایام سے علمی جواہر پارے ضائع ہوگئے اس لیے محض اسی پر اکتفا کیا گیا) پھر حضرت عروہ نے حبشہ کی پہلی ہجرت کا ذکر کیا اور مہاجرین کے نام بھی گنوائے، دعوتِ رسول کے سلسلے میں آپ کے تصلب و پختگی پر قریش کے موقف کا ذکر کیا۔ پھر یہ بتلایا کہ بعض مہاجرین اس لیے واپس آگئے کہ مکہ میں اشاعتِ اسلام کا معاملہ ان کی معلومات کے مطابق پھیل گیا اور اہل مکہ مسلمان ہوگئے۔ جب

کہ اصل بات " تلک الغرانیق العلیٰ " والی تھی (جس کا ذکر کتاب میں آئے گا) پھر مسلمان ہجرت کر کے بار دگر حبشہ گئے اور کفار نے ان کی واپسی کی غرض سے النجاشی کے پاس وفد بھیجا - وفد کی اور حضرت جعفر کی نجاشی سے بات چیت ہوئی، جو بہت مطول اور مفصل بحث ہے - پھر شعب بنی ہاشم میں بنو ہاشم اور بنو المطلب کی اسیری کا ذکر ہے - پھر اس دستاویز کے ضائع ہونے کا بیان ہے - پھر اس کی بحث ہے کہ حضور اقدس دوسرے قبائل کے پاس تشریف لے گئے - اس ضمن میں تفصیل سے طائف جانے کا تذکرہ ہے اور اس کا ذکر کہ آپ نے ثقیف کے سادات سے کیا بات کی ؟ انھوں نے اپنی جہالت کے سبب آپ کو کس طرح اذیت پہنچائی - اس ضمن میں "عداس" نامی نصرانی غلام کے قبول اسلام کا قصہ ہے - پھر حدیث اسراء و معراج کا مختصر اشارۃً ذکر ہے - بعد میں ممکن ہے مفصل روایات ہم پالیں - پھر انصار سے آپ کی ملاقات اور انھیں دعوتِ اسلام کا تذکرہ ہے اور اس بات کا کہ انھوں نے آپ سے ایسے داعی مانگے جو دعوتِ اسلام کا مدینہ میں کام کریں اور یہ کہ آپ نے مصعب بن عمیر کو اس مقصد کے لیے بھیجا، پھر مدینے میں اسلام کی دعوت پھیلنے کا ذکر ہے - بعد ازاں عقبہ اخیرہ کی بیعت مفصل مذکور ہے - بیعت کرنے والے حضرات کے اسمائے گرامی ہیں، اصحاب رسول کی ہجرت مدینہ کا تذکرہ ہے - پھر خود آپ کا سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ کو ہجرت فرمانے کا قصہ نقل ہے اور بعض ان تدابیر کا ذکر ہے جو آپ نے سفرِ ہجرت کو چھپانے کی غرض سے کیں - بعد ازاں غزوہ بدر کے مبادی کا ذکر ہے - ساتھ ہی عاتکہ کے خواب اور اس کے پھیل جانے اور ابوجہل کے موقف کی تفصیل ہے - اس کے بعد غزوہ بدر کی تفصیلات ہیں اور ان مہاجرین و انصار کا ذکر کیا ہے جنھوں نے اس مبارک جنگ میں شرکت کی - حضرت عروہ نے تنہا ناموں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قبائل اور ان کی ضمنی شاخوں کا ذکر کیا ہے - پوری کتاب میں ان کا یہی طریق ہے، اسی لیے یہ کتاب بعد میں مرتب ہونے والی کتاب سیرت کا مرجع قرار پائی - بدر کے ضمن میں عدم شرکت کے باوصف جن حضرات کو غنیمت میں حصہ ملا، ان کا ذکر ہے بعد میں غزوہ السویق، کعب اشرف یہودی کے قتل، غزوہ بنی النضیر اور غزوہ احد کا تاریخ سمیت مفصل ذکر ہے -

پھر شہدائے احد، غزوہ حمرا الاسد، بعث الرجیع (تفصیل سے) غزوہ بئر معونہ، اس کے شہدا اور غزوہ بدر (ثانی) کا ذکر ہے۔ پھر غزوہ خندق کا ذکر ہے اور اس بات کا کہ یہود نے عرب کے قبائل از قسم قریش، غطفان، خزارہ اور بنو مرۃ کو کس طرح اکٹھا کیا اور رسول محترم پر چڑھائی کی تدابیر کیں۔ بعدازاں غزوہ بنو قریظہ کا نمبر ہے، کس طرح یہود نے پہلے حضور اقدس کے حکم پر اتفاق کیا، پھر سعد بن معاذ کو حکم مانا اور انھوں نے کتنا سنگین و شدید فیصلہ کیا (جو ان کی شرارتوں کے عین مطابق تھا) پھر غزوہ بنی المصطلق کا ذکر ہے اور ساتھ ہی "حدیبیہ" میں روکے جانے کا تذکرہ ہے، جب کہ آپ مسلمانوں کی ایک تعداد کے ہمراہ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے اور قریش نے آپ کو روکا، پھر کن کن مراحل سے گزر کر آپ نے ایک معاہدہ پر اتفاق ہوا۔ پھر غزوہ خیبر، سریہ بشر بن رزام الیہودی، ہرقل کی ابوسفیان سے گفتگو، خیبر کے ضمن میں زہر آلود بکری کا قصہ، شہدائے خیبر کے اسما اور الاسود الراعی کا قصہ اور پھر عمرۃ القضا کا تفصیل سے ذکر ہے۔ اس کے بعد غزوہ موتہ کا ذکر ہے اور ان مصائب و آلام کا جن سے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا اور جو مسلمان اس میں شہید ہوئے۔ ساتھ ہی غزوہ ذات السلاسل اور پھر فتح مکہ کا تفصیل سے ذکر ہے اور اس کا کہ قریش نے کس طرح معاہدے کو توڑا اور اس کا نتیجہ فتح مکہ کی شکل میں سامنے آیا۔ اس ضمن میں بعض ان باتوں کا ذکر ہے جو حضرت خالد بن الولید اور اہل مکہ کے درمیان پیش آئیں اور ساتھ ہی حنین کی جنگ مذکور ہے۔ اس سلسلے میں ثقیف و ہوازن کی جتھابندی اور رسول اکرم پر چڑھائی اور پھر شکست مذکور ہے۔ بعدازاں حنین سے بھاگ کر طائف میں پناہ لینے والوں سے جنگ کا تذکرہ ہے اور اس بات کہ انھوں نے کس طرح رسول اکرم سے دشمنی کی اور تقسیم غنائم کے سلسلے میں جعرانہ میں کیا بات چیت ہوئی؟ حتیٰ کہ غزوہ العسرۃ (تبوک) کا ذکر ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض دستاویزات اور آپ کے مرض وفات کی بعض تفصیلات بھی ہمیں فراہم ہوتی ہیں۔ اس سرسری گفتگو سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ اہم ترین جنگوں میں سے کسی چیز کو انھوں نے نہیں چھوڑا۔

# الدوری کا مغازی عروہ پر تبصرہ

اس تفصیل سے جو اوپر گزری، الدوری کی وہ رائے غلط ثابت ہو گئی جو انھوں نے حضرت عروہ کے متعلق کہی ہے کہ ان کی روایات ابتدائی انداز کے خطوط ہیں جو تفصیلات سے قطعاً مختلف ہیں۔ اسی ضمن میں ان کی بعض روایات کا یہ حال ہے کہ وہ محض اشارات پر اکتفا کرتے ہیں، جب کہ بعض دوسری روایات مستقل انداز کی ہیں جیسے بدر، حدیبیہ اور فتح مکہ کی روایات، "احد" کے معاملے میں تو انھوں نے کوئی خاص بات ذکر ہی نہیں کی اور موتہ کے علاوہ کہیں تاریخ کا ذکر تک نہیں کیا۔ لیکن جب ابوالاسود کی حضرت عروہ سے روایات پر غور کیا جائے تو ایک بحث کرنے والا اس حتمی نتیجے پر پہنچے گا کہ "الدوری کا مقالہ" ان کی قلت معرفت کا غماز ہے، عروہ کی کتب و روایات کو انھوں نے گویا دیکھا ہی نہیں یا محض سرسری طور پر دیکھا ہے۔ دوسرے حوالے سے ان کے ملاحظات کا انحصار شرجبیل بن سعد (المتوفی ۱۲۳ھ) پر ہے۔ الدوری کہتے ہیں کہ عروہ کے معاصر شرجبیل بن سعد ہیں۔ وہ ان کے برعکس اجتماعی حالات میں زیادہ وضاحت و تفصیل سے کام لیتے ہیں مثلاً انھوں نے بدر کے شریک صحابہ کے اسما کو تفصیل سے لکھا۔ اس لیے الدوری کہتے ہیں کہ عروہ کی روایات کی اہمیت اپنے وقت میں تو ممکن نہیں تھی، بعد میں ہم دیکھتے ہیں کہ عروہ بن الزبیر نے بیعت عقبہ، مہاجرین حبشہ، غزوہ بدر جیسے اہم واقعات کے مشترک صحابہ کے نام پر محض اکتفا کیا۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت عروہ جناب شرجیل کی وفات سے تیس سال قبل انتقال کر گئے۔ یہ مدت بجائے خود اتنی بڑی ہوتی ہے کہ اس میں معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اجتماعی حالات پر گہرے غور و فکر کا وسیع موقع میسر آجاتا ہے اور نظر ثانی کے متعدد عوامل سامنے آتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سارا کلام اس تجاہل پر مبنی ہے جو بشری تقاضوں اور عام مسلمانوں کے تقدیری حالات کے سبب حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے عظیم المرتبت صحابہ کرام کے سلسلے میں ہے جب کہ ان کا حق یہ ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو ہدایت و صلاۃ اور ہر سعادت سے ہم محروم ہوتے۔ کسی مسلمان کے لیے ان کے حالات پر کیا بحث ہو سکے گی جب کہ ان کے سامنے قرآن عزیز

موجود ہے وہ تصریح کرتا ہے کہ:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (الحدید۔ ۱۰)

برابر نہیں تم میں جس نے کہ خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور لڑائی کی۔ اُن لوگوں کا درجہ بڑا ہے اُن سے جو کہ خرچ کریں اُس کے بعد اور لڑائی کریں۔ اور سب سے وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے خوبی کا۔ اور اللہ تعالیٰ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

سچی بات یہی ہے۔ عقل، منطق، عادت بشری سب اس پر گواہ ہیں اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے جو علیم وخبیر ہے۔ اس لیے یہ لازم ہے کہ ہر صاحب حق کو اس کا حق دیا جائے۔ پس جو لوگ ایسے ہیں کہ اُنھیں اذیت دی گئی اور اُنھوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا، اُن کو اُن کے برابر رکھنا ممکن نہیں، جنھوں نے رسول محترم سے لڑائی کی اور آخر میں کہیں جا کر مسلمان ہوئے۔ اور جو لوگ رسول محترم کی زندگی میں مسلمان ہوئے اور آپ کی صحبت کے شرف سے مشرف ہوئے وہ بعد میں آنے والوں سے یقیناً بڑے درجے کے مالک ہیں۔

اس لیے شرجیل بن سعد نے ان حضرات کا ذکر کیا جنھوں نے اعمال جلیلہ میں شرکت کی اور بڑے بڑے حوادث سے گزرے۔ ان کا معاملہ بعد والوں کا سا نہیں بلکہ ایسے حضرات فی الحقیقت اس عمارت کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں، تاہم اس حقیقت سے کیسے انکار کیا جائے کہ حضرت عروہ کے ذریعے ان کا ذکر پہلے معروف ہو چکا تھا۔ اسی طرح الدوری کا یہ کہنا کہ حضرت عروہ نے موتہ کے سوا کسی غزوہ کی تاریخ کا ذکر نہیں کیا، یہ بھی درست نہیں، کیوں کہ اُنھوں نے متعدد غزوات کی تاریخوں کا ذکر کیا ہے جیسے ہجرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، غزوہ بدر، غزوہ خیبر الاولیٰ، عمرۃ القضا، غزوہ موتہ وغیرہ کی تاریخوں کا برابر ذکر ہے۔ اس لیے سیرت نبوی کی ترتیب و کتابت اور اس کے قواعد کی تدوین کے سلسلے میں ایک بحث کرنے والے کے لیے وہی مقدم ہیں اور اُنھوں نے جس منہج وطریق کی طرح

ڈالی، اس پر بعد والوں نے تفصیلی عمارت اُٹھائی ۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور جملہ مسلمانوں کی طرف سے اُنھیں بہترین اجر دے ۔

## مغازی عروہ کا مغازی موسیٰ بن عقبہ میں اثر

حضرت عروہ کے بعد جو آیا وہ آپ کی نہ صرف اس کتاب سے بلکہ دوسری کتابوں سے بھی متاثر ہوا ۔ ان میں امام ابن شہاب الزہری اور موسیٰ بن عقبہ کے نام بڑے اہم ہیں اور ان دونوں کو اس میدان میں بڑی شہرت حاصل ہے ۔ ہمارے لیے جو چیز بڑی اہم ہے وہ ہے مغازی موسیٰ بن عقبہ کا مغازی عروہ بروایت ابی الاسود سے مناسبت ۔ بحث کرنے والے حضرات اور محدثین نے مغازی موسیٰ بن عقبہ کی بڑی تعریف کی ہے ، اور ان کے اقتباسات بڑی کتب میں موجود ہیں جیسے الدرر لابن عبدالبر ، عیون الاثر لابن سید الناس ، البدایہ والنہایہ لابن کثیر ، مجمع الزوائد ( احادیث کا انسائیکلوپیڈیا ) للہیثمی ۔

جب ہم نے ان کتابوں میں سے بہت سے طویل اقتباسات کی طرف رجوع کیا تو اکثر وہ اسناد نظر آئیں جو الزہری کے یہاں ہیں ۔ مستشرق شاخت کا دعویٰ ہے کہ مغازی موسیٰ بن عقبہ کی معلومات کا انحصار زہری کے علاوہ دوسرے مصادر پر ہے لیکن ہم نے چھان پھٹک کی تو یہ بات سامنے آئی کہ موسیٰ بن عقبہ کا اعتماد الزہری پر ہے ، انھوں نے ان پر بالکلیہ اعتماد کیا اور بہ در حقیقت عروہ پر اعتماد ہے کہ الزہری کا مصدر و منبع وہی ہیں ۔ موسیٰ بن عقبہ کی نصوص کا جب ہم مغازی عروہ بروایت ابی الاسود سے مقارنہ کرتے ہیں تو عجیب اتفاقات نظر آتے ہیں اور یہ اتفاقات فقرہ دو فقرے ، صفحہ دو صفحے کے نہیں بلکہ دسیوں صفحات پر مشتمل ہیں ۔ اسی طرح اماکن کے ضمن میں ان دو کا حیرت انگیز اتفاق ہے جب کہ دوسرے حضرات اختلاف کرتے ہیں ۔ ہم ابتدا میں نصوص کی مقارنت کا ذکر کریں گے ، پھر بعض ان نقاط کا ذکر ہوگا جو بعض مواضع میں نظر آتے ہیں ۔ خاص طور پر ایسے نقاط جہاں دوسرے حضرات کا نکتہ نظر خلاف ہے ۔ اور بالخصوص اصحاب سیرت کے اختلافات والے مقامات کو ذکر کیا ہے ۔

# شعب بنو ہاشم میں بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کا دخول

اس سلسلے میں حضرت عروہ کہتے ہیں کہ ؎

۱۔ ہم سے سلیمان بن احمد نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سے محمد بن عمرو بن خالد الحرانی نے بیان کیا اور انھوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا۔

۲۔ ہم سے ابن لہیعہ نے بیان کیا انھوں نے ابوالاسود سے، انھوں نے عروہ بن الزبیر سے کہ جب عمرو بن العاص واپس آئے۔

۳۔ حبشہ سے نجاشی کے پاس سے۔ یعنی مکہ واپسی ہوئی۔ تو ان کے رفیق سفر کو تو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا اور مقصد پورا نہ ہوا تو مشرکوں نے اور سختی کر دی۔

۴۔ یعنی مسلمانوں پر، اور اس قدر سختی جو ان سے ممکن تھی یہاں تک کہ مسلمان شدید قسم کے حالات سے دوچار ہو گئے۔ ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور قریشی مشرکوں نے اس بات کا قصد و ارادہ کیا ۔۔۔۔

۵۔ انھوں نے مشترکہ تدبیر کی اور اس کا سوچا کہ علانیہ رسول رحمت کو قتل کر دیا جائے، اس کیفیت کو ابوطالب نے دیکھا تو اس نے ۔۔۔۔

---

؎ ناقص مؤلف نے مختلف واقعات اور نکات میں حضرت عروہ بہ روایت ابی الاسود کی روایات کو نمبرات کی شکل میں متن متن میں اور موسیٰ بن عقبہ کی روایات کو اسی طرح نمبرات کی شکل میں حواشی میں درج کیا ہے۔ جس سے ان کا مقصد اس عجیب و غریب مقارنت اور مماثلت کو دکھانا ہے جو ان دونوں حضرات کی روایات کے درمیان ہے، جس کا انھوں نے اس سے قبل دعویٰ کیا ہے۔

اہل علم اس کو غور سے دیکھیں گے تو کہیں کہیں ایک آدھ لفظ آگے پیچھے ہوگا ورنہ ایک ایک سطر میں یکسانیت ہے۔

من شاء فلیراجع
علوی

۶ - بنو عبد المطلب کو جمع کیا اور اس بات پر اتفاق کر لیا کہ وہ سب شعب (گھاٹی) میں رسول محترم کے ساتھ جمع ہو جائیں اور جو کفار و مشرکین قریش کا ارادہ ہے اس کو مل کر روکیں اور ناکام بنائیں ۔

۷ - ان میں بنو ہاشم کے کافر، مسلمان سب تھے اور یہ قدم قومی حمیت کے تحت اُٹھایا گیا تھا جب قریش نے محسوس کیا کہ سارا قبیلہ . . .

۸ - اس طرح اکٹھا ہو گیا اور اُنھوں نے رسول کے ہم سے بچاؤ اور تحفظ کا اس طرح اہتمام کر لیا ہے اور اس میں اس قبیلے کے مسلمان اور کافر سب اکٹھے ہو گئے ہیں، تو اس لیے مشرکین قریش آپس میں اکٹھے ہو گئے ۔

۹ - اور اُنھوں نے طے کر لیا کہ ان کے ساتھ مجالست، مخالطت نہ کریں گے۔ ان کے ساتھ خرید و فروخت نہ کریں گے، ان کے گھروں میں نہ جائیں گے، جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو . . .

۱۰ - قتل کے لیے ہمارے سپرد نہ کر دیں، اور اُنھوں نے اپنے اس فیصلے و تدبیر کو ایک دستاویز میں لکھ کر اور اس پر اپنے دستخط اور مہریں ثبت کر دیں اور یہ بھی لکھ دیا کہ بنو ہاشم سے صلح کی پیش کش قبول نہ ہو گی ۔

۱۱ - نہ ہی ان کے معاملے میں کسی قسم کی رافت و رحمت اور بھائی چارے کا لحاظ کیا جائے گا تا وقتیکہ رسول اللہ کو قتل کے لیے سپرد نہ کر دیں - اس صورتِ حال کے پیشِ نظر بنو ہاشم . . .

۱۲ - تین سال تک اس گھاٹی میں پڑے رہے ۔ مصائب و آلام اس دور میں بہت بڑھ گئے، ان پر منڈی بازار کے راستے بند تھے ۔

۱۳ - مکہ کے قرب و جوار سے کوئی کھانے پینے کی چیز ان کے لیے نہ تھی نہ بیع و تجارت ؛ مقصد قریشیوں کا یہ تھا کہ یہ بھوک سے ہلاک ہو جائیں، اس ساری کارروائی کا مقصد -

۱۴ - رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خون بہانا اور آپ کو قتل کرنا تھا ۔

۱۵ - رات کو جب بنو ہاشم اپنے اپنے بستروں پر لیٹ جاتے تو ابو طالب حضور اکرم کو اپنے بستر پر آنے کا کہتے اور خود آپ کے بستر پر چلے جاتے ۔ مقصد یہ تھا کہ یہاں کوئی شخص . . .

۱۶ - آپ کے خلاف کوئی تدبیر اور مکر کرے تو آپ اس سے محفوظ رہیں، جب لوگ سو جاتے تو ابوطالب خود یا اس کا کوئی بیٹا، یا بھائی یا چچا زاد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر پر آجاتا اور۔۔۔۔

۱۷ - رسول اکرم اس کے بستر پر (گویا باری باری) اور آپ اس طرح رات کو سوتے اور استراحت فرماتے -

## اس معاہدے کا سلسلہ کس طرح ختم ہوا؟

۱۸ - تین سال ختم ہونے کو آئے تو بنو عبد مناف، بنو قصی اور بعض دوسرے قبائل کے کچھ افراد نے مل کر طے کیا اور ۔۔۔۔

۱۹ - قطع رحمی کی اس کیفیت پر غور کیا اور ایک رات مل کر اس معاہدے کو ختم کرنے کی تدبیر سوچی -

۲۰ - اور (دوسرے اگر نہ بھی مانیں تو بھی) اس سے اپنی برأت کا فیصلہ کیا، اُدھر اللہ تعالیٰ نے اس دستاویز پر ایسا کیڑا مسلط کر دیا جس نے اسے چاٹ لیا -

۲۱ - جو کچھ اس میں لکھا تھا اس کا یہی حشر ہوا، یہ دستاویز کعبۃ اللہ کی چھت پر لٹکی ہوئی تھی، کافروں نے اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے نام پر عہد و میثاق کیا تھا -

۲۲ - لیکن کیڑے نے قطع رحمی کے معاہدے سے متعلق کسی لفظ کو نہ چھوڑا اور چاٹ لیا البتہ ان کے شرک و ظلم اور زیادتی سے متعلق جو کچھ تھا وہ باقی رہ گیا ـــ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کو اس کارروائی سے مطلع کر دیا جس کا شکار وہ تحریر ہو چکی تھی -

۲۳ - ابوطالب نے اس پر کہا کہ اس طرح نہیں (جانا) کہیں وہ لوگ مجھے جھٹلائیں، لہٰذا وہ بنو عبد المطلب کے بعض رؤسا سمیت گئے -

۲۴ - مسجد الحرام پہنچے، یہ قریش سے ذرا محتاط ہو کر آئے تھے، اس لیے قریش نے دیکھا تو انھوں نے پسند نہ کیا اور محسوس کیا کہ یہ لوگ ۔۔۔۔

۲۵ - مصائب کی شدت سے پریشان ہو کر نکل آئے ہیں اور رسول اللہ کو (ہمارے) سپرد

کرنے آئے ہیں ۔ ابوطالب نے ان سے بات چیت کی اور کہا کہ کچھ نئے امور تمھارے درمیان ظاہر ہو چکے ہیں ۔

۲۶ ۔ پھر اُنھوں نے اس صورتِ حال سے اُنھیں آگاہ کیا اور کہا کہ اپنی اس تحریر کو دیکھو جس میں تمھارے دستخط ہیں ، اب ممکن ہے ہمارے اور تمھارے درمیان صلح کی شکل نکل آئے ۔

۲۷ ۔ اُنھوں نے یہ بات چیت ان سے کی اور قریش کے دستاویز دیکھنے سے قبل ہی کہہ دی ۔ اس پر وہ لوگ تیزی سے اس دستاویز کے پاس آئے ، وہ اپنے طور پر مطمئن تھے کہ . . . . .

۲۸ ۔ اب رسول اللہ کو ان کے سپرد کر دیا جائے گا اور اس تحریر و دستاویز کو ان کے درمیان سے اُٹھا لیا جائے گا ۔ اس لیے اُنھوں نے کہا یہ بات بہت بہتر ہے کہ تم ہماری شرط مان لو اور ایک بات پر اتفاق کر لو اور ۔

۲۹ ۔ سبھی مجتمع ہو جاؤ ۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ہمارے تمھارے درمیان انقطاع کی یہ شکل پیدا کی اسے تم سپرد کر دو ۔ خاندان کو بچانے اور فساد سے محفوظ رہنے کی یہی شکل ہے ۔

۳۰ ۔ ابوطالب نے کہا ، کہ میں تمھارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ وہ معاملہ ( انقطاع ) جو ہمارے تمھارے درمیان ہے اس کی حقیقت سے تمھیں باخبر کر دوں ۔ جہاں تک دستاویز کا تعلق ہے وہ تو . . .

۳۱ ۔ تمھارے قبضے میں تھی اور ہے ، میرے بھتیجے نے اس کے حشر سے مجھے آگاہ کیا اور اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا ۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک کیڑا مسلط کر دیا اس نے اُس میں . . . . .

۳۲ ۔ اسمائے الٰہی کے سوا باقی سب چاٹ لیا ، البتہ ہم پر تمھارے ظلم و زیادتی کو باقی رہنے دیا ۔ اب اگر بات اسی طرح ہے جس طرح میرے بھتیجے نے کہا تو اب تم موافقت کا رویہ اختیار کرو ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم . . . . . .

۳۳ ۔ اُنھیں تمھارے سپرد کرنے کا تو سوال ہی نہیں جب تک کہ ہم میں سے آخری شخص مر نہ جائے ۔ ہاں اگر اس کی خبر غلط ہے تو ہم انھیں تمھارے سپرد کر دیں گے ۔ پھر تمھاری مرضی کہ تم انھیں قتل کر دیا . . . . .

۳۴ ۔ عزیز داری کا لحاظ کرو ۔ کہنے لگے یہ ٹھیک ہے ۔ اب جو دستاویز کو اُتار کر کھول کر دیکھا گیا تو بالکل وہی سچ تھا جس کی خبر . . . . . .

۳۵ ۔ اس کے کھولنے سے قبل دی گئی تھی ۔ اس کیفیت کو دیکھ کر اب کہنے لگے کہ واللہ یہ تو نرا جادو ہے اور ایسا ۔۔۔۔۔

۳۶ ۔ جو تمھارے اس ساتھی کی طرف سے ہے ۔ ان کے کفر اور وہ سختیاں جو حضور اقدس، آپ کے رفقا اور آپ کے قبیلے پر تھیں، ان کے شر اور دشمنی کے سبب ان کا رویہ جوں کا توں رہا ۔۔۔۔

۳۷ ۔ اور انھوں نے اسی پر قائم رہنے کی حامی بھری ۔ ابوطالب نے کہا کہ یہ میرے ساتھ بنو عبدالمطلب کے رؤسا کی جماعت ہے، ایک پہلو یہ ہے کہ یہ سب جھوٹ اور ۔۔۔۔

۳۸ ۔ جادو ہے ۔ لیکن تمھارا کیا خیال ہے کہ تم نے جس قطع رحمی کا رویہ اختیار کر رکھا ہے وہ خبیث و بد باطنی اور جادو سے کہیں بڑھ کر ہے ۔

۳۹ ۔ دستاویز تمھارے قبضے میں تھی ۔ ایسا بھی تو ممکن تھا کہ تم سب اپنے جادو کا زور لگاتے تاکہ جوں کی توں رہتی ۔ آخر کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ۔۔۔۔۔

۴۰ ۔ کے نام کے سوا معاہدے کی باقی عبارت حذف ہوگئی اور تمھارے ظلم کی کیفیت باقی رہ گئی ۔ اب جادوگر کون ہے ؟

۴۱ ۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر قریش شدید شرمندگی کا شکار ہوگئے ۔

۴۲ ۔ بعض لوگوں نے ان میں سے کہا، مثلاً ابوالبختری (العاص بن ہشام بن الحارث بن عبدالعزیٰ بن قصی)

۴۳ ۔ معصم بن عدی، ہشام بن عمرو (بنو عامر بن لوی کا بھائی) ۔ دستاویز اسی کے پاس تھی (یعنی اس کی نقل)

۴۴ ۔ زہیر بن امیہ، زمعہ بن الاسود بن عبدالمطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ۔ یہ ایسے افراد تھے ۔

۴۵ ۔ کہ ان کی مائیں بنو ہاشم میں سے تھیں، یہ اپنی کارروائی پر بہت ہی نادم تھے، اس لیے کہنے لگے کہ ہم اس معاہدے سے

۴۶ ۔ اپنی برائت کا اظہار کرتے ہیں ۔ ابوجہل بھڑک کر کہنے لگا کہ یہ سازش رات کو تیار

کی گئی ہے ۔

( واضح رہے کہ اس موقعے پر ابوطالب کے بعض اشعار بھی ہیں جن میں اس دستاویز کی حالتِ زار کا ذکر ہے کہ وہ کس طرح غارت ہو گئی ، ان اشعار کو موسیٰ بن عقبہ نے البتہ نقل کیا ہے اور بعض حضرات نے بھی )

## عاتکہ کا خواب

یہاں بھی فاضل مولف نے متن میں حضرت عروہ کی روایت کے نکات اور حاشیہ میں موسیٰ بن عقبہ کی روایت کے نکات نقل کر کے مماثلت دکھلائی ہے ۔ حضرت عروہ کی روایت کو ملاحظ فرمالیں ۔ حضرت موسیٰ بن عقبہ کی روایت کے لیے اصل سے رجوع فرمائیں ۔ سابقہ حصے کی طرح یہاں بھی عجیب مماثلت ہے ۔

۱ ۔ حضرت عروہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب تھیں جن کی رہائش اپنے بھائی . . . . .

۲ ۔ عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ تھی ۔ اُنھوں نے بدر کی جنگ سے قبل ایک خواب دیکھا جس سے وہ گھبرا گئیں اور اُنھوں نے اسی رات اس کو اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب کے سامنے پیش کیا ۔

۳ ۔ جونہی اُنھوں نے خواب دیکھا وہ گھبرا کر نیند سے جاگ گئیں اور کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے ، تمھاری قوم کی ہلاکت کا مجھے ڈر ہے ، عباس نے پوچھا . . . . .

۴ ۔ کہ تم نے کیا دیکھا ؟ تو اُنھوں نے کہا کہ میں اس شرط پر بتلاؤں گی کہ آپ کسی سے ذکر نہ کریں ، اگر لوگوں نے سُن لیا تو وہ ہمیں اذیت پہنچائیں گے اور ہمیں وہ کچھ سننا پڑے گا ۔

۵ ۔ جو ہم سننا پسند نہ کریں گے ۔ حضرت عباس نے وعدہ کیا تو اُنھوں نے کہا کہ میں نے ایک سوار دیکھا جو اپنی سواری پر مکہ کے بالائی حصّہ سے آ رہا ہے اور زور زور سے کہہ رہا ہے ۔

۶ ۔ اے آلِ غدر و آلِ فجر ، دو یا تین راتوں میں یہاں سے نکل جاؤ ۔ پھر وہ مسجد میں سواری

سمیت داخل ہوگیا؟ وہاں اس نے زور سے ۔۔۔۔۔

۷ ۔ آواز لگائی ۔۔ بلکہ تین مرتبہ ۔۔ مرد عورتیں اور بچے اس پر مائل ہوئے اور لوگ بہت ہی ڈر گئے اور گھبرا گئے پھر ۔۔۔۔

۷ ۔ میں نے اسے اسی طرح کعبہ کی چھت پر دیکھا وہاں بھی اس نے تین مرتبہ زور سے پکار کر کہا اسے آل غدر و آل فجر، نکل جاؤ ۔۔۔۔۔

۹ ۔ دو تین راتوں میں ۔۔ حتی کہ میں نے دو پہاڑوں کے درمیان اہل مکہ کو سُنا ۔۔ پھر اس نے اس زبردست قسم کی چٹان کا قصد کیا اور ۔۔۔۔۔

۱۰ ۔ اس کو اس کی جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور اہل مکہ پر اسے دے مارا ۔ وہ چٹان پہاڑ پر آپڑی اس سے گڑگڑاہٹ اور دھواں اُٹھا ۔ اور گویا وہ چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی ۔

۱۱ ۔ اس کے بعد میرے خیال میں مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں اس چٹان کے ٹکڑے نہ پڑے ہوں ۔۔ ان حالات کے تحت مجھے خطرہ ہے کہ تمھاری قوم میں کوئی افتاد پڑنے والی ہے ۔

۱۲ ۔ عباس بھی اس سے گھبرا گئے، اپنی ہمشیرہ کے پاس سے نکل کر اسی وقت ولید بن عتبہ بن ربیعہ کے پاس گئے، جو عباس کے دوست تھے ۔

۱۳ ۔ دوستی کے سبب سے اس کے سامنے خواب بیان کیا البتہ اس سے کہا کہ کسی سے بیان نہ کریں، ولید نے اپنے باپ سے بیان کر دیا، عتبہ نے ۔۔۔۔

۱۴ ۔ اپنے بھائی شیبہ سے ذکر کر دیا، اس طرح بات پھیل گئی اور چلتے چلاتے ابوجہل تک پہنچ گئی اور اس طرح وہ مشہور ہوگئی ۔۔ اگلے دن ۔۔۔۔۔

۱۵ ۔ صبح عباس بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ ان کی نظر ابوجہل پر پڑی، ساتھ ہی عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف، زمعہ ۔۔۔۔

۱۶ ۔ بن الاسود اور ابو البختری تھے جو آپس میں باتیں کر رہے تھے ۔۔ اُنھوں نے جب عباس کو دیکھا کہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں تو ابوجہل نے اُنھیں آواز دی اور کہا کہ ۔۔۔۔

۱۷ ۔ اے ابو الفضل، جب تم طواف سے فارغ ہو جاؤ تو ذرا ہمارے پاس آنا، خیر وہ طواف کر کے آئے اور بیٹھ گئے تو ابوجہل نے کہا ۔

۱۸ - ابوالفضل، عاتکہ نے کیا خواب دیکھا؟ عباس نے کہا کہ اس نے کچھ نہیں دیکھا۔ ابوجہل نے کہا اسے بنو ہاشم عجیب معاملہ ہے نہ ....

۱۹ - پہلے تمھارے مرد جھوٹ بولتے تھے اب تم اپنی عورتوں کے جھوٹ لے کر ہمارے پاس آتے ہو، ہم اور تم گھوڑ سواری میں مدِ مقابل تھے، جب ہم نے تم سے بازی جیت لی اور ....

۲۰ - گویا ہماری سواری آگے بڑھ گئی تو تم نے کہنا شروع کر دیا کہ ہمارے اندر نبی آیا، اب یہی رہ گیا تھا کہ تم کہو کہ ہمارے پاس نبیہ بھی آگئی ہے۔ میں نے کسی خاندان میں ایسے جھوٹے مرد اور

۲۱ - جھوٹی عورتیں نہیں دیکھیں اور نہ کہیں جانتا ہوں — اور پھر انھوں نے عباس کو اس دن شدید اذیت پہنچائی -

۲۲ - ابوجہل نے کہا کہ عاتکہ کا خیال ہے کہ سوار نے دو تین راتوں میں نکل جانے کا کہا ہے۔ یہ تین راتیں گزر گئیں ....

۲۳ - تو قریش پر واضح ہو جائے گا کہ تم کس قدر جھوٹے ہو — ہم نے ایک تحریر لکھ دی ہے اور پھر اس کو کعبۃ اللہ میں لٹکا دیا ہے کہ تمھارا گھرانہ عرب بھر میں جھوٹے مردوں اور ....

۲۴ - جھوٹی عورتوں کا گھرانہ ہے — اے بنو قصی تم پسند کرتے ہو کہ تم ان اعزازات سے محروم ہو جاؤ جو تمھیں حاصل ہیں یعنی دربانی، مشورت، سقایت (حجاج کو پانی پلانا) اور علم داری۔ یہاں تک کہ تم ہمیں یہی کہنے رہو اور تاثر دیتے رہو کہ ....

۲۵ - تمھارے اندر نبی ہے؟ اس طرح کی گفتگو سے انھوں نے عباس کو اس دن شدید اذیت پہنچائی - بہرحال عباس نے اس سے کہا ذرا سنبھل کر بولو، بدزبان تم کیسے بدبودار شخص ہو؟ (سنو)

۲۶ - جھوٹے تم ہو اور تمھارے گھر میں جھوٹ کی گرم بازاری ہے — اس پر موجود حاضرین نے کہا، ابوالفضل (عباس کی کنیت، آپ جاہل ہیں نہ خرافاتی، (یعنی صبر سے کام لیں)

۲۷ - بہرحال عباس کو عاتکہ کے خواب کے افشا کرنے کی پاداش میں شدید اذیت سے دوچار ہونا پڑا! -

۲۸ - جس رات کو عاتکہ نے خواب دیکھا اس سے تیسری شب دیکھا گیا کہ ایک سوار آیا جسے ابوسفیان

نے بھیجا۔

۲۹۔ یہ سوار ضمضم بن عمرو الغفاری تھا۔ اس نے آتے ہی کہا اے آل غدر، دوڑو کہ محمد اور اس کے رفقا نکل کھڑے ہوئے۔

۳۰۔ تاکہ ابوسفیان سے تعرض کریں، بس تم اپنے قافلے کو بچانے کی فکر کرو۔ اس سے قریش بہت گھبرا گئے۔ اس سے قبل وہ عاتکہ کے خواب کے سبب پریشان تو تھے ہی اب وہ۔۔۔

۳۱۔ ہر بلندی اور پستی سے دوڑنے لگے الخ۔

# بعض متفقہ نکات

## مابین عروہ عن ابی الاسود و موسیٰ بن عقبہ

۱۔ ابن اسحٰق نے رسول رحمت علیہ الصلاۃ والسلام سے انصار کی ملاقات کے ضمن میں لکھا۔ کہ وہ چھ خزرجی تھے۔ موسیٰ بن عقبہ اور عروہ دونوں نے یہی کہا ہے۔ فی الحقیقت آٹھ تھے چھ خزرجی اور دو اوسی۔

۲۔ عروہ اور ان کی طرح موسیٰ بن عقبہ نے الزہری سے اس دوسری بیعت عقبہ کا ذکر نہیں کیا جو ان کے یہاں پہلی ہے اور جس میں ۱۲ انصاریوں نے بیعت کی۔

۳۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ بدر میں چھ قریشی مسلمان (مہاجرین میں سے) اور آٹھ انصاری شہید ہوئے۔ اور مشرکوں کے ۴۹ قتل ہوئے ۴۹ قیدی (رواہ البیہقی) ابن لہیعہ عن ابن الاسود عن عروہ میں بھی ایسا ہی ہے جب کہ بخاری میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق اس جنگ میں ۱۴۰ مشرک دھر لیے گئے۔ ۷۰ قیدی ہوئے ۷۰ مقتول۔

۴۔ موسیٰ بن عقبہ اور عروہ دونوں صلح حدیبیہ کی مدت ۴ سال کہتے ہیں جب کہ عام ارباب سیرت ۱۰ سال۔

۵۔ موسیٰ بن عقبہ اور عروہ دونوں نے فتح مکہ کے ضمن میں نقل کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا " ابوسفیان کے گھر جانے والا مامون، حکیم بن حزام کے گھر جانے والا مامون " جب کہ عام ارباب سیرت صرف ابوسفیان کے گھر کا ذکر کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں عروہ اور موسیٰ بن عقبہ کی رائے ایک ہے جب کہ دوسرے حضرات ان سے اختلاف کرتے ہیں ۔ اس کی متعدد مثالیں ہیں جن کا اصل کتاب کے حواشی میں اشارہ کر دیا گیا ہے ۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ موسیٰ بن عقبہ نے کتب متداولہ سے وہ روایات جمع کر لی ہوں جو ابوالاسود عن عروہ کی روایات سے ملتی جلتی ہوں ۔ اس سے اس حقیقت کا ثبوت یقینی ہے کہ موسیٰ بن عقبہ کی طرف منسوب روایات کا بھی منبع حضرت عروہ ہوں جو رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفاتِ شریفہ کے چند سال بعد پیدا ہوئے۔ اور ساتھ ہی ان تفصیلات سے وہ دعاوی بھی ہباءً منثورا ہو جائیں گے جو جوزیف شاخت اور بعض دوسرے مستشرقین نے کیے ۔

## سیرت نبوی سے متعلق بعض مستشرقین کی اٹھائی ہوئی بحثیں

ایک یہودی مستشرق "لیفی دلافیدا" نے دائرۃ المعارف الاسلامیہ" میں اس طرح کی بحث اُٹھائی ہے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شخصیت و سیرت کا جو ہیولیٰ دینی طور پر مسلمان عوام کے ذہن میں ہے ، اس کا لحاظ کر کے سیرت کا مواد فراہم اور جمع کیا گیا ہے ورنہ مسلم سوسائٹی میں اصولی طور پر نہ تو ایسا ذوق تھا ، نہ وہاں ایسی فکر تھی جو قلب سلیم کے لیے قابلِ قبول ہو ۔

" لیفی ولا فیدا " کا کہنا ہے کہ چونکہ مسلمانوں کو اپنے زمانے میں اور بعد میں بھی دین یہودیت اور دین مسیحیت سے مقابلے کی صورتِ حال سے دوچار ہونا پڑا ، اس لیے اُنھوں نے ان ادیان کے عوام کی خوش عقیدگی کے انداز سے اس طرح سیرتی مواد فراہم کیا گویا ایک پلڑے میں اُنھیں رکھ کر اور ایک پلڑے میں اپنا جمع کردہ مواد رکھ کر اسے نیچا دکھانا مقصود ہے ۔ اور " مقدس مسیحیوں " کے سے انداز میں اپنے پیغمبر کے لیے حالات و واقعات کی نقشہ کشی کی گئی ۔ یہ متعصب اور تنگ نظر یہودی مستشرق مزید گوہر افشانی کرتے ہوئے کہتا ہے۔

> " مسلمانوں نے ابتدائی دور میں اپنی زبردست فتوحات کے بعد وہ تمام کہانیاں اور قصّے جو توراۃ ، انجیل اور ایرانی معاشرے میں رواج پذیر تھے ، حاصل

کر لیے اور تحریف کر کے انھیں سیرت کے حوالے سے محرف قسم کے راویوں نے جمع کر دیا ۔

اس مستشرق کے عناد و حسد کے اس شاہکار مقالے پر امین الخولی نے نقد و جرح کی ہے لیکن اصل حقیقت کی طرف وہ بھی نہ پہنچ سکے ۔ اصل یہ ہے کہ کوئی ایسی روایات یا کلام جو قرآن اور سنت صحیحہ کے خلاف ہوں ، ان کی کوئی قیمت نہیں ۔ اسے کاش مستشرق قرآن کریم کی طرف توجہ کرتے تاکہ انھیں اندازہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے آخری رسول کا کیا مقام و مرتبہ ہے اور مسلمانوں پر ان کے حقوق کیا ہیں ؟ اور ان کے حوالے سے کسی قسم کی غلط بات کی نسبت کتنا سنگین جرم ہے ؟

یہ صورت حال ہمارے " مہربانوں " کے سامنے ہو تو انھیں مسلمانوں پر اتنی بڑی تہمت لگانے کی جرأت نہ ہو اور انھیں اندازہ ہو جائے کہ مسلمان کس حد تک پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے " شاخت " نامی مستشرق " نے " مغازی موسیٰ بن عقبہ " پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی کوئی علمی حیثیت نہیں کیوں کہ یہ موسیٰ بن عقبہ کے زمانے کے قریب وضع شدہ مواد ہے بلکہ بعض حصے ایسے ہیں جو موسیٰ بن عقبہ کی وفات کے بعد وضع کر کے ساتھ شامل کر دیے گئے ۔" ولیم میور " نے سیرت ابن اسحاق پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ سیرت دو ابتدائی عباسی خلفا کے عہد میں انہی کی رعایت میں لکھی گئی اس لیے یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ مولف عباسیوں کی جا و بے جا تعریف کرتا اور امویوں کی تنقیص کرتا ہے ۔ اور چوں کہ یہ کتاب ابن ہشام کی طرف سے تنقیحات اور حذف و اضافے کے بعد سامنے آئی اس لیے یہ بھی یار لوگوں کے نزدیک اس حد تک مشکوک قرار پائی ۔

" مستشرق غیوم " سیرت ابن اسحٰق کے مقدمے میں کہتے ہیں کہ :

> " سیرت ابن اسحٰق کے وہ ضخیم اجزا جو ضائع ہو گئے ، میں ہر وقت ان کے لیے فکرمند رہتا ہوں اور میرا خیال یہ ہے کہ انھیں قصداً ضائع کیا گیا ۔"

ان کا خیال یہ ہے کہ یہ ضائع کرنے کا عمل اس لیے کیا گیا کہ اس میں بہت سی ایسی روایات تھیں جو مسلمانوں کی طبع پر گراں گزرتی ہیں جن کی طرف اشارے بھی کیے گئے ہیں ۔ اسی طرح " مون تجمری واٹ " اور " مارسدن جونز " بھی وہ معاصر مستشرق ہیں جنھوں نے اس بارے میں خامہ فرسائی کی ہے ۔

بہر حال ان دونوں میں سے اول الذکر نے کافی حد تک انصاف کرنے کی کوشش کی ہے اور مارسون بھی ایسا ہی ہے جس نے انصاف سے کام لینے کی کوشش کی ہے اور لیقی ولافیدا (Levi Della Vida) پر تنقید کرتے ہوئے اس کو غلط بتایا ہے کہ سیرت ابن اسحٰق سے قبل کوئی سیرتی ذخیرہ نہ تھا اور یہ کہ ابن اسحٰق نے جنگی تجربات اور مخصوص حالات کے تحت محض فتح کے غرور میں سب کچھ لکھا ہے۔ گویا مستشرقین میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔ بے حد متعصب ــ میانہ رو ــ اور انصاف کے دائرے میں رہ کر کام کرنے والا (لیکن یاد رہے کہ یہ بھی کہیں نہ کہیں ڈنڈی ضرور مار جاتے ہیں کیوں کہ بد قسمتی سے نظریاتی اختلاف حدود انصاف میں عام لوگوں کو نہیں رہنے دیتا، جو بہر طور بڑی افسوس ناک چیز ہے اور ناروا رویہ)

## ان آراء پر ایک نظر

سیرت نگار ابن ہشام نے اپنی کتاب کے مقدمے میں واضح کیا ہے کہ اس نے ابن اسحٰق کی سیرت کی تہذیب و ترتیب کا کام کیا ہے اور اس میں سے بعض چیزیں حذف کر دی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ:

"میں اس کتاب کو حضرت اسمٰعیل بن ابراہیم سلام اللہ تعالیٰ علیہما وصلاتہ کے ذکر سے شروع کروں گا اور اس طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے آباؤ اجداد اور وہ حضرات جن کی صلب سے آپ ہیں، ان کا ذکر کروں گا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک ذکر کروں گا۔ اور اس خاندان کے وہ حضرات جو اس تسلسل میں نہیں آتے انھیں بغرض اختصار چھوڑ دیا گیا ہے، اس طرح وہ ابحاث جن کا تعلق سیرت رسول سے نہیں اور نہ ہی جن کے متعلق قرآن کا کوئی حصہ نازل ہوا، نہ وہ قرآن کی کسی آیت کی تفسیر سے متعلق ہے اور نہ ہی سیرت قرآن کے کسی واقعے کے سلسلے میں اسے بطور شاہد پیش کیا جا سکتا ہے، ان سب کو بغرض اختصار حذف کر دیا ہے، ایسے ہی وہ اشعار جن کے شاعر کا پتہ نہیں حذف کر دیے گئے۔ ایسی بحثیں جن کی شناخت حدیث سے ثابت نہ

ہو چکی یا بعض ثقہ افراد نے پسند نہ کیا - اس قسم کی چیزیں سب حذف کر کے گویا علم و روایت
کے اعتبار سے صحیح ترین چیزوں پر التفا کیا گیا ہے "
واقعہ یہ ہے کہ ابن ہشام نے وہ چیزیں حذف کر دیں جو علم و روایت کے پلڑے میں تار عنکبوت
کی بھی حیثیت نہیں رکھتی تھیں -

" الفرید غیوم " نے حذف شدہ مواد والا حصہ لے کر اس پر اعتراض جڑ نا شروع کر دیا لیکن
ابن ہشام کی اس بات پر غور نہیں کیا کہ وہ مواد حذف کیا گیا ہے جس کا سیرت رسول سے کوئی
تعلق نہیں، نہ اس کا قرآن سے، اس کی تفسیر سے اور سیرت سے بطور شاہد کوئی تعلق ہے -
باوجودیکہ یہ مستشرق خوب جانتا ہے کہ ابن ہشام نے قصۂ افک اور ایسے ہی منافقین کے
وہ اقوال و روایات جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وجہ پریشانی تھے، ان سب کو
نقل کیا ہے - اگر مستشرقین کا اعتراض صحیح ہوتا کہ مسلم مورخین اور ارباب سیرت نے محض عقیدت
مندی کا مظاہرہ کیا ہے تو ایسا نہ ہوتا اور صرف مثبت واقعات اور تعریفی پہلو ہی شامل کتب
ہوتے لیکن ایسا نہیں - یہ الگ بات ہے کہ غلط واقعات و اقوال کی تردید اور ان کی اصلاح ضرور
کی گئی ہے اور ایسا کرنا ضروری بھی ہے - یہ کہنا کہ رسول محترم کی شخصیت کی عظمت کے سامنے
مسلمان دم بخود ہیں اور انھوں نے اسی روشنی میں سیرت پر کام کیا - سوال یہ ہے کہ جو ذات
پاک واقعی عظمت و رفعت کی مالک ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے کمالات سے
نوازا ہے اور حتیٰ کہ انصاف پسند غیر مسلموں نے بھی ان کا اعتراف کیا ہے تو ان کو سیرت کی
کتابوں کا حصہ کیوں نہ بنایا جائے؟ بعض جزوی واقعات کی تفصیلات اگر ابن ہشام میں
شامل نہیں ہو سکی تو اس بات کو بتنگڑ بنا کر واویلا کرنا بڑا افسوس ناک ہے، آخر وہ کون شخص
ہے جو ہر چیز کی مین میخ نکال سکے، آخر ہر انسان پوری طرح علمی روایات پر احاطہ نہیں کر سکتا
بلکہ قرآن کے بقول " ہر جاننے والے سے کوئی زیادہ بھی جاننے والا ہے " تو اس طرح
اگر کسی شخص کے یہاں ایک آدھ جزوی بات رہ گئی، اس پر شور و ہنگامہ انصاف پسندی نہیں -
سیرت کا سلسلہ اتنا وسیع ہے کہ آج بھی لوگ اس پر لکھنا اور نئے نئے نکات فراہم کرنا اپنی
سعادت مندی سمجھتے اور خیال کرتے ہیں -

حضرت عروہ اور موسیٰ بن عقبہ جیسے حضرات کو اور پھر ابن ہشام جیسے اربابِ قلم کو یقیناً اولیت حاصل تھی لیکن وہ بھی انسانی برادری کے فرد تھے، واقعات و روایات کو جمع کرنے ان کے ترتیب دینے اور ان سے نتائج مستنبط کرنے میں بشری تقاضوں کے مطابق بھول چوک ممکن ہے۔ لیکن اس بھول چوک سے ان کی دیانت پر بے اعتمادی یا اس طرح کی بات صحیح نہیں۔ حضور اکرم، رحمت دوعالم محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص و کمالات ایک مسلمہ امر ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں سابقہ انبیا علیہم الصلاۃ والتسلیم کے برخلاف ساری دُنیا کے لیے اور پھر صبح قیامت تک کے لیے رسول بنا کر بھیجا، اُنھیں وہ کتاب مرحمت کی جس کی صداقت کو آج تک کوئی چیلنج نہیں کر سکا اور ہزار انقلاب بھی جس پر اثر انداز نہیں ہو سکے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سنجیدہ مزاج اور علم و دانش اور حکمت ربانی سے حصہ وافر پانے والے لوگوں نے ہر دور کے چیلنج کا جواب اس کتاب اور صاحبِ کتاب کی سیرت سے دیا۔

وہ ذاتِ گرامی جس کے لیے خالقِ کائنات نے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (القلم آیت ۴)

اور یقیناً آپ بڑے بلند خلق پر ہیں۔

اور یہ کہ: وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (الشوریٰ آیت ۵۲)

اور اس میں شک نہیں کہ آپ لوگوں کو سیدھا راستہ بتاتے ہیں۔

اور یہ کہ: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۷)

اور اے پیغمبر! ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر جملہ اہل عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الانشراح: ۴)

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کیا۔

تو اس قسم کے ارشادات ربانی کے بعد حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی عظمت کا سکہ اگر انسانیت کے دل پر بیٹھتا ہے اور لوگ آپ کی عظمت و سیادت کے معترف ہو کر دم بخود رہ جاتے

ہیں تو اس میں تعجب کا کون سا مقام ہے ؟

اے کاش کہ اہل استشراق انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے اور حضور اقدس محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و سلامہ کی بلند مرتبت شخصیت اور آپ کے زندہ پیغام سے روشنی حاصل کرتے اور خواہ مخواہ کے اعتراضات اور مناقشات سے اپنی متعصبانہ طبائع کا ثبوت فراہم نہ کرتے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہدایت کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں ۔ کیوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی عنایت خسروانہ سے ہر قسم کی کجی اور زیغ و ضلال سے محفوظ رکھے اور پوری انسانیت اس کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت و سیرت سے وہ استفادہ کرے جو اس کے لیے دُنیا و آخرت میں مفید ہو ۔

ان گذارشات کے بعد اب محترم قارئین حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی سیرت کی روایات ملاحظہ فرمائیں ۔

---

حضرت عروہ بن زبیرؓ

# نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی کیلئے تیار کرنا

ابوالحسین بن فضل کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن جعفر نے، ان سے یعقوب بن سفیان نے، اُن سے ابن کثیر نے، اُن سے عبداللہ بن لہیعہ اور اُن سے محمد بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا، جب کہ ان کا ذریعۂ علم و خبر حضرت عروہ بن زبیر ہیں اور وہ جنابہ کرمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ (بعثت سے قبل) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ واصحابہ وسلم کا حال یہ تھا کہ آپ خواب دیکھتے تھے، پہلی مرتبہ آپ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام کو اجیاد نامی علاقے میں دیکھا جب کہ آپ اُس علاقے میں بعض ضرورتوں کے لیے تشریف لے گئے۔ اُنھوں نے آپ کا نام (اے محمد) کہہ کر زور سے آواز دی اور دو مرتبہ، آپ نے دائیں دیکھا لیکن کچھ نظر نہ آیا، دوبارہ دیکھا تو پھر کچھ نظر نہ آیا۔ اب کی بار آپ نے آنکھیں اوپر کو اُٹھائیں تو جبریل امین اس طرح نظر آئے کہ آسمان کے افق پر تھے اور اُن کا ایک پاؤں دوسرے پر تھا۔ انھوں نے کہا کہ اے محمد میں جبریل ہوں، گویا وہ آپ کو تسلی دے رہے ہیں اور گھبراہٹ سے آپ کی تسکین کا سامان کر رہے تھے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام یہ سُن کر تیزی سے چل کر لوگوں کے ایک اجتماع میں تشریف لے گئے۔ اب پھر جو دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا، پھر لوگوں کے اس اجتماع سے نکل کر تشریف لائے اور ایک بار پھر دیکھا تو کچھ نہ تھا۔ پھر ایک مرتبہ نکلے تو آپ نے اُنھیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نجم کی ابتدا میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، جہاں فرمایا:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝

(النجم: ۱-۲)

قسم ہے تارے کی جب گرے، بھٹکا نہیں تمھارا رفیق اور نہ بے راہ چلا۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ "سورۂ مدثر" سب سے پہلے نازل ہونے والی سورۃ ہے۔
(واللہ تعالیٰ اعلم)[۲۵]

مصنف فرماتے ہیں کہ:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے اپنے رب کی طرف سے عائد کردہ اس ذمہ داری (رسالت) کو قبول فرمایا، اور جو چیز حضرت جبریل امین علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے تھے، اس کی اتباع اور پیروی کی۔

جب اُس چیز کو آپ نے قبول کر لیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی تھی تو آپ پلٹ کر اپنے گھر تشریف لائے۔ آپ جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرے اُس نے آپ کو سلام کیا[۲۶] آپ خوشی خوشی اپنے اہل وعیال کے پاس تشریف لائے، آپ کو یقین تھا کہ آپ نے ایک بڑی اہم چیز دیکھی ہے۔ پس جب آپ حضرت خدیجہ کے پاس آئے تو فرمایا:

میں نے تمھیں خبر دی تھی کہ میں نے فلاں فلاں چیز خواب میں دیکھی، پس اب تو جبریل امین کھلے حال ملے۔ اُنھیں میرے پروردگار نے میرے پاس بھیجا۔ پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو وہ سب کلام سنایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا اور جو کچھ آپ نے سنا۔

حضرت خدیجہ نے آپ سے عرض کیا یہ بڑی مسرت اور خوشی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم، وہ آپ کے ساتھ خیر کا ہی معاملہ فرمائیں گے، جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس آیا ہے اسے قبول فرمالیں کہ یہ بالکل حق ہے، اور خوش ہوجائیں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔
پھر حضرت خدیجہ اپنے (سابقہ) مکان میں تشریف لے گئیں اور اس نصرانی جوان کے پاس گئیں جس کا نام عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس تھا۔ وہ اہل نینوی میں سے تھا۔ اس کا عرف عام میں نام "عداس" تھا۔
حضرت خدیجہ نے اس سے کہا کہ اے عداس" میں تجھے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ یاد دلاتی ہوں وہی بات جس کی تو نے مجھے خبر دی تھی، کیا تیرے پاس جبریل امین کے سلسلے میں کوئی علم وخبر ہے؟
عداس نے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ اس زمین پر جبریل کا ذکر؟ جس کے رہنے والے بتوں کے سامنے جھکنے والے ہیں؟
حضرت خدیجہ نے فرمایا، پس مجھے اُس کے متعلق وہ بتاؤ جس کا تمھیں علم ہے۔

# وحی کی ابتدا

اس سلسلے میں جو بات ہم تک پہنچی ہے، وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو کچھ خواب دکھائے۔ یہ بات حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ طاہرہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہ سے ذکر کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان محترمہ کو آپ کی تکذیب سے بچایا اور آپ کی تصدیق کے لیے ان کا سینہ کھول دیا۔ اس لیے اُنھوں نے فرمایا کہ "آپ خوشی محسوس فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ یقیناً خیر کا ہی معاملہ فرمائیں گے۔" پھر حضور علیہ السلام اپنی اہلیہ کے پاس سے چلے گئے، پھر اُن کے پاس واپس آئے اور اُنھیں اس بات سے آگاہ کیا کہ آپ نے دیکھا کہ آپ کا دل شق کیا گیا پھر اسے دھویا گیا اور پاک کیا گیا، پھر اسے اسی طرح اپنی جگہ محفوظ کر دیا گیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، "اللہ تعالیٰ کی قسم یہ بہت اچھی خبر ہے۔ آپ خوشی محسوس فرمائیں اور خوش ہو جائیں۔ پھر حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ کو کھلے طور پر ملے، آپ اس وقت مکہ معظمہ کے ایک بلند مقام پر تھے۔ اُنھوں نے آپ کو ایک آراستہ پیراستہ مجلس میں بٹھایا۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے تھے کہ جبریل امین نے مجھے ایسی جگہ بٹھایا جس پر گویا غالیچہ اور قالین کا فرش تھا، جس میں یاقوت اور موتی جڑے ہوئے تھے۔ اور اُنھوں نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے نمائندہ و رسول ہونے سے متعلق خوش خبری سنائی، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم مطمئن ہو گئے، تو جبریل امین نے آپ سے فرمایا پڑھیے، آپ نے فرمایا کیسے پڑھوں؟ جبریل امین نے فرمایا

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ

(العلق: ۱-۵)

پڑھ اپنے رب کے نام سے، جو سب کا بنانے والا ہے، بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے، پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم سے۔

عداس نے کہا کہ : وہ اللہ تعالیٰ کی اُس امانت کے محافظ ہیں جس کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اُس کے نبیوں سے ہے (ان کے درمیان ہے) وہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے پاس آئے تھے۔

حضرت خدیجہ، عداس سے واپس آکر ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لائیں۔ ورقہ بتوں کی عبادت کو مطلق پسند نہ فرماتے تھے، اس معاملے میں زید بن عمرو بن نفیل بھی ان کے ساتھ تھے ؛ اور زید وہ تھے کہ انھوں نے ہر اس خون کو حرام سمجھ رکھا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا۔ (قتل سے گریز کرتے، جب کہ یہ مرض اُس خطے میں بہت زیادہ تھا) اسی طرح وہ بتوں کے نام پر ذبیحہ اور جاہلیت کے دور کے ہر ظلم کو حرام سمجھتے تھے۔

زید اور ورقہ نے علم کی تلاش شروع کی، حتیٰ کہ وہ دونوں شام گئے۔ یہود نے اپنا دین انھیں بتلایا لیکن اُنھوں نے اسے پسند نہ کیا اور عیسائی حضرات کے اہل علم سے معلومات حاصل کیں۔ پس ورقہ تو عیسائی ہو گئے لیکن زید نے عیسائیت کو بھی ناپسند کیا۔ ایک عیسائی راہب نے اس سے کہا کہ تو ایسے دین کا متلاشی ہے جو آج روئے زمین پر نہیں۔

زید نے پوچھا، کون سا دین ؟

اُس راہب نے کہا : دینِ قیّم، جو سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام کا دین ہے۔

زید نے پوچھا، اُس دین کی خصوصیت ؟

راہب نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام یک سو قسم کے اور افراط و تفریط سے الگ تھلگ مسلمان تھے۔ اس پہ زید نے کہا کہ میں دین ابراہیم پر عمل کرنے کا اعلان کرتا ہوں اور اس کعبے کی طرف سجدہ کرتا ہوں جس کو ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔[1]

پس اُس نے سچ مچ جاہلیت کے دور میں کعبہ کی طرف سجدہ کیا اور زید کے سامنے جب ہدایت کا راستہ واضح ہو گیا تو اس نے :

وأسلمت وجهي لمن اسلمت ـ له المزن عذبا زلالا

میں اپنا چہرہ اس ذات پاک کے حضور جھکاتا ہوں، جس کے حضور ٹھنڈے، میٹھے پانی والے بادل جھکتے ہیں (یعنی اُس کے حکم کے پابند ہیں)

پھر زید کا تو انتقال ہو گیا، البتہ ورقہ کے متعلق جیسا کہ اہل تاریخ کا خیال ہے کہ وہ دو برس بعد تک زندہ رہا۔ ورقہ بن نوفل زید کی حالت کا ذکر کر کے روتے اور کہتے:

رشدت و أنعمت ابن عمرو وانما

تجنبت تنورا من النار حامیا

بدینکم ربا لیس رب کمثلہ

وترکت جنان الجبال کما ھیا[۵]

تو نے رشد و ہدایت حاصل کر لی اور اے ابن عمرو تو نعمت سے سرفراز ہو گیا اور تو یقیناً دہکتی ہوئی آگ کے تنور (دوزخ) سے بچ گیا۔

تیرے دین میں رب کا جو تصور ہے وہ ایسا رب ہے جس کی کوئی مثل و مثال نہیں۔

پس حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ورقہ بن نوفل کے سامنے حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کی حالت کا ذکر فرمایا، اس طرح جبریل امین اور اس چیز کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے پاس آئی۔

ورقہ نے ان سے کہا کہ اے میرے بھائی کی بیٹیا، میں نہیں جانتا، شاید کہ تیرے شوہر وہی نبی ہوں جن کا اہل کتاب انتظار کر رہے ہیں، اور جن کا ذکر ان کے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم اگر آپ وہی ہیں، اور پھر آپ کی دعوت ظاہر و عام ہو جائے، بشرطیکہ میں زندہ رہوں تو میں اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت اور صبر و مدد کے ساتھ ان کی خوب خوب رفاقت اختیار کر کے آزمائش کی بھٹی سے گزروں گا۔ لیکن اس کی ابھی نوبت ہی نہ آئی کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا[۱]

## بعثت کی ابتدا میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ کی صلاۃ

حضرت عروہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضرت جبریل امین نے پانی کا ایک چشمہ کھولا اور اس سے وضو فرمایا جب کہ محمد کریم علیہ السلام دیکھ رہے تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا چہرہ، کہنیوں سمیت ہاتھ، ٹخنوں سمیت پاؤں دھوئے اور سر کا مسح کیا۔ پھر انھوں نے اپنے مخصوص مقام پر پانی چھڑکا اور بیت اللہ

کی طرف توجہ کرکے دو رکعت ادا کیں۔ پس حضور اقدس علیہ السلام نے اسی طرح کیا جس طرح آپ نے جبریل امین کو کرتے دیکھا تھا۔

## حضور کا اپنی قوم اور دوسرے قبائل کو اللہ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دینا ۵ھ

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عالم و فاضل اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان رحمہما اللہ کی طرف لکھا ——— اما بعد:

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس وقت اپنی قوم کو دعوت دی جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت اور اُس نور (قرآن عزیز) کے ساتھ مبعوث کیا، جو آپ کی طرف نازل کیا گیا۔ ابتدا میں وہ آپ سے دُور نہ ہوئے، قریب تھا کہ وہ آپ کی بات سنتے، حتیٰ کہ ان بتوں کا ذکر آیا، اسی اثنا میں قریش کے بعض لوگ طائف سے آئے جو صاحب مال و دولت تھے، انھوں نے شدت سے کام لیا اور جو کچھ آپ نے فرمایا اس کا انکار کیا اور آپ کی بات ماننے کے معاملے میں غرور کا مظاہرہ کیا تو عام لوگ ان کے پیچھے ہو کر راہ حق سے بہک گئے، ہاں وہ شخص محفوظ رہے جن کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے کی اور وہ بہت تھوڑی مقدار میں تھے۔ پھر آپ اس کام سے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اندازہ و وقت کے مطابق رُکے رہے۔ اس کے بعد ان کے رؤسا اور قائدین نے مشورہ کیا کیونکہ ان کے بیٹے، بھائی اور قبیلے کے افراد رسول اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کے دین کی اتباع کرنے لگے تھے اور یہ لوگ اس سے اپنے آپ کو فتنے میں مبتلا سمجھتے تھے، پس جن خوش قسمت افراد نے دین اسلام کی اتباع کر لی وہ شدید ترین آزمائش کا شکار ہوگئے۔ کچھ حضرات آزمائش میں مبتلا ہوئے، کچھ کو اللہ نے بچا لیا۔

جب مسلمانوں کے ساتھ یہ حالات پیش آئے تو اللہ تعالیٰ کے رسول برحق نے اُنھیں حکم دے دیا کہ وہ حبشہ چلے جائیں۔ اُس زمانے میں حبشہ میں ایک بہت ہی اچھا بادشاہ تھا جسے نجاشی کہا جاتا تھا (حبش کے بادشاہوں کا مستقل لقبی نام یہی تھا) اس کی مملکت میں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا تھا اور عام طور پر اُس کی تعریف اس طرح کی جاتی تھی کہ وہ بڑا صاحب صلاحیت اور شریف انسان ہے۔

حبشہ کی زمین ایسی تھی جو قریش مکہ کی ایک تجارتی منڈی تھی۔ وہ وہاں تجارت کرنے جاتے، جس سے انھیں رزق میں فراخی نصیب ہوتی، وہ ایک محفوظ اور اچھی تجارتی منڈی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ کے رسول نے صحابہ کرام کو وہاں جانے کا حکم دیا تو عام مسلمان مکے کے مظالم کے سبب وہاں چلے گئے۔ مکے میں ان پر مختلف النوع آزمائشوں کا خوف تھا۔ خود حضور اقدس وہاں قیام پذیر رہے، حالات کی شدت میں کمی نہ آئی، چند سال یہی حالت رہی اور وہاں موجود مسلمان مسلسل شدت وسختی کا شکار رہے۔

## حبشہ کی طرف پہلی ہجرت[۹]

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان حضرات صحابہ کرام کے اسما منقول ہیں جنھوں نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے رفقا سے قبل پہلی مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

(۱) حضرت زبیر بن العوام (۲) سہل بن بیضا، (۳) عامر بن ربیعہ (۴) عبداللہ بن مسعود (۵) عبدالرحمٰن بن عوف (۶) عثمان بن عفان ان کے ساتھ ان کی اہلیہ سیدتنا رقیہ (حضور اکرم علیہ السلام کی صاحبزادی) بھی تھیں (۷) حضرت رقیہ مذکورہ (۸) عثمان بن مظعون (۹) مصعب بن عمیر (بنو عبدالدار کے فرزند) (۱۰) ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اپنی اہلیہ سمیت، (۱۱) سہلہ بنت سہیل بن عمرو۔ حبشہ میں ہی حضرت ابو حذیفہ کے ان سے صاحب زادے پیدا ہوئے جن کا نام محمد بن ابی حذیفہ ہے (۱۲) ابو سبرہ بن ابی رہم اپنی اہلیہ سمیت (۱۳) ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو (۱۴) ابو سلمہ بن عبدالاسد اپنی اہلیہ سمیت (۱۵) ام سلمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہن)

## حبشہ سے بعض مہاجرین کی واپسی
اور
## "تلک الغرانیق العلیٰ" کا تعجب خیز معاملہ

جو حضرات پہلی مرتبہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے رفقا سے قبل حبشہ گئے تھے

وہ اُس وقت واپس آ گئے جب سورۂ نجم کا ابتدائی حصہ نازل ہوا۔

مشرکوں نے کہا کہ اگر یہ شخص (نبی علیہ السلام) ہمارے معبودوں کا خیر کے ساتھ ذکر کرتا تو ہم اس کا اور اس کے رفقا کا اقرار کر لیتے۔ ان کا کہنا تھا کہ جن دوسرے لوگوں مثلاً یہود ونصاریٰ نے اس کے دین کی مخالفت کی ہے اور کرتے ہیں، ان کا اُنھوں نے کبھی اس طرح ذکر نہیں کیا تھا جس طرح یہ ہمارے دین کا برائی اور سبّ وشتم کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ (حالانکہ یہ بات مطلق نہ تھی، حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی اور جھوٹے معبودوں کی بے ثباتی اور بے طاقتی کا ذکر تو کرتے لیکن سبّ وشتم ہرگز نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول اس سے بہت بلند تھے۔ مترجم) پس اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو نازل فرمایا جس کی ابتدا "والنجم" سے ہوتی ہے۔ آپ نے یہ آیات پڑھیں۔

(فَ اَ یتم) اللَّاتَ وَالْعُزّٰی٥ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی٥ (النجم: ۱۹-۲۰)

ان آیات کی تلاوت کے ساتھ شیطان لعین نے بتوں کا ذکر وتذکرہ خلط ملط کر دیا اور یوں کہا:

وانهن من الغرانيق العلى، وان شفاعتهن لترتجى۔

یعنی یہ خوب صورت بلند مرتبہ معبود ہیں، ان کی سفارش کی قبولیت ہو گی۔

یہ شیطان کی سجع اور اس کا فتنہ تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کلمات ہر مشرک کے دل میں جم گئے۔ ان کی زبانوں پر مسلسل ان کا ذکر رہنے لگا اور اُنھوں نے یہ کہہ کر خوشی کا اظہار کرنا شروع کر دیا کہ "محمد" نے اپنے پہلے دین سے رجوع کر لیا (معاذ اللہ تعالیٰ)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے جب سورۃ ختم کی تو آپ نے سجدہ کیا (کہ اس سورۃ کے آخر میں سجدہ ہے) ہر مسلمان اور وہاں موجود مشرکوں تک نے سجدہ کیا، البتہ ولید بن مغیرہ نے سجدہ نہ کیا۔ وہ مکے کا ایک بڑا آدمی تھا۔ اس نے سیدھی طرح زمین پر سجدہ کرنے کے بجائے ہتھیلی پر مٹی اٹھا کر اس پر سجدہ کر لیا۔[۱]

دونوں جماعتوں کو اس سے تعجب ہوا۔ مسلمانوں کا تعجب اس سبب سے تھا کہ مشرکوں نے سجدہ کیا اور مشرک اپنی جگہ مطمئن تھے۔ ان کا باطل خیال یہ تھا کہ یہ جملے حضور علیہ السلام نے بھی پڑھے ہیں، اُنھیں شیطان نے اس خیال پر پختہ کر دیا تھا اور یہ باور کرا دیا تھا کہ حضور علیہ الصلاۃ

والسلام نے جو سجدہ کیا ہے تو وہ تمھارے ہی معبودوں کی تعظیم کے لیے کیا ہے۔ یہ کلمات باطلہ خوب نشر ہوئے حتیٰ کہ شیطانی قوتوں کے سبب حبشہ تک ان کی صدائے بازگشت سُنی گئی۔

حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عبداللہ بن مسعود اور دوسرے حضرات نے جب یہ سُنا کہ لوگ مسلمان ہو گئے (مشرکوں کے سجدے کے پروپیگنڈے کا یہ تاثر تھا) اور اُنھوں نے حضور اقدس کی رفاقت اختیار کر لی ہے، اور ان حبشی مہاجرین کو ولید بن مغیرہ تک کے مخصوص انداز کے سجدے کا علم ہوا تو جلدی سے واپس لوٹے اور خوشی کے مارے حضور اقدس کے پاس آکر اللہ تعالیٰ کے نام کا نعرہ بلند کیا۔

اُدھر شام کو حضرت جبریل امین کی آمد ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے نبی نے شکایت کی۔ اُنھوں نے جیسے معلوم کیے تو حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے بتلائے، لیکن جبریل نے ان سے برأت کا اظہار کیا اور کہا کہ میں ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں، اُنھیں میرے رب نے نہیں اُتارا اور نہ تیرے رب نے مجھے ان کا حکم دیا۔

حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ معاملہ ان کے لیے بھی وجہ اضطراب و پریشانی تھا، اُنھوں نے اس پریشانی کا بڑی شدت سے آپ سے ذکر کیا کہ یہ تو گویا شیطان کے پھندے میں آنے والی بات ہے، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے پوری قوت سے شیطانی الفاظ کی تردید کی اور واضح کیا کہ ایسا ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ کے نبی ان باتوں سے ماورا ہوتے ہیں۔ سورۂ حج کی آیات اسی سلسلے میں نازل ہوئیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۙ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۙ (الحج: ۵۲-۵۳)

اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے یا نبی، سو جب لگا (وہ) خیال باندھنے (تو) شیطان نے ملا دیا اُس کے خیال میں، پھر اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے شیطان کا ملایا ہوا، پھر پکی کر دیتا ہے اپنی باتیں، اور اللہ تعالیٰ سب خبر رکھتا ہے، حکمتوں والا ہے۔ اس واسطے کہ جو کچھ

شیطان نے ملایا اُس سے جا پہنچے اُن کو کہ جن کے دل میں روگ ہیں اور جن کے دل سخت ہیں اور گنہگار مخالفت میں بہت دور جا پڑے۔

جب اللہ تعالیٰ نے شیطانی فتنہ سے محفوظیت کا سامان کر دیا تو مشرک اپنی گمراہی اور عداوت میں بدل گئے اور سابقہ رویہ اختیار کر لیا۔

یہ صورتِ حال جب حبشہ کے مسلمانوں کو معلوم ہوئی وہ مکہ معظمہ کے قریب آچکے تھے تو اس شدید مصیبت و پریشانی کے سبب جس سے وہ دوچار ہو چکے تھے، واپس نہ آئے اور اس بات کا خوف محسوس کیا کہ اگر وہ اس طرح مکے میں داخل ہوتے تو اہل مکہ ان پر پھر سختی اور زیادتی کریں گے۔ اس لیے کوئی شخص مکہ میں داخل نہ ہوا الاّ یہ کہ کسی کو کسی نے پناہ دے دی، جیسا کہ ولید بن مغیرہ نے حضرت عثمان بن مظعون کو پناہ دی۔

جب عثمان نے یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول تو مسلسل مبتلائے محن و رنج ہیں اور مسلمانوں کا ایک طبقہ کوڑوں کے ذریعے پٹ رہا ہے اور اسے آگ کے انگاروں پر لٹایا جا رہا ہے اور تو اس حال میں ہے کہ تجھ سے تعرض نہیں کیا جاتا تو وہ اس پناہ سے بے نیاز ہو گئے اور انھوں نے عافیت کے مقابلے میں تکلیف کو پسند کر لیا۔

اُنھوں نے کہا تعجب ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے معاہد ہیں، اس کی ذمہ داری میں ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذمہ داری میں ہیں (یعنی مسلمان ہو گئے) وہ تو خوف و دہشت میں زندگی گزاریں اور شدائد و تکالیف میں مبتلا ہوں۔ اس احساس کے ساتھ وہ ولید کے پاس گئے اور اس سے کہا چچا، آپ نے میری حفاظت کا وعدہ لیا اس کو خوب نبھایا۔ اب میری خواہش ہے کہ آپ مجھے اپنی حفاظت سے الگ کر دیں، اور اب آپ کفار کے سامنے مجھ سے اپنی برأت کا اظہار کر دیں — ولید نے کہا:

بھتیجے، ممکن ہے میری ذمہ داری کے دوران تجھے کسی نے ستایا ہو، بُرا بھلا کہا ہو، تو اس وجہ سے تم میں دل برداشتگی آئی ہو، مجھے بتلاؤ تاکہ میں اسے منع کر دوں اور اس کے مقابلے میں تمھارے کام آؤں۔

اُنھوں نے کہا، اللہ تعالیٰ کی قسم ایسی بات نہیں، مجھ سے کسی نے تعرض بھی نہیں کیا۔

ولید نے سمجھ لیا اور اس نے محسوس کر لیا کہ یہ تو یہی چاہتا ہے کہ میں اس سے برأت کا اعلان کردوں تو وہ مسجد کی طرف گئے، وہاں قریش کی دھمال چوکڑی موجود تھی، اور لبید بن ربیعہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ ولید بن مغیرہ عثمان کا ہاتھ پکڑے قریش کے پاس آئے اور کہا کہ اس نے مجھ پر غلبہ پالیا ہے اور مجھے اس بات کا قائل کر لیا ہے کہ میں اس کی ذمہ داری سے برأت کردوں، پس میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اس سے بری الذمہ ہوں۔

پھر دونوں وہاں بیٹھ گئے، لبید برابر شعر پڑھ رہے تھے، اُنھوں نے پڑھا۔

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَاخَلَا اللهَ بَاطِل

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے غلط ہے (مراد معبودان باطلہ تھے)

عثمان نے یہ مصرعہ سُن کر کہا کہ آپ نے بالکل سچ کہا۔ لبید نے شعر اس طرح پورا کیا کہ:



وکل نعیم لا محالۃ زائل

ہر نعمت بلاشک زائل ہونے والی ہے۔

تو عثمان نے کہا کہ یہ جھوٹ ہے، لوگ چپ رہے اور مطلق نہ جان سکے کہ اس کلمہ سے اُن کی مُراد کیا ہے؟ اُنھوں نے بار دگر دہرایا اور اسی کا ارشاد فرمایا، پھر جب اس نے وہ شعر دہرایا تو اُنھوں نے اسی طرح کا جواب دیا اور فرمایا تونے ایک بار سچ کہا، ایک بار جھوٹ، جب تو ہر چیز کے فنا ہونے کی بات کرتا ہے تو یہ سچ ہے اور ہر نعمت کے زائل ہونے کی بات کرتا ہے تو یہ صحیح نہیں۔ جنت کی نعمتیں زائل نہ ہوں گی۔ اس پر جھگڑا ہوگیا، ایک قریشی نے ان کی آنکھ پر تھپڑ رسید کیا، وہ ضائع ہوگئی۔

ولید بن مغیرہ اور اس کے رفقا نے کہا کہ تو ایک ایسے ذمے میں تھا جس کے سبب تیرے قریب کوئی نہ آسکتا، اُس سے نکل کر اب تو جس سے ملا تو غنی ہوگیا۔ یہ کہہ کر وہ نامراد ہنس پڑے۔

حضرت عثمان نے فرمایا واقعہ یہ ہے کہ میں تم میں سے جس سے ملا وہ فقیر تھا (یعنی بنیادی طور پر محتاج و بے کس) اور میری آنکھ جس کا یہ حشر ہوا، اس کے ساتھ یہ سلوک کرنے والا بھی

فقیر ہوگا (کہ اسے اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا) میرے لیے اسی کا اسوہ و طریقہ ہے جو تم میں سے (قریش میں سے) مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ ولید نے کہا تم چاہو تو میں پھر تمھیں اپنی ذمہ داری میں لے سکتا ہوں ۔ حضرت عثمان نے فرمایا، تیری ذمہ داری کی مجھے مطلق حاجت و ضرورت نہیں ۔

# حبشہ کی طرف دوسری ہجرت

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت جعفر اور ان کے احباب علیہم الرضوان کے حبشہ کی طرف جانے اور ان سب حضرات کو حبشہ سے واپس لانے والے قریشی وفد کے متعلق فرماتے ہیں ۔

قریش نے عمارہ بن الولید بن المغیرہ المخزومی اور عمرو بن العاص السہمی رضی اللہ عنہ کو ان حضرات کو واپس لانے کے لیے بھیجا اور انھیں پابند کیا کہ جلدی سے سفر کریں اور ملک حبشہ نجاشی کے پاس پہنچیں، سو ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ نجاشی کے پاس پہنچیں، سو ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ نجاشی کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ وہ شخص جس کے یہ لوگ نام لیوا ہیں، اس نے ہمارے معاشرے میں "فساد" ڈالا، اب اس کے حواری یہاں آکر تیرے دین کا معاملہ بگاڑنا چاہتے ہیں اور تیری حکومت کی خرابی کا باعث بننا چاہتے ہیں ۔ ہم آپ کے خیر خواہ ہیں، آپ کا ہم پر مخلصانہ حق ہے، ہمارے تاجر آپ کے ملک میں آتے ہیں اور امن سے کام کرتے ہیں۔ ہمیں ہماری قوم نے اسی حق کی غرض سے بھیجا ہے کہ ہم آپ کو بتلا دیں کہ یہ شخص اور اس کے رفقا آپ کے یہاں بگاڑ پیدا کریں گے۔ اس شخص (یعنی رسول اکرم) کا حال یہ ہے کہ وہ ایسی باتیں کہتا ہے جو صحیح نہیں ۔ وہ اور اس کے رفقا اس بات کو نہیں مانتے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام معبود و الٰہ ہیں۔ انھوں نے آپ کے پاس آتے ہوئے درباری سجدہ بھی نہیں کیا، اس لیے انھیں ہمارے سپرد کر دیں ہم ان سے خود نمٹ لیں گے ۔

حضرت جعفر اپنے رفقا سمیت دربار میں آئے ۔ انھوں نے ایسے ہی کیا کہ سجدہ نہیں کیا۔ قریشی وفد بھی وہاں موجود تھا۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ دو شخص ان سے پہلے وہاں موجود ہیں تو حضرت جعفر نے بڑے حوصلے اور جرأت سے اذن باریابی چاہا۔ بادشاہ نے یہ

آواز سنی اور اندر آنے کی اجازت دی، داخل ہونے پر انھوں نے قریشی وفد کو موجود پایا۔
بادشاہ نے پوچھا آواز کس نے دی تھی؟ حضرت جعفر نے کمال جرأت سے کہا کہ میں تھا، تو
بادشاہ نے ان الفاظ کے دہرانے کو کہا۔ حضرت جعفر نے اس طرح السلام علیکم کہا جس طرح مسلمان
کہتے ہیں (کسی کے پاس جائیں تو دروازے سے سلام کہہ کر اجازت چاہیں) سجدہ مطلق نہیں کیا۔
قریشی وفد کے نمائندوں نے موقع جان کر کہا کہ جناب ہم نے تو آپ کو ابھی بتایا ہے کہ
یہ ایسے لوگ ہیں کہ دربار کا احترام انھیں نہیں آتا۔ نجاشی مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ
تمھارے پاس کون آیا ہے؟ اس کا معاملہ اور حال کیا ہے؟ تم یہاں میرے ملک میں کیوں
آئے جب کہ تم تاجر نہیں؟ تمھارے نبی کون ہیں؟ تمھارے حالات کیا ہیں؟ تمھارے شہروں
سے آنے والے لوگ جس طرح مجھے سلام کرتے ہیں، اس طرح تم نے کیوں نہیں کیا؟ اور مجھے یہ بھی
بتلاؤ کہ عیسی بن مریم کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ گویا ایک ہی سانس میں اتنے سوال کر ڈالے۔
حضرت جعفر بن ابی طالب جو قوم میں خطیب کی شان رکھتے تھے اٹھے اور کہا کہ:

میری گفتگو تین حصوں پر مشتمل ہے۔ اگر میں سچ کہوں تو آپ تصدیق کریں، جھوٹ
بولوں تو آپ تکذیب کریں۔ بادشاہ نے قریشی وفد کے ایک رکن سے بات کرنے کو کہا اور
دوسرے کو چپ رہنے کی تلقین کی۔ اس پر عمرو بن العاص نے آگے بڑھ کر گفتگو کی۔ نجاشی نے
حضرت جعفر سے کہا کہ آپ بات کریں۔ حضرت جعفر نے فرمایا کہ میری گفتگو تین باتوں پر مشتمل
ہے، اس شخص سے پوچھیں کہ:

کیا ہم غلام ہیں اور اپنے آقاؤں سے دوڑ کر آئے ہیں کہ اب ہمارے آقا ہماری واپسی کا
مطالبہ کر رہے ہیں؟۔

نجاشی نے پوچھا، عمرو! یہ غلام ہیں؟

عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ آزاد اور شریف و ذمہ دار لوگ ہیں۔

حضرت جعفر نے پوچھا کہ ان سے پوچھیں کہ ہم کسی کو ناحق قتل کر کے آئے ہیں کہ یہ ہمیں
مقتول کے خون کے سلسلے میں واپس لے جانا چاہتے ہیں؟

نجاشی نے عمرو سے پوچھا کہ کیا انھوں نے ناحق خون بہایا ہے؟

عمرو نے کہا کہ ان میں سے کسی کے ذمے ایک قطرہ خون نہیں ۔

حضرت جعفر نے تیسرا سوال کیا کہ ان سے پوچھیں کہ ہم کسی کا مال چھین کر آئے ہیں کہ اس کا فیصلہ مطلوب ہے ؟

نجاشی (ابھی سے متاثر ہو گیا اور) کہا ، کہ اے عمرو اگر ان کے ذمے ڈھیروں کے حساب سے سونا ہے تو وہ میرے ذمے ؟

عمرو نے کہا کہ ڈھیر تو بڑی بات ہے، کسی کے ذمے برائے نام بھی کسی کا مالی مطالبہ نہیں۔

اس پر نجاشی نے پوچھا پھر تمھارا ان سے کیا مطالبہ ہے ؟

عمرو نے کہا کہ ہم اور یہ پہلے ایک ہی دین پر تھے ، ہمارا معاملہ یکساں تھا، انھوں نے اس کو چھوڑ دیا جب کہ ہم اس کو لازم پکڑے ہوئے ہیں ۔

نجاشی نے پوچھا کہ وہ کیا چیز تھی جس پر تم پہلے تھے ۔ پھر تم نے اسے چھوڑ دیا اور دوسرے دین کی پیروی کر لی ؟ اس پر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔

ہم پہلے جس طریق پر تھے وہ دین شیطان تھا ، ہم اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے اور پتھروں کے سامنے جھکتے تھے ۔ اب جس طریق پر ہیں وہ عزت و بزرگی والے اللہ کا دین ہے ۔ ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا ، جس طرح اُس نے ہم سے پہلے لوگوں کی طرف رسول بھیجے تھے ۔ وہ سچائی اور نیکی کا پیغام لے کر آیا ، بتوں کی عبادت سے اس نے ہمیں روکا ، ہم نے اس کی تصدیق کی ، اس پر ایمان لائے اور اس کی اتباع و تابعداری کی۔ جب ہم نے ایسا کیا تو ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی ۔ انھوں نے اس سچے نبی کے قتل کا قصد و ارادہ کیا اور ہمیں پھر بتوں کی عبادت کی طرف آمادہ کرنا چاہا، بلکہ زور سے ایسا کرنا چاہا ۔ پس ہم اپنا دین اور اپنی جان بچا کر یہاں آ گئے اور وہاں سے چلے آئے ۔ اگر ہماری قوم کے یہ لوگ صحیح طریق سے رہنے کا اقرار کریں تو ہم بھی تیار ہیں ۔ تو یہ ہے ہمارے دین کی صورت ۔

جہاں تک سلام کا تعلق ہے ، ہم نے آپ کو اس طرح سلام کیا جو ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سکھلایا ہوا ہے اور جس طرح ہم ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں ۔ ہمیں رسولِ

محترم نے بتلایا ہے کہ اہلِ جنت کے سلام کا یہی انداز ہے، تو ہم نے آپ کو اسی طرح سلام کیا۔

رہ گیا سجدہ، تو ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کہ اس کی ذات کے بغیر کسی کو سجدہ کریں اور آپ کو اس کے برابر خیال کریں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام رسول تھے، اسی طرح جس طرح ان سے پہلے بہت سے رسول آئے۔ ایک نیک، پاک باز اور پاک فطرت خاتون نے انھیں جنم دیا جو کنواری تھی، وہ اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی طرف القا کیا۔ یہ ہے سیدنا عیسیٰ بن مریم کے متعلق ہمارا عقیدہ۔

جب نجاشی نے یہ باتیں سنیں تو حضرت جعفر کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ارد گرد موجود لوگوں سے کہا۔ اس گروہ نے سچ کہا، ان کے نبی نے سچ فرمایا، جو کچھ انھوں نے کہا، اللہ تعالیٰ کی قسم عیسیٰ بن مریم اس سے زیادہ کچھ نہ تھے۔ انھیں لوٹایا نہیں جائے گا۔

پھر بادشاہ نے ان سے کہا کہ تم یہاں مطمئن ہو کر رہو۔ اللہ تعالیٰ نے گویا انھیں یہاں روکا اور تمھارے حق میں جو بہتر ہے اس کا اہتمام کیا۔ پھر نجاشی نے پوچھا کہ تم میں سے اس کتاب کو زیادہ اچھا پڑھنے والا کون ہے جو تمھارے نبی پر نازل ہوئی؟ مسلمانوں نے کہا کہ یہی جعفر!

پس حضرت جعفر نے سورۂ مریم پڑھ کر بادشاہ کو سنائی۔ اس نے جب اس کو سنا تو وہ حق کو پہچان گیا اور کہا کہ تم نے بالکل سچ کہا اور تمھارے نبی نے سچ فرمایا، اللہ تعالیٰ کی قسم تم بہت سچے لوگ ہو۔ تم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اور اس کی برکت کے ساتھ یہاں رہو، تمھارے قریب کوئی نہ آئے گا۔ اس طرح نجاشی نے انھیں اپنی محبت سے نوازا اور ان کی خوب حوصلہ افزائی کی۔

قریشی وفد نے یہ صورت حال دیکھی تو ان کے ہاتھ پاؤں سن ہو گئے اور الٹا ان دونوں کے درمیان عداوت اور دشمنی پیدا ہو گئی، اس عداوت کا سبب کچھ ایسا تھا کہ نجاشی کے پاس آنے سے قبل ان کے درمیان راستہ میں ایسی بات ہو گئی تھی جو وجہ نزاع بن گئی۔ اس وقت تو حالات کے تحت انھوں نے اس جھگڑے کو دبایا، لیکن اب کچھ پلے نہ پڑا تو بات عود کر آئی۔ جس مقصد کے لیے وہ آئے تھے، جب وہ حل نہ ہوا تو ان کی واپسی اس حال میں ہوئی کہ باہمی عداوت و دشمنی ان کے درمیان تھی۔ چونکہ اس معاملے میں زیادتی عمرو بن العاص کی تھی اس لیے

انھوں نے عمارہ کے ساتھ مکر و تدبیر کا معاملہ کیا۔ اس نے کہا اے عمارہ! تو ایک خوب صورت اور معزز فرد ہے، تو نجاشی کی بیوی کے پاس جا، جب اس کا خاوند اس کے پاس نہ ہو تو اس سے بات چیت کر کہ وہ نجاشی کے پاس ہمارے معاملے کی سفارش کرے اور ہماری مدد کرے، اگر ایسا ہو جائے تو شاید ہم اس جماعت کو ہلاک و برباد کرنے کے قابل ہو جائیں اور ہمارا مقصد حل ہو جائے۔ عمارہ نے سُنا تو وہ نجاشی کی بیوی کے پاس جا پہنچا، اس کے پاس بیٹھ کر بات چیت کی۔ اِدھر عمرو بن العاص نے نجاشی کے پاس مخالفت کی اور کہا کہ آپ جانتے ہیں، میں نے آپ کے معاملے میں کسی قسم کی خیانت نہیں کی اور میرا جو رفیق سفر آپ نے دیکھا وہ فحش کاری سے باز نہیں آتا، جہاں اسے موقع ملا وہ اس میں مبتلا ہوا، اب وہ آپ کی اہلیہ کے پاس ہے۔ نجاشی نے اپنی بیوی کے پاس ایلچی بھیجا تو وہ سچ مچ وہاں تھا۔ جب نجاشی نے یہ دیکھا تو اس کی شرم گاہ میں جادو کرا کے اس کو سمندر میں غوطے دلوائے، جہاں سے پھر وہ وحشی جانوروں کے ساتھ کچھ عرصہ رہا حتیٰ کہ اس کے اہل قبیلہ سے ذکر کیا گیا تو اس کا بھائی سوار ہوا۔ وہ جب اسے لے کر چلا تو اس نے پوری قوت سے بھاگنا چاہا حتیٰ کہ اُنھوں نے اُسے باندھ کر کشتی میں پھینک دیا، اسی اثنا میں وہ مر گیا اور عمرو مکہ واپس آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے رفیق سفر کو ہلاک کر دیا اور مسلمانوں کی واپسی کی خواہش لے کر جو وہ گئے تھے اس کا سر و سامان نہ ہونے دیا۔

## بنو ہاشم اور بنو المطلب کی شعب ہاشم میں اسارت

عمرو بن العاص حبشہ سے واپس ہوئے تو اس کے دوسرے ساتھی وہیں ہلاک ہو چکے تھے اور مسلمانوں کو واپس لانے کا مقصد بھی حل نہ ہوا تو غصّے اور انتقام میں مسلمانوں پر کافروں نے اور زیادہ سختی شروع کر دی۔ مسلمانوں کے مصائب حدِ انتہا کو پہنچ گئے اور تکالیف کی انتہا ہو گئی۔ اُدھر قریش نے جمع ہو کر ایسی تدبیر سوچنا شروع کی کہ حضور اقدس کو علانیہ قتل کر دیا جائے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر اس وقت کے بنو ہاشم کے سردار ابو طالب نے اپنے قبیلے کو اکٹھا کیا اور شعب بنی ہاشم میں سب کو بلا لیا، اس موقعے پر جہاں مسلمان اپنے ایمان ویقین اور تعلق کے سبب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ اکٹھے ہو گئے وہاں

قبیلے کے لوگ بھی خاندانی حمیت کے طور پر جمع ہو گئے ۔

قریش نے جب دیکھا کہ حضور اکرم کی سب قوم ایک جگہ جمع ہو گئی ہے اور انھوں نے حضور اقدس کے تحفظ کا سامان فراہم کر لیا ہے اور تعلق کی وجہ سے مسلمان ہی نہیں کافر بھی اکٹھے ہو گئے ہیں تو قریش کے باقی قبائل نے مل کر فیصلہ کر لیا کہ ان لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، اختلاط و میل ملاقات اور خرید و فروخت کوئی نہ کرے گا، ان کے یہاں آنا جانا نہیں رکھے گا، تا آں کہ یہ لوگ حضور اقدس کو قتل کے لیے ہمارے سپرد نہ کر دیں ۔

اس موقعے پر انھوں نے ایک دستاویز لکھی جس پر سب نے اپنے دستخط اور مہریں ثبت کیں کہ بنو ہاشم سے کبھی صلح نہ ہو گی ۔ ان کے معاملے میں کسی قسم کی نرمی، آسانی اور تعلق داری کا لحاظ نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ رسول اکرم کو قتل کے لیے ان کے سپرد نہ کر دیں ۔

بنو ہاشم اسی حالت میں تین برس شعب بنی ہاشم میں محبوس و اسیر رہے ۔ یہ دور تکلیف و مشقت کے لحاظ سے بڑا سنگین تھا ۔ بازار کے راستے ان پر بند تھے، مکہ معظمہ کے قریب قریب سے ان کے لیے کھانے پینے کی اشیا کا حصول ممکن نہ تھا ۔ نہ کسی قسم کی خرید و فروخت کر سکتے تھے ۔ مقصد صرف یہ تھا کہ اس بائیکاٹ کی پالیسی سے یہ لوگ حضور اقدس کے قتل پر آمادہ ہو جائیں اور آپ کا خون بہانا ممکن ہو جائے ۔

ابو طالب کا یہ حال تھا کہ جب لوگ اپنے بستروں پر لیٹ جاتے تو وہ اپنے بستر پر آتا اور مختلف تدبیریں سوچتا ۔

جب تمام لوگ سو جاتے تو وہ اپنے بیٹوں میں سے یا بھانجوں میں سے یا بھتیجوں میں سے کسی کو لے کر حضورؐ کے پاس آتا اور آپؐ سے عرض کرتا کہ آپؐ اپنے بستر کے بجائے اس کے بستر پر سو جائیں ۔

## بائیکاٹ کی دستاویز کا ضائع ہو جانا

جب تین سال ختم ہونے لگے تو بنو عبدِ مناف، بنو قصی

اور بعض دوسرے قبیلوں کے لوگوں کے دل میں خیال آیا ۔ اس قطع رحمی کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورتِ حال پر اُنھوں نے غور کیا اور ایک رات کو جمع ہو کر اُس معاہدے کو توڑنے اور اس سے برأت کرنے کا فیصلہ کیا ۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے دیمک کو مسلّط کر دیا ، جس نے اُس تحریر کو چاٹ لیا ۔ یہ تحریر کعبے کی چھت کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی ۔ اُس میں اللہ تعالیٰ کے جو عہد و پیمان تھے ، وہ تو دیمک نے چاٹ لیے اور کافروں کا شرک ، ظلم اور زیادتی باقی رہ گئی ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو اطلاع دی کہ اُس دستاویز کا یہ حشر ہوگیا ہے ۔

ابو طالب نے کہا "ستاروں کی قسم ! اُس (حضورؐ) نے میرے ساتھ کبھی جھوٹ نہیں بولا ، اس لیے وہ بنو عبدالمطلّب کے کچھ لوگ لے کر مسجد حرام پہنچا ۔

مسجدِ حرام قریشیوں کی بیٹھک بنی ہوئی تھی ۔ اُنھوں نے جب ان لوگوں کو آتے دیکھا تو ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور خیال کیا یہ لوگ تکلیفوں سے تنگ آ کر نکلے ہیں اور حضورؐ کو ہمارے سپرد کرنے آئے ہیں ۔

ابو طالب نے ان سے بات کی ، تمھارے بارے میں ایک عجیب بات ظاہر ہو چکی ہے ۔ میں اُس کا ذکر تو نہیں کرتا ۔ آؤ ! اس دستاویز کے پاس چلتے ہیں ، جس میں تمھارے عہد و پیمان لکھے ہیں ۔ شاید کہ ہمارے تمھارے درمیان صلح کی شکل بن جائے ۔

ابو طالب نے اس انداز سے اس وجہ سے گفتگو کی کہ کہیں اُنھوں نے پہلے اُس کو دیکھ نہ لیا ہو ۔ (شیطان نے جلدی سے کافروں کو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُس بات سے آگاہ کر دیا

جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائی تھی) پس وہ اُس دستاویز کے پاس تعجب کرتے ہوئے آئے ۔ اب وہ اس کی شکایت نہیں کرتے تھے کہ رسولِ اکرمؐ اُن کے سپرد نہیں کیے گئے ۔

بہر حال اُنھوں نے اس دستاویز کو اپنے سامنے رکھ لیا ۔ اور کہا کہ یہ چیز تمھارے لیے آسان ہے کہ تم اسے قبول کرلو یا لوٹ جاؤ ایسے کام کی طرف جو تمام لوگوں کو جمع کر دے ۔ ہمارے اور تمھارے درمیان اس قطع رحمی کا سبب ایک شخص ہے، جس کو تم نے اپنے لیے اور اپنے خاندان کے لیے خطرہ بنا لیا ہے ۔

ابو طالب نے کہا کہ میں تمھارے پاس آیا ہوں تاکہ تمھیں ایک ایسی تحریر سے باخبر کروں جو ہمارے اور تمھارے درمیان نصف نصف ہے ۔

یہ دستاویز جو تمھارے ہاتھوں میں ہے ۔ اس کے متعلق میرے بھتیجے نے مجھے خبر دی اور اُس نے میرے ساتھ کبھی جھوٹ نہیں بولا ۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایک کیڑا اس پر مسلط کر دیا، اور اس میں لکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کچھ نہیں چھوڑا۔ تمھاری غداریوں اور ہم پر تمھارے ظلم کو اس میں سے باقی چھوڑ دیا۔

پس اگر وہی بات ہے جو میرے بھتیجے نے کہی ہے تو اُس کی موافقت کرلو ۔ اللہ کی قسم ہم اُنھیں تمھارے سپرد کریں یہ ممکن نہیں تا وقتیکہ ہمارا آخری مرد مر نہ جائے ۔

اور اگر اُن کا کہنا غلط ہے تو ہم اُن کو تمھارے سپرد کر دیتے ہیں ۔ پھر تمھاری مرضی تم اُنھیں قتل کرو یا زندہ چھوڑ دو۔ کافروں نے کہا جو آپ کہہ رہے ہیں ہم اس فیصلے پر راضی ہیں ۔

اس پر وہ دستاویز کھولی گئی تو کافروں نے حضور اقدسؐ کو سچا پایا اور اس دستاویز کے کھولنے سے پہلے جو بات حضور علیہ السلام نے فرمائی تھی، وہ ہو بہو صحیح ثابت ہوئی۔ قریش نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے۔ اے ابو طالب یہ تو تمھارے بھتیجے کا کھلا کھلا جادو ہے۔ پھر کافروں کی سختیاں اور ان کی دشمنیاں حضور اکرمؐ اور آپ کے صحابہؓ کے خلاف اور بڑھ گئیں اور وہ اسی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔

بنو عبدالمطلب نے کہا کہ جھوٹ اور جادو کی ہم پر تہمت ہے تو تمھارا اپنے متعلق کیا خیال ہے؟ ہماری قطع رحمی پر تم اکٹھے ہو گئے ہو، یہ حرکت خباثت اور جادو کے زیادہ قریب ہے۔ اگر تم لوگ اس کذب اور جادو پر اکٹھے نہ ہوتے تو یہ دستاویز اس طرح نہ مٹتی۔ وہ تمھارے قبضے میں ہے۔ ہمارے قبضے میں نہیں۔ اس میں جو اللہ تعالیٰ کا نام تھا، اس کو تو اللہ تعالیٰ نے حفاظت کے نقطۂ نظر سے مٹا دیا اور جو بغاوت و سرکشی تھی، اس کو اللہ نے چھوڑ دیا۔ کیا جادوگر ہم ہیں یا تم ہو؟

یہ سن کر قریش بہت شرمندہ ہوئے۔ کچھ لوگوں نے کہا: ان میں ایک ابوالبختری تھا جس کا نام العاص بن ہشام بن الحارث بن عبدالعزیٰ بن قصی ہے، اور ایک مطعم بن عدی اور ایک ہشام ابن عمرو اور بنو عامر بن لوی کے بھائی تھے۔ وہ دستاویز ان ہی کے پاس تھی۔ ان کے علاوہ زہیر ابن اُمیہ، زمعہ بن الاسود بن عبدالمطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی، قریش کے ایسے لوگ تھے، جن کے گھروں میں بنو ہاشم کی عورتیں تھیں۔

یہ سب کہنے لگے کہ جو کچھ ہوا اُس پر اُنھیں ندامت ہے۔ اس لیے

ہم اس دستاویز سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں ۔ ابو جہل نے غصے میں کہا یہ ایسا فیصلہ ہے جس کے لیے ایک سازش کی گئی ہے ۔

## حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

### کا اپنے آپ کو مختلف قبائل کے پاس پیش کرنا

حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قریش کے اُس مکارانہ اور ظالمانہ معاہدے کو برباد کر دیا تو اللہ تعالیٰ کے نبی اپنے رفقا کے ساتھ حیاتِ نو کے سے جذبے کے ساتھ لوگوں میں گھل مل گئے ۔ ان سالوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرب کے قبائل کے پاس ہر موسم میں تشریف لے جاتے ۔ ہر شریف آدمی سے بات چیت فرماتے ۔ آپ ان سے فرماتے کہ میرا اور کوئی سوال نہیں سوائے اس کے کہ وہ آپ کو ٹھکانہ دے دیں اور قریش کے ظلم و استبداد کے مقابلے میں اپنی اخلاقی و انسانی ذمہ داریاں پوری کریں ۔

آپ فرماتے کہ فی الوقت مجھے کسی سے کسی طرح کی ناپسندیدگی نہیں ، جو شخص میری دعوت کو پسند کرتا ہے وہ اسے قبول کر لے اور جسے پسند نہیں ، میرا اس پر زور نہیں ۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرے قتل کا ارادہ کرنے والوں کے مقابلے رکاوٹ بن جاؤ ۔ تم ایسا کرو گے تو میں سکون کے ساتھ اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں گا اور پھر اللہ تعالیٰ میرے اور میرے رفقا کے لیے اپنی طرف سے جو فیصلہ چاہیں گے فرمائیں گے ۔ لیکن وا حسرتا کہ کسی قبیلے کو اس کی توفیق نہ ہوئی اور اُن قبائل میں سے کوئی بھی اس طرف نہ آیا بلکہ وہ کہنے لگے کہ جناب جو شخص جس قوم سے تعلق رکھتا ہے ، اس کی قوم اسے زیادہ خوب جانتی ہے ۔ آپ نے ایسا بھی کوئی دیکھا کہ ہماری تو اصلاح کرنے آجاتے اور اُس کی اپنی قوم فساد اور بگاڑ کا شکار ہو ۔

یہ سب اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس برکت کا خزانہ انصار کے لیے جمع کر رکھا تھا ۔ ( آخر یہ اُن کے مقدر میں آیا )

# نبی مکرم علیہ الصلاۃ والسلام کا سفر طائف

ابوطالب کے مرنے سے قریش کی زیادتیاں اور بڑھ گئیں تو حضور اقدس نے قبیلہ ثقیف کا رخ کیا، اس اُمید سے کہ وہ آپ کو ٹھکانہ دیں گے اور اس کارِ خیر میں دست و بازو بنیں گے۔ تین افراد کا آپ نے فیصلہ کیا جو آپس میں بھائی تھے یعنی عبدیالیل بن عمرو، حبیب بن عمرو اور مسعود بن عمرو۔ آپ ان کے پاس گئے۔ مصائب اور پریشانیوں سے اُنھیں آگاہ کیا اور قریش کی زیادتیوں کا ذکر کیا۔ ان میں سے ایک نے کہا اگر تجھے ہی اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا ہے تو میں کعبے کے پردے چرا کر لاؤں گا۔ دوسرے نے کہا اس مجلس کے بعد میں تیرے ساتھ ذرا بھر گفتگو نہ کروں گا۔ اگر تو واقعی رسول ہے تو تو حق دشرافت کے اعتبار سے اس سے کہیں بلند تر ہے کہ میں تیرے ساتھ بات چیت کروں۔ تیسرے نے کہا کیا اللہ تعالیٰ اس بات سے عاجز تھا کہ تیرے بغیر کسی کو رسول بنا کر بھیجتا۔

اُنھوں نے یہ بات بنو ثقیف میں پھیلادی، لوگ اکٹھے ہوگئے اور آپ سے ٹھٹھہ کرنے لگے اور راستے میں صف در صف ہو کر بیٹھ گئے۔ اپنے ہاتھوں میں پتھر جمع کر لیے۔ آپ قدم اُٹھاتے اور زمین پر رکھتے تو وہ بدبخت آپ کو پتھر مارتے۔ برابر آپ کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کا معاملہ وہ کر رہے تھے۔ آپ ان کی صفوں سے جب نکل آئے تو قدموں سے خون بہہ رہا تھا، اس وقت آپ نے انگوروں کے ایک باغ کا قصد کیا۔ انگوروں کی ایک بیل کے سایہ میں آکر بیٹھ گئے، آپ سخت غم زدہ تھے اور زخموں سے چور ــــ آپ کے قدموں سے برابر خون بہہ رہا تھا۔

باغ میں عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ تھے۔ ان کو آپ نے دیکھا تو وہاں آنا پسند نہ ہوا کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمن تھے، اور اس پیغام کے بھی جو آپ لے کر آئے تھے۔ بہر حال اُنھوں نے اپنے نوکر کے ذریعے انگوروں کا خوشہ بھیجا ــــ وہ فی الحقیقت نینوی کے علاقے کا عیسائی تھا۔ اُس نے آکر انگور خدمتِ اقدس میں پیش کیے آپ نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھانے شروع کیے تو اس نوکر کو جس کا نام "عدرس تھا، تعجب ہوا۔

آپ نے اس سے پوچھا، عداس تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اُس نے کہا نینوی کا۔

آپ نے فرمایا کہ اس شہر کے افراد میں ایک مرد صالح یونس بن متی تھے؟ عداس نے کہا کہ آپ کو کیا معلوم ہے کہ یونس بن متی کون تھے؟

اس پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے اسے حضرت یونس کے متعلق بتلایا۔ حضور اقدس کسی ایسے شخص کی تحقیر کا سوچ بھی نہ سکتے تھے جو اللہ تعالیٰ کا نمائندہ، رسول، نبی ہو چکا ہے۔ اس نے مزید حضرت یونس کے حالات پوچھے؟ تو حضور اقدس نے وحی کے متعلقہ حصّے اسے بتلائے۔ وہ آپ کے حضور جھک گیا، آپ کے قدموں کو بوسہ دینے لگا، اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ عتبہ اور شیبہ نے اپنے ملازم کی کیفیت دیکھی تو سکتے میں آ گئے۔

جب وہ واپس آیا تو اُنھوں نے پوچھا تجھے کیا ہوا کہ تو ان کے سامنے جھکا اور ان کے قدم چھوئے؟ جب کہ تو نے ہم میں سے کسی کے ساتھ کبھی یہ سلوک نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ یہ ایسا مرد صالح ہے جس نے ہماری طرف مبعوث ہونے والے نبی حضرت یونس بن متی کے حالات سے واقف و آگاہ کیا اور مجھے خبر دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس پر وہ دونوں ہنس پڑے، اور کہنے لگے کہ یہ شخص دھوکے باز ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) کہیں تجھے نصرانیت کے معاملے میں فتنے میں مبتلا نہ کر دے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے رسول مکہ معظمہ واپس تشریف لائے۔

## حدیث اسرا اور معراج کا ذکر

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے یہاں فاضل مرتب نے سند کا ذکر کر کے حاشیے میں توجہ دلادی کہ تفصیلات کے سلسلے میں امام بیہقی کی دلائل النبوۃ ج: ۲: ص ۱۰۷ دیکھیں۔ نیز اس واقعے کی تفصیلات کے ضمن میں ابن ہشام ج ۱: ص $\frac{۳۹۵}{۴۰۲}$، ابن سعد ج: ۱، ص: ۱۴۱ - ۱۴۲ البخاری کتاب المناقب ص: ۶۳، ۶۴، المسلم کتاب الایمان ص ۱۶۲، ۱۶۸ وغیرہ دیکھیں۔ واقعے کی شہرت کے پیشِ نظر اُنھوں نے یہاں تفصیل نہیں دی۔

# عقبہ اولیٰ وثانیہ ۱۲ھ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ موسم حج کے موقعے پر بنی مالکؓ بن نجار کے کچھ حضرات (جو آئندہ چل کر انصار کہلائے) حاضر ہوئے۔ ان میں یہ حضرات شامل تھے۔

۱: معاذ بن عفراؓ ۲: اسعد بن زرارہ

بنو زریق کے یہ حضرات تھے۔

۳: رافع بن مالک ۴: ذکوان بن عبد قیس

بنو غنم بن عوف کے جو حضرات تھے، ان کے نام ہیں۔

۵: عبادہ بن الصامت ۶: ابو عبدالرحمٰن بن ثعلبہ

بنو عبدالاشہل میں سے ۷: ابوالہیثم بن التیہان

اور بنو عمرو بن عوف میں سے ۸: عویمر بن ساعدہ شامل تھے۔

ان حضرات کے پاس خود رسولِ محترم تشریف لائے، اپنی نبوت و رسالت کی خبر سے اُنھیں سرفراز فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس شرف و مجد سے نوازا ہے اس سے مطلع کیا اور اُنھیں قرآن پڑھ کر سنایا۔

ان حضرات نے سنا تو اُنھیں یقین و اطمینان حاصل ہوا، اور مدینہ میں اہلِ کتاب سے آپ کے تذکرہ اور دعوت کے متعلق جو کچھ ان حضرات نے سن رکھا تھا، اسے معلوم کرکے تصدیق کی اور ایمان لائے۔ اس طرح ان حضرات کا اس عظمت سے مشرف ہونا ایک خبر کا سبب تھا۔

ان حضرات نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اوس و خزرج کے درمیان خونی نزاعات ہیں۔ ہم اس چیز کو بہت محبوب رکھتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو رہنمائی کی، ہم اللہ تعالیٰ اور آپ کے لیے ہر طرح کی کوشش کرنے پر تیار ہیں، جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس کے معاملے میں ہم مشورہ کریں گے، فی الوقت آپ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے انتظار فرمائیں ہم اپنی قوم کی طرف واپس جاکر اُنھیں آپ کے حالات سے باخبر کریں گے

اور انھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دیں گے، کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان مصالحت کی شکل پیدا فرما دے اور ہمارا معاملہ مجتمع ہو جائے۔ اب تو ہم بدقسمتی سے ایک دوسرے سے بہت دور ہیں اور بغض و حسد کا شکار۔ اگر آپ ہم سے پیش قدمی فرمائیں اور ہم آپس میں رضامند نہ ہو سکیں تو ہم آپ کے لیے جماعت کا فرض ادا نہ کر سکیں گے تاہم ہم آپ سے آنے والے سال کے موسم حج میں ملنے کا وعدہ کرتے ہیں۔

پس انھوں نے جو کہا، اللہ تعالیٰ کے رسول نے اس کو پسند فرمایا اور وہ لوگ واپس چلے گئے، اور اپنی قوم کو مخفی طریق سے دعوت دینی شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ کے رسول اور جو کچھ وہ لے کر تشریف لائے ہیں، اس سے باخبر کرنا شروع کیا۔ قرآن پڑھ کر اپنی قوم کو دعوت دی، نتیجہ یہ ہوا کہ مشکل سے کوئی گھر ایسا رہ گیا جس میں سے کوئی نہ کوئی فرد مسلمان نہ ہو گیا ہو۔ پھر انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنی طرف سے کسی صاحب کو بطور مبلغ و استاد بھیجیں جو لوگوں کو کتاب اللہ کے ذریعے دعوت دے کیوں کہ لوگوں کی تابعداری اور مان جانے کی خاصی امید ہے۔ آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا جو بنو عبدالدار کے عزیز تھے، وہ بنو غنم کے علاقے میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر مقیم ہوئے، انھوں نے مخفی طریق سے دعوت کا کام شروع کیا۔ اس موقعے پر اسلام کا پیغام خوب پھیلا، اس کے ماننے والے بہت ہو گئے۔ لیکن وہ بہرحال ابھی تک دعوت کے کام میں ذرا مخفی طریق کو اپنائے ہوئے تھے۔ تاہم اب حضرت اسعد بن زرارہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما "بئر مرق" یا اس کے قریب ایک جگہ تشریف لائے، وہاں بیٹھ گئے۔ انھوں نے وہاں کی آبادی کے پاس پیغام بھیجا، لوگ آ گئے تو حضرت مصعب نے ان سے بات چیت کی اور سارا قصہ ان کے سامنے کہہ سنایا۔ ان حضرات کے حالات کی خبر سعد بن معاذ کو ہوئی۔ وہ مسلح ہو کر آئے، نیزہ ان کے پاس تھا وہاں وہ کھڑے ہو گئے اور پوچھا کہ آپ ہماری آبادی میں کیوں آئے، جب کہ آپ تن تنہا، اکیلے اور اجنبی ہیں، ہمارے کمزور لوگوں کو آپ بے وقوف بنا رہے ہیں، جب کہ وہ آپ کو اپنی طرف (اپنے طریق کی طرف) دعوت دیتے ہیں۔ اس قصے کے بعد میں اپنے اور تمھارے درمیان کسی قسم کے حق جوار (پڑوس) کو نہیں دیکھتا۔

اس وقت تو یہ حضرات واپس لوٹ گئے لیکن پھر چند دن بعد اسی جگہ آئے، پھر سعد بن معاذ کو خبر ہوئی تو وہ اس جگہ آئے لیکن اب پہلے کے مقابلے میں ان کی دھمکی ہلکی تھی۔ جب اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں کچھ نرمی دیکھی تو کہا، اے خالہ کے بیٹے، ان کی بات تو سنو، اگر ناپسند ہو تو آپ سے بہتر بات بتائیں، صحیح خیال کریں تو مان لیں۔

سعد بن معاذ نے پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہیں؟ تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیات پڑھ کر سنائیں۔

حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۚ

(الزخرف: ۱-۳)

قسم ہے اس واضح کتاب کی، ہم نے رکھا اُس کو قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔

سعد بن معاذ نے کہا، میں وہی بات سنتا ہوں جو سمجھتا ہوں، یہ کہہ کر وہ اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت تو دے دی لیکن فی الوقت اُنھوں نے اسلام ظاہر نہ کیا، اپنی قوم کے پاس آکر بنو عبدالاشہل کو اسلام کی طرف بلایا اور اپنے اسلام کو ظاہر کیا۔ سعد بن معاذ نے کہا کسی چھوٹے، بڑے، مرد یا عورت کو اس میں شک ہے تو اس سے بہتر چیز لائے ہم اس کو قبول کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم وہ ایک ایسا پیغام لائے ہیں جس کے معاملے میں گردنیں جھک جاتیں اور گہری سوچ کا شکار ہو جاتی ہیں۔

سعد بن معاذ کے قبول اسلام اور اُن کی دعوت کے سبب ان کا قبیلہ بنو عبدالاشہل مسلمان ہو گیا، ہاں وہ لوگ جن کا ذکر نہیں ہوا وہ محروم رہے۔ اس طرح یہ انصار کا پہلا محلہ تھا جس کا پورا خاندان مسلمان ہو گیا۔ اب بنو نجار نے حضرت مصعب بن عمیر کو اپنے یہاں سے نکال دیا اور حضرت اسعد بن زرارہ پر سختی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مصعب، حضرت سعد بن معاذ کے یہاں منتقل ہو گئے اور ان کے پاس رہ کر مسلسل دعوتِ دین کا کام کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے لوگوں کی ہدایت کا سامان کرتا رہا۔ حتیٰ کہ انصار کے گھروں میں سے بہت کم کو چھوڑ کر باقی نے اسلام قبول کر لیا، اور جو معزز حضرات تھے اُنھیں بھی توفیق میسر آگئی۔ حضرت عمرو بن الجموح مسلمان ہو گئے، اُنھوں نے اپنے بت توڑ ڈالے۔

اب مسلمانوں کا معاملہ یہ تھا کہ وہ مدینہ میں سب سے زیادہ باعزت تھے، ان کے معاملات کی اصلاح ہوگئی اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ وسلم کی طرف واپس تشریف لے گئے۔ انھیں "المقریٰ" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ (قرآن پڑھنے کے اعتبار سے بہت بلند درجہ)

## عقبہ ثانیہ

آئندہ سال ستر انصاری حضرات زیارت بیت اللہ کے لیے آئے۔ ان میں چالیس حضرات بڑی عمر کے اور معززین میں سے تھے، جب کہ تیس حضرات نوجوان، ان میں سے جو بہت چھوٹے تھے وہ ہیں، عقبہ بن عامر، ابومسعود، جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ملاقات کے وقت حضور اقدس کے ساتھ حضرت عباس بن عبدالمطلب آپ کے چچا تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو کی، اس حقیقت سے انھیں آگاہ کیا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختص فرمایا ہے۔ یعنی نبوت و بزرگی۔ اور انھیں اسلام کی دعوت دی۔ بیعت یعنی معاہدہ دعوت دی۔ یہ بیعت اس بات کی تھی کہ وہ آپ کے معاملے میں پوری حفاظت و حصار کا کام کریں گے جس طرح اپنی جانوں اور مالوں کے معاملے میں کرتے ہیں۔ انھوں نے دعوتِ حق قبول کی اور اس کی تصدیق کی، اور کہنے لگے کہ اپنے رب اور اپنی ذات کے لیے جو چاہیں آپ شرط لگائیں۔ آپ نے فرمایا: میں اپنے رب کے لیے تو یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور اسی کی عبادت کرنا اور اپنے لیے یہ شرط لگاتا ہوں کہ میرے لیے تم اسی طرح مددگار اور آڑ بنو گے جس طرح اپنی جانوں اور مالوں کے لیے بنتے ہو۔

جب انھوں نے خوشی سے اس شرط کو قبول کر لیا تو جناب عباس نے ان سے شرط لگائی اور حضور اقدس کے لیے ان سے پختہ عہد و پیمان لیے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے درمیان کے معاملات کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ عقبہ کے دن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے پہلے بیعت ابوالہیثم بن التیہان نے کی اور کہا یا رسول اللہ! ہمارے اور لوگوں کے درمیان

مختلف قسم کے دوستی کے رشتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ ہم ان سب سے دست بردار ہو جائیں اور آپ پھر اپنی قوم کے پاس واپس تشریف لائیں، ہم تمام معاہدات دوستی کو قطع کر کے آپ کے لیے لڑائیاں بھی لڑیں تو پھر ایسا ہو — اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا کہ:

"میرے تمہارے خون اور قصاص و بدلے مشترک ہوں گے"۔

اس سے ابو الہیثم خوش ہو گئے اور اپنی قوم کے پاس آ کر کہا: اے میری قوم یہ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے نام کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے ہیں۔ آج کے دن تو وہ اللہ تعالیٰ کے حرم اور اس کے امن میں ہیں، ان کی قوم اور اعزہ ان کے سامنے ہیں۔ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر تم ان کے ساتھ نکلو گے تو سارے عرب ایک کمان کے ساتھ تمہیں نشانہ بنائیں گے۔ اگر تم اس خوفناک جنگ کے لیے قلبی طور پر تیار ہو اور جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ اپنے مالوں اور اپنی اولاد کی قربانی کا سوچ سکتے ہو تو انہیں اپنی زمین پر تشریف لانے کی دعوت دو۔ وہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اگر تم ان کی پریشانی اور پسپائی کا خوف رکھتے ہو اور رسوائی کا اندیشہ ہے تو ابھی سے معذرت اچھی ہے۔

عبداللہ نے کہا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی طرف سے اس حقیقت کو قبول کر لیا ہے۔ ابو الہیثم، اب تم ہمارے اور رسول اللہ کے درمیان مخل نہ ہو، بس ہم کو بیعت کر لینے دو۔

ابو الہیثم نے کہا کہ پہل میں کروں گا، پھر تم کرنا۔

اس اثنا میں پہاڑ کے سرے سے شیطان چیخ کہ اے قریشیو، یہ اوس و خزرج والے تمہارے خلاف جنگ کا معاہدہ کر رہے ہیں۔ پس وہ اس دھمکی سے گھبرا گئے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ آواز تمہارے لیے گھبراہٹ کا سبب نہ بنے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس کی آواز ہے۔ اس کو ان میں سے کوئی نہیں سنے گا جن سے تم ڈر رہے ہو۔ یہ کہہ کر رسول محترم اٹھے، آپ نے شیطان پر واضح کر کے فرمایا، اے عیار و چالاک، تیرے یہی کرتوت ہیں، میں ابھی تیرا بندوبست کرتا ہوں۔ قریش کو اس صورت حال کا علم ہو تو انھوں نے ادھر کا رخ کیا، حتیٰ کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے احباب کے

کجاووں کو روندتے پھرے لیکن اُنھیں کچھ نظر نہ آیا تو مایوس ہو کر واپس لوٹ گئے ۔

بنو سالم کے عزیز العباس بن عبادہ بن نضلہ نے کہا یا رسول اللہ، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت و بزرگی سے نوازا، آپ چاہیں تو ہم اپنی تلواروں کے ساتھ اہل منیٰ (قریش مکہ) کی ابھی خبر لے لیں اور ان پر ٹوٹ پڑیں ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا اس کا حکم و اجازت (ابھی) نہیں دی گئی، اور ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر متفق تھے اور اپنی طرف سے اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی مدد و نصرت کی جو شرط کی تھی، اسے انھوں نے پورا کر دکھایا ۔ وہ اپنے گھروں کو اس حال میں پلٹے کہ عظیم نفع اور رشد و ہدایت کا سرمایہ ان کے ہمراہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اہلِ ایمان کے لیے اس شہر کو ٹھکانہ بنا دیا ۔ اس کے باسیوں کو اسلام اور نبی رحمت کی نصرت کرنے والا اور اس گھر کو ہجرت کا گھر بنا دیا ۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم ۔

## عقبۂ اخیرہ میں حاضری دینے والے انصار

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان خوش قسمت افراد کے نام گنائے ہیں جنھوں نے انصار میں سے رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کی ۔

۱ : انصار کے بنو سلمہ بن تزید بن جشم میں سے حضرت البراء بن معرور بن صخر بن خنسا، یہ نقیبا میں سے ہیں اور پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنے ایک تہائی مال کی وصیت کی اور اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم نے اُنھیں اجازت دے دی ۔

۲ : انصار کی شاخ بنو حارثہ بن الحرث میں سے بہیر بن الہثیم

۳ : ثابت بن اجدع انصاری

۴ : جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ انصاری ۔

۵ : الحارث بن قیس بن مخلد، انھوں نے بدر کے معرکے میں شہادت پائی (انصار کی شاخ بنو زریق)

۶ : زید بن لبید (انصار کی شاخ بنو بیاضہ)

۷ : سعد بن الربیع بن ابی زہیر بن مالک بن امرئ القیس بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج -
(انصار - بنو الحارث بن الخزرج)

۸ : زہیر بن رافع (انصار - بنو حارثہ بن الحرث)

۹ : عمرو بن غزیہ بن ثعلبہ بن خنسان بن مبدول بن غنم بن مازن (انصار - بنو مازن بن النجار)

۱۰ : عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ بن اسیر بن عسیرہ ، ان کی کنیت ابو مسعود تھی (انصار - بنو الحرث بن الخزرج)

۱۱ : کعب بن مالک بن ابی القیس بن کعب بن سوادہ (انصار - بنو سلمہ)

اس بیعت میں ستر حضرات سے زائد شامل تھے جیسا کہ پہلے گزرا ہے ، لیکن حضرت عروہ کے حوالے سے نام یہی نقل ہوئے ہیں - بعض دوسرے ارباب سیرت نے کچھ اور نام بھی ذکر کیے ہیں جیسے اُسید بن حضیر بن سماک بن عتیک ، سعد بن خیثمہ الانصاری رفاعہ بن المنذر ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم - (مزید تفصیل ابن ہشام ج ۱ ، ص : ۴۴۳ - ۴۴۴ ، ابن حزم ص : ۷۴ - ۸۵ ، اور ابن سید الناس ج ۱ ، ص : ۱۶۷ - ۱۷۰ ، اور ابن عبد البر ص : ۷۶ - ۷۹ میں ملاحظہ فرمائیں)

# صحابہ کرام کی ہجرت مدینہ

پھر جب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے رفقا پر اور بھی معاملہ سخت ہو گیا (اور انصار مدینہ کے معاہدے کے سبب قریش بھڑک اُٹھے) تو آپ نے مسلمانوں کو مدینہ منورہ جانے کا حکم دے دیا - اس پر وہ حضرات گروہ در گروہ جانے لگے -

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب اور عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے رفقا کے ساتھ نکلے تو وہ بنو عمرو بن عوف کے محلہ و علاقے میں اترے - ابو جہل بن ہشام اور الحرث بن ہشام نے عیاش بن ابی ربیعہ کو جو ان دونوں کے ماں شریک بھائی تھے ، واپس بلایا - اُنھوں نے ان سے کہا کہ تمھاری والدہ بہت پریشان ہے ، اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ نہ تو سایہ میں بیٹھے گی اور نہ اپنے سر میں تیل ڈالے گی جب

تک تمھیں دیکھ نہ لے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمیں تمھیں واپس بلانے کی مطلق ضرورت نہ تھی، ہم تجھے تیری ماں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتے ہیں ۔ والدہ ان کے ساتھ بہت رحم و کرم کا معاملہ کرتی تھی اور ان پر بہت مہربان تھی۔ عیاش اپنی والدہ کی محبت اور اس کی شفقت سے خوب واقف تھے، اس کے باوجود وہ ان سے مطمئن نہ تھے اور ان کی بات ماننے کو تیار نہ تھے۔ اُنھوں نے ان کے ساتھ آنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ الحرث بن ہشام ذمہ داری لیں تو وہ آنے کو تیار ہیں، اس کے معاہدے اور ذمہ داری پر یہ چلے تو اُنھوں نے ان کو دھوکے سے قابو کر کے باندھ لیا۔ اس تکلیف دہ ماحول میں یہ فتح مکہ تک رہے اور مسلسل قید میں زندگی گزاری۔ اُدھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی رہائی اور حفاظت کے لیے برابر دعا فرماتے رہے۔

# رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ کو ہجرت

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے بعد، ذوالحجہ کے بقیہ ایام اور محرم و صفر کے مہینے ٹھہرے رہے تا آں کہ مشرکین قریش جمع ہوئے اور یہ معلوم کر کے کہ حضور اقدس بھی جانے والے ہیں، اُنھوں نے تدبیر سوچنا شروع کر دی (کہ آپ جا نہ سکیں) اُنھیں معلوم ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مدینہ منورہ میں ٹھکانے کا اہتمام کر دیا ہے اور وہ جگہ آپ کے لیے مضبوط حصار کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ انصار کا اسلام قبول کرنا، مکہ کے مسلمانوں کا ہجرت کر کے وہاں جانا سب ان کے علم میں آچکا تھا، اس لیے اُنھوں نے سوچا کہ آپ کو گرفت میں لیا جائے، پھر یا تو قتل کر دیے جائیں، یا قید میں ڈال دیے جائیں یا آپ کو روک لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و تدبیر سے آپ کو مطلع کر دیا۔ اور فرمایا۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (الانفال: ۳۰)

اور جب فریب کرتے تھے کافر کہ تجھ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ بھی داؤ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی داؤ کرتا تھا، اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔

حضور اقدس اس رات حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر آئے اور رات کے وقت ان کی معیت میں غار ثور کی طرف نکل گئے ۔ یہ وہ غار ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ عزیز میں کیا ہے ۔ حضرت علی نے آپ کے گھر کا قصد کیا اور ان کی آنکھوں سے چھپتے چھپاتے آپ کے بستر پر سو گئے ۔ قریش رات بھر آپس میں الجھتے رہے ، وہ سوچتے تھے کہ بستر پر ہی حملہ کر کے آپ کو قابو کر لیا جائے ۔ صبح تک یہی ان کی گفتگو چلتی رہی ۔ کوئی فیصلہ نہ کر پائے ۔ اور صبح کے وقت جب اچانک حضرت علی بستر سے اُٹھ کر آئے تو انھوں نے آپ سے حضور اقدس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں ۔

اس پر وہ سمجھ گئے کہ آپ تو نکل گئے ، چنانچہ وہ سوار ہو کر آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور مختلف مقامات پر جہاں چشمے وغیرہ ہیں ، اپنے نمائندے دوڑا دیے اور سب کو آپ کی تلاش کا حکم دے دیا اور سب کے لیے ایک معقول انعام کا اعلان کر دیا اور خود چلتے چلاتے اس غار پر آ گئے ، جس میں حضرت رسولِ اکرم اور ابوبکر صدیق اکبر مقیم تھے ۔ یہ غار کے اوپر چڑھ آئے ، اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آوازیں تک سنیں ، اس موقعے پر حضرت ابوبکر صدیق اکبر ڈر گئے اور خوف و پریشانی انھیں لاحق ہو گئی (کہ حضور اقدس کو یہ تکلیف نہ پہنچائیں ) اس وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ) ان سے کہا : لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ۔ کہ ڈریے نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور آپ نے دُعا فرمائی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے " سکینت " نازل ہوئی ۔

فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی ط وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا ط وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ٥ (التوبہ : ۴۰)

پھر اللہ تعالیٰ نے اُتاری اپنی طرف سے اُس پر تسکین اور اُس کی مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں اور نیچے ڈالی بات کافروں کی اور اللہ تعالیٰ کی بات ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکی اور فیاضی کے سبب مکہ میں ان کے لیے اور ان کے اہل و عیال کے لیے بہت ہی احترام کے جذبات تھے ، آپ نے اپنے خادم و غلام عامر

بن فہیرہ کو بھیجا جو نہایت درجہ امین، مؤتمن اور اسلام کے اعتبار سے خوب انسان تھے۔ وہ بنو عبد بن عدی سے ایک صاحب کو اجرت پر لے آئے۔ ان کا نام "ابن الاریقط" تھا اور وہ قریش کے حلیف و معاہد تھے یعنی قریش کی شاخ بنو سہم کے جو بنو العاص بن وائل کی ضمنی شاخ تھی۔ وہ ابھی دشمن کے کیمپ میں تھے، مشرک تھے، مقصد ان سے راستے کی رہنمائی تھی۔ ان ایام میں اس نے ہماری رازداری کا اہتمام کیا۔ حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر روز شام کے وقت غار میں آ کر ان تمام باتوں کی خبر دیتے جو مکہ میں ہوتیں اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر رات بکریاں لاتے تاکہ ان کا دودھ لیا جا سکے اور ضرورت کے تحت ذبح بھی کی جا سکیں۔ وہ صبح سویرے جا کر دوسرے لوگوں کے چرواہوں میں شامل ہوتے تاکہ ان کے متعلق کوئی معلوم نہ کر سکے۔ پھر جب ان کے معاملے میں لوگوں کی آوازیں دھیمی پڑ گئیں اور معلوم ہو گیا کہ تھکے والے تھک ہار کر خاموش ہو کر بیٹھ گئے ہیں تو عبد الرحمٰن بن ابی بکر اور عامر بن فہیرہ دو اونٹ لے کر آ گئے۔

غار میں ان حضرات نے ۲ دن ۲ رات قیام فرمایا (مشہور روایت تین دن تین رات کی ہے) اس کے بعد رختِ سفر باندھا۔ ان کے ساتھ عامر بن فہیرہ بھی تھے جو خدمت، معاونت اور مقابلے کے لیے ہمراہ تھے۔ حضرت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُنھیں اپنا ردیف بنایا اور اپنے پیچھے بٹھایا۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی اور ساتھ نہ تھا۔ ہاں وہ صاحب تھے جنھیں "ابن الاریقط" کہا جاتا تھا۔ ان کا مقصد راستے کی رہنمائی تھا۔ حضرت عروہ کے بقول "یہ حضرات مکہ معظمہ کے زیریں راستے سے سفر کرتے رہے۔ پھر عسفان کی طرف نچلے ساحل کو اپنایا، پھر معروف راستے پر چل پڑے، معروف راستے پر "قدید" کے بعد آئے اور سفر مکمل کیا۔

# غزوۂ بدر

ابن الحضرمی کے قتل کے بعد ۲ ماہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رُکے رہے۔ اس کے بعد ابو سفیان بن حرب قریش کے ایک قافلے کے ساتھ واپس لوٹے۔ ان کے ساتھ قریش کے تمام قبائل کے ستر سوار تھے اور ان میں مخرمہ بن نوفل، عمرو بن العاص جیسے لوگ

شامل تھے۔ یہ شام میں تجارت کرنے گئے تھے اور ان کے ساتھ اہل مکہ کے خزائن تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قافلہ ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا۔ جس قریش کے پاس ایک اوقیہ سے زیادہ سونا تھا یا چاندی، وہ اس تجارتی قافلے میں شامل کر دی تھی البتہ حویطب بن عبدالعزیٰ نے شمولیت نہ کی تھی، اس لیے وہ بدر سے الگ تھلگ رہا اور اس میں شامل نہ ہوا۔

اس قافلے کا حضورِ اقدس سے اور آپ کے رفقا سے تذکرہ ہوا۔ حالتِ جنگ تو پہلے سے آپس میں موجود تھی حتیٰ کہ ابن الحضرمی کے قتل سے قبل بھی اس طرح کے حالات تھے، اور اسی کے ساتھ ہی دو افراد عثمان اور الحکم کی قید بھی تھی کہ وہ بھی حالتِ جنگ کا سبب تھی۔ جب قافلے کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوا تو آپ نے عدی بن ابی الزغباء الانصاری اور بسبس (ابن عمرو) کو قافلے کے حالات کے جائزے کے لیے بھیجا کہ اپنے چشمے کے قریب جا کر حالات کو دیکھیں۔ سمندر کے ساحل کے قریب وہ قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ کے پاس آئے، اُنھوں نے ان سے قافلہ اور قریشی تاجروں کے متعلق پوچھا تو اُنھیں خبر دی گئی۔ یہ لوٹ کر حضورِ اقدس کی خدمت میں واپس آئے اور آپ کو حالات سے مطلع کیا۔ آپ نے مسلمانوں کو اس قافلے کے سلسلے میں کوچ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ یہ رمضان کی بات ہے۔

ابوسفیان، حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے خوف زدہ تھا۔ اس نے جہینی قبیلے کے پاس پہنچ کر حضورِ اکرم کے معاملات کے سلسلے میں حالات معلوم کیے۔ اُنھوں نے اسے عدی بن ابی الزغباء اور بسبس کی آمد کی خبر دی اور ان کے ٹھکانوں کا بتایا اور اس کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسفیان نے کہا کہ ان سے ان کے اونٹ چھین لو۔ اس نے اونٹوں کی مینگنیوں کا تجزیہ کیا تو ان میں کھجوروں کی گٹھلیاں تھیں۔ کہنے لگا کہ اہلِ یثرب (مدینہ) کے جانوروں کی یہی خوراک ہے اور یہ محمد اور اس کے رفقا کے جاسوس ہیں، بس وہ پکڑے جانے کے خوف سے جلدی سے بھاگے اور ابوسفیان نے ضمضم بن عمرو نامی ایک شخص کو قریش کے ہاں جلدی سے روانہ کیا۔ یہ شخص قبیلہ بنو غفار سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ تم جلدی کوچ کرو اور اپنے قافلے کو محمد اور اُس کے رفقا سے بچاؤ، کیوں کہ وہ اپنے رفقا کو ہم سے تعرض کرنے کے لیے آمادہ کر رہے ہیں۔

# عاتکہ کا خواب

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ "عاتکہ" رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اور اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب کے پاس رہتی تھیں۔ انھوں نے بدر کی لڑائی سے چند سے قبل خواب دیکھا، گھبراہٹ کے سبب جاگتے ہی انھوں نے اپنے بھائی عباس سے رابطہ کیا اور کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے، مجھے اپنی قوم کی ہلاکت کا خدشہ ہے۔

عباس نے پوچھا کہ کیا خواب دیکھا؟

عاتکہ نے کہا کہ آپ میرے ساتھ وعدہ کریں کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کریں گے، اس لیے کہ قوم نے سُن لیا تو وہ ہمیں اذیت پہنچائیں گے اور ہمیں وہ جلی کٹی سننا پڑیں گی جو ہمیں پسند نہ ہوں گی۔ عباس نے وعدہ کیا تو انھوں نے بتایا کہ میں نے ایک سوار مکّے کی بلندیوں سے اپنی سواری پر اس طرح آتے دیکھا کہ وہ بلند آواز سے چیخ رہا ہے اور کہہ رہا ہے۔" اے قدم قدم پر عہد شکنی کرنے والو اور لے ہر موقعے پر نافرمانی کا ارتکاب کرنے والو! دو یا تین راتوں میں نکلو"۔ پھر وہ شخص مسجد میں داخل ہوگیا اور اس طرح کہ اپنی سواری پر سوار تھا اور مسجد میں تین مرتبہ زور سے آواز دی۔ اس اثنا میں مرد، عورتیں اور بچے اس کی طرف متوجہ ہوگئے، اس کی وجہ سے لوگ سخت خوف زدہ ہوگئے، پھر میں نے اس کو اسی طرح اپنی سواری پر سوار کعبہ کی چھت پر دیکھا۔ وہاں بھی اس نے تین مرتبہ زوردار آواز لگائی اور آلِ غدر و فجر کو دو یا تین راتوں میں نکل جانے کا کہا۔ حتیٰ کہ میں نے دو ستونوں کے درمیان اہلِ مکّہ کی آوازیں سنیں، پھر اس نے ایک بڑی چٹان کا رُخ کیا اور اس کو اس کی جڑوں سے اکھاڑ کر اہلِ مکّہ کی طرف لڑھکا دیا۔ اس کے ٹکڑے ہوگئے اور مکّے کے ہر گھر میں اس کے ٹکڑے جا جا کر گرے۔ پس اے برادرِ من، مجھے اپنی قوم کے متعلق خوف محسوس ہو رہا ہے کہ اس پر افتاد آنے والی ہے۔

عباس بھی گھبرا گئے۔ بہن کے پاس سے اُٹھ کر اپنے خاص دوست ولید بن عتبہ بن ربیعہ کے پاس گئے، اسے اپنی بہن کا خواب سنایا اور اسے پابند کیا کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کرے۔ عتبہ نے اپنے بھائی شیبہ سے ذکر کر دیا حتیٰ کہ وہ بات اس طرح چلتے چلاتے ابوجہل تک پہنچ گئی۔

اگلی صبح عباس بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے کہ ابوجہل سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ عتبہ، شیبہ، اُمیہ بن خلف، زمعہ بن الاسود اور ابوالبختری اپنے طور پر اس خواب کے تذکرے میں مشغول تھے ان کی نظر بھی عباس پر پڑی کہ طواف کر رہے ہیں۔ پھر ابوجہل نے کہا کہ ابوالفضل (عباس کی کنیت) فراغت پر ہمارے پاس تشریف لائیں، خیر وہ طواف سے فارغ ہو کر آ کر بیٹھ گئے۔ ابوجہل نے پوچھا کہ عاتکہ نے کیا خواب دیکھا؟ تو انھوں نے ذرا اعراض برتا اور کہا کچھ نہیں بس ایسے ہی بات ہے۔

ابوجہل نے کہا کہ اے بنو ہاشم تم مردوں کے جھوٹ پر راضی اور خوش نہ تھے کہ اب عورتوں کے جھوٹے قصے ہمیں سنا رہے ہو۔ ہم اور تم ایک ہی کشتی کے سوار تھے لیکن جب ہماری عزت بڑھ گئی تو تم نے کہا کہ ہمارے اندر نبی آیا ہے، اب کیا باقی رہ گیا تھا کہ تم نے یہ بھی کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہمارے پاس گویا نبیہ آئی ہے۔ ہم نے تمھارے خاندان سے زیادہ جھوٹے مرد اور جھوٹی عورتیں نہیں دیکھیں۔ ان بدبختوں نے اس دن انھیں شدید اذیت پہنچائی۔

ابوجہل نے کہا کہ عاتکہ کا خیال ہے کہ سوار نے یہ بات کہی ہے کہ دو تین راتوں میں نکل جاؤ، یہ تین راتیں گذر گئیں اور کچھ نہ ہوا تو تمھارا جھوٹ الم نشرح ہو جائے گا اور ہم ایک تختی لکھ کر کعبے میں لٹکا دیں گے، جس میں لکھا ہوگا کہ عرب میں تمھارے گھرانے کے مرد اور عورتیں سب سے زیادہ جھوٹے ہیں۔ اے قصی کی اولاد! کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ تمھارے پاس جو ذمہ داریاں ہیں یعنی بیت اللہ کی خدمت، مجلس مشورت، پانی پلانا اور جھنڈا وہ چھن جائیں؟ اور یہ ہو کر رہے گا تاوقتیکہ تم اپنے خاندان کے اس فرد کو پیش نہ کر دو جسے نبی کہتے ہو۔ پھر اس بدبخت نے انھیں سخت اذیت پہنچائی۔ حضرت عباس نے جوابی طور پر شدید غم و غصہ کا اظہار کیا اور ابوجہل کو شدید نفرت و حقارت کے الفاظ سے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جھوٹ کا اصل منبع تو تُو اور تیرا گھر ہے۔

ابوجہل کے پاس موجود دوسرے لوگ اس پر چیخ اٹھے۔ اے عباس آپ تو ایسے جاہل اور خرافاتی نہ تھے۔ عباس نے اپنی ہمشیرہ عاتکہ کے پاس افسوس کا اظہار کیا کہ اس کا خواب پھیلانے سے انھیں اس طرح تکلیف پہنچی۔ خواب دیکھنے سے ٹھیک تین رات بعد

وہ سوار مکّے میں آ دھمکا جس کا نام ضمضم بن عمرو الغفاری تھا اور جسے ابوسفیان نے بھیجا تھا۔ اس نے آتے ہی چلاّنا شروع کیا۔

لوگو! نکلو، کیونکہ محمد اور اس کے رفقا نے ابوسفیان کو آلیا ہے، اپنے قافلے کو بچاؤ۔

اس آواز سے قریش سخت خوف زدہ ہو گئے اور عاتکہ کے خواب کے سبب بہت زیادہ گھبرا گئے اور ہر بلند جگہ اور نیچی جگہ سے کوچ کرنے لگے۔ (طبرانی - مرتبہ مرسل وحسن)

ابوجہل نے غصّے میں کہا کہ محمد کا یہ خیال ہے کہ جو نخلہ میں ہوا (یعنی ابن الحضرمی کا حادثۂ قتل) وہی اب بھی ہوگا۔ عن قریب معلوم ہو جائے گا کہ ہم اپنے قافلے کو بچاتے ہیں یا نہیں؟ اس نے ۹۵۰ جنگجو اور ان کے پیچھے ایک سو گھڑ سوار روانہ کیے۔ اس موقعے پر ہر شخص نکلا اور قریش نے کسی کو نہیں چھوڑا، حتیٰ کہ جس کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ محمد اور اس کے اصحاب کی صف میں سے ہے یا کوئی مسلمان ہے یا کوئی بنو ہاشم ہے، اسے بھی نہیں چھوڑا، ہر ایک کو مجبور کیا۔ جن حضرات کو مجبور کیا ان میں عباس بن عبدالمطلب، نوفل بن الحارث، طالب بن ابی طالب اور عقیل بن طالب شامل ہیں۔ طالب بن ابی طالب نے اس موقعے پر کچھ شعر بھی کہے جن کا مفہوم تھا کہ:

> طالب ایسی جماعتوں کے ساتھ نکل رہا ہے جن کا مقصد لوٹ مار ہے، وہ ایسی جماعت میں شامل ہے جو لڑنے والی اور جنگ کرنے والی ہے۔ اس کے ساتھ زیادتی کر کے اسے نکالا گیا ہے، وہ خوشی سے نہیں نکلا۔ اب وہ مغلوب ہو کر لوٹے گا نہ کہ غالب ہو کر۔

وہ لوگ چل کھڑے ہوئے اور "جحفہ" پہنچے۔ وہ یہاں عشا کے قریب پانی کے چشمے پر پہنچے۔ بنو المطلب بن عبد مناف کا ایک شخص جُہیم بن الصلت بن مخرمہ بھی ان میں تھا۔ وہ لوٹا تو اس نے ایسے محسوس کیا جیسے اس کے سر پر کوڑا ڈال دیا گیا ہے۔ وہ اس سے شدید طور پر گھبرا اُٹھا اور اس نے اپنے رفقا سے کہا کہ تم نے اس گھڑ سوار کو دیکھا ہے جو ابھی میرے سر پر کھڑا تھا۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم نے تو نہیں دیکھا، معلوم ہوتا ہے کہ تو پاگل ہے کہ ایسی باتیں کر رہا ہے۔

اس نے کہا کہ ابھی ایک سوار کھڑا تھا۔ اس نے ابوجہل، عتبہ، شیبہ، زمعہ، ابوالبختری، امیہ بن خلف وغیرہ کو قتل کر دیا ہے۔ اس نے اس طرح کے بہت سے سرداران قریش کے نام گنوا دیے۔ لیکن اس کے رفقا نے اس سے کہا کہ شیطان گویا تمھارے ساتھ تمسخر کر رہا ہے اور پھر اُنھوں نے یہ بات ابوجہل تک پہنچائی۔ اس بدبخت نے کہا کہ بنو ہاشم کے اور جھوٹ بہت ہیں ایک یہ بھی سہی۔ کل لوگ دیکھ لیں گے کہ کون قتل ہوتا ہے۔

ادھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس قریش کے شام سے واپس آنے والے قافلے کا ذکر ہوا جس میں ابوسفیان بن حرب، مخرمہ بن نوفل اور عمرو بن العاص وغیرہ قریش کی ایک جماعت شامل تھی۔

حضور اکرم اس کے تعاقب میں نکلے۔ بدر کی طرف بنو دینار کی گھاٹی تک جا کر واپس لوٹے اور ثنیۃ الوداع سے پھر رختِ سفر باندھا۔ آپ کے ساتھ ۳۱۶ حضرات کی جماعت تھی۔ ایک روایت ۳۱۳ کی ہے۔ اس موقعے پر بہت سے حضرات نے دامن کوہ میں پناہ لے کر انتظار کیا۔ یہ پہلا واقعہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عزت و سربلندی کا اہتمام فرمایا۔

یہ حضرات رمضان المبارک کی ۱۸ تاریخ کو مدینہ منورہ سے نکلے۔ اس وقت چونکہ مقصد صرف اس قافلے کا تعاقب تھا اس لیے لوگ بنو دینار کی گھاٹی سے چلے اور مسلمانوں نے کسی قسم کا اہتمام نہیں کیا۔ حالت یہ تھی کہ تین تین حضرات ایک ایک اونٹ پر سوار تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سواری میں حضرت علی بن ابی طالب اور مرثد بن ابی مرثد الغنوی شامل تھے جو بنو حمزہ کے حلیف تھے "عرق ظبیہ" کے مقام پر پہنچے تو تہامہ کی طرف سے آنے والا ایک سوار ملا، مسلمان چلے جا رہے تھے، حضور علیہ السلام کے رفقا نے اس سے ابوسفیان کے قافلے کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے علم نہیں۔ مایوسی پر اُنھوں نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو سلام کہو۔

اس نے کہا کہ تمھارے اندر اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟

اُنھوں نے کہا ہاں۔

اس نے پوچھا کون؟ صحابہ نے اشارے سے بتلایا۔

اعرابی نے آپ سے پوچھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں ؟

آپ نے فرمایا ، جی ہاں ۔

اس نے کہا کہ یہ بات صحیح ہے تو بتلائیں کہ میری اونٹنی جو حاملہ ہے اس کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ ؟ اس پر بنو عبدالاشہل (الانصار) کے ایک فرد سلمہ بن سلامہ بن وقش غضب ناک ہو گئے ، انھوں نے اسے کچھ سخت سُست کہا جسے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے پسند نہ فرمایا ۔ اس کے بعد حضور اکرم مزید آگے بڑھے لیکن حال یہ تھا کہ آپ کو قریش اور ان کے قافلے کے متعلق کسی قسم کی خبر نہیں مل رہی تھی ۔ اس لیے آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا ۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ہم زمین کی مسافت اور سفر سے بہت زیادہ واقف ہیں ۔ عدی بن ابی الزغبا نے قافلے کے متعلق خبر دی تھی کہ وہ فلاں فلاں وادی میں ہے ، گویا ہم اور وہ بدر کی طرف رواں دواں ہیں ۔ مزید مشورے کا آپ نے پوچھا ، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول وہ قریش ہیں اور ان کے معزز لوگ ! اللہ تعالیٰ نے جب سے آپ کو نبوت کی عزت سے نوازا ہے ، پھر کسی قسم کی کوئی بے عزتی والی بات آپ کے حق میں ممکن نہیں رہی ، وہ لوگ آپ سے ضرور لڑیں گے ، اس لیے آپ مکمل تیاری فرمائیں ۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزید مشورہ طلب فرمایا تو حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ (الانصاری) نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کو وہ بات نہ کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہی تھی کہ :

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝ (المائدۃ : ۲۴)

(سو تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں)

بلکہ آپ اپنے رب کی معیت کے ساتھ چلیں ہم آپ کے پیچھے پیچھے ہوں گے ۔

حضور اقدس نے مزید مشورہ کیا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ بار بار کا مشورہ دراصل اس لیے ہے کہ ہم انصار اپنی رائے کا اظہار کریں ۔ چونکہ ہجرت مدینہ کے بعد میثاق مدینہ میں مدینے پر حملے کے سلسلے میں تو ہم کو پابند کیا گیا تھا ، بیرونی جنگ میں ہم

پابند نہ تھے، اس لیے آپ ہماری رائے لینا چاہتے ہیں ۔ سعد بن معاذ نے عرض کیا ۔ اے اللہ تعالیٰ کے رسول شاید کہ آپ اس بات سے پریشان ہیں کہ انصار آپ کے رفیق و غم گسار نہ بنیں گے، اور آپ کا ان پر جو حق ہے اس کا خیال نہ کریں گے تاوقتیکہ دشمن ان کے گھروں میں نہ آ جائے ۔ لیکن اے اللہ کے رسول میں انصار کی طرف سے عرض کر رہا ہوں کہ آپ جس سے چاہیں تعلق رکھیں، جس سے چاہیں توڑیں، جہاں چاہیں چلیں، ہمارے مال سے جو چاہیں لے لیں، جو چاہیں ہمیں دے دیں، جو آپ لے لیں گے وہ ہمارے لیے اس سے زیادہ خوشی کا باعث ہوگا جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے ۔ آپ مشورہ مانگتے ہیں تو ہمارا معاملہ آپ کا ہے، ہم تو آپ کے تابع ہیں، واللہ العظیم اگر آپ "برک غمد" (یمن کا علاقہ) تک جانا چاہیں گے تو ہم چلیں گے ۔ سعد کی اس بات سے اللہ تعالیٰ کے نبی خوش ہو گئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آگے بڑھو کیونکہ مجھے قوم کی قتل گاہیں دکھا دی گئی ہیں ۔ اس لیے آپ نے بدر کا قصد و ارادہ فرمایا ۔

ابوسفیان اپنے تحفظ کے لیے ساحل سمندر کے راستے چل کھڑا ہوا، بدر کی گھاٹی سے خوف زدہ ہوگیا اور قریش کو لکھا کہ چونکہ وہ رسول اکرم کے مخالف راستے پر چل کھڑا ہوا ہے اور اس نے محسوس کیا ہے کہ وہ اپنے تجارتی سامان سمیت محفوظ ہوگیا ہے اس لیے اب تم لوٹ جاؤ، تم اپنے سواروں کو بچاؤ ۔ مجھے تمھارے متعلق ڈر اور خوف ہے ۔ قریشیوں کو یہ خبر جحفہ میں پہنچی تو ابوجہل نے کہا، کہ ہم کبھی واپس نہ جائیں گے ۔ بدر پہنچیں گے، وہاں قیام کریں گے، عربوں میں سے جو سامنے آئے گا اسے مزہ چکھائیں گے، کیونکہ عربوں میں کسی کو ہمارا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ۔

اخنس بن شریق نے اسے پسند نہ کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ لوٹ جانا چاہیے لیکن وہ لوگ لوٹنے پر تیار نہ تھے، دراصل قومی وقار نے انھیں بھڑکا رکھا تھا ۔ اخنس نے دیکھا کہ یہ تو لوٹتے نہیں تو وہ بنوزہرہ کو آمادہ کر کے واپس لے گیا، ان میں سے کوئی شخص بدر میں شریک نہ ہوا ۔ وہ لوگ اخنس کی رائے سے بہت خوش تھے اور اخنس کے مرتے دم تک وہ اسے اپنا مطاع سمجھتے رہے ۔ بنو ہاشم کے افراد نے واپسی کا قصد کیا تو ابوجہل نے

ان پر جبر کیا اور کہا کہ ہم لوٹے تو تم لوٹ سکتے ہو ورنہ نہیں ۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر کے چشمے کے نچلی طرف عشا کے وقت پہنچے ۔ آپ نے حضرت علی، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت بسبسا الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا کہ تم اس ٹیلے کے پاس جاؤ، جو وادی بدر کے تحتانی علاقے میں ہے ۔ مجھے اُمید ہے کہ وہاں سے تمھیں کوئی خبر ضرور ملے گی ۔ یہ حضرات اپنی تلواریں نیام میں ڈال کر گئے تو وہاں قریش کے ایک چھوٹے سے دستے کو دیکھا، جیسا کہ حضورِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ۔

اُنھوں نے بنو حجاج اسود اور آل عاص کے ایک ایک غلام کو پکڑ لیا ۔ آلِ عاص کے غلام کا نام اسلم تھا ۔ اُنھیں لے کر وہ حضور اقدس کی خدمت میں آئے ۔ ان سے ابوسفیان اور ان کے رفقا کے متعلق پوچھ گچھ کی ۔ اُنھوں نے قریش اور اُن کے قافلے کے متعلق بتلایا ۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اس وقت ابوسفیان کے قافلے کے تعاقب کو پسند کرتے تھے، ابوجہل کے قافلے کو نہیں ۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے سُن رہے تھے، مسلمانوں نے ان غلاموں کو ڈانٹ ڈپٹ بھی کی تھی ۔ اس پر اُنھوں نے ابوسفیان کے قافلے کے متعلق کچھ بتلایا ۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا :

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا

(الانفال : ۴۲)

جس وقت تم تھے ورلے کنارے پر اور وہ پرلے کنارے پر، اور قافلہ نیچے اُتر گیا تھا تم سے، اور اگر تم سے آپس میں وعدہ کرتے تو نہ پہنچتے وعدے پر ایک ساتھ، لیکن اللہ تعالیٰ کو کر ڈالنا تھا ایک کام جو مقدر ہو چکا تھا ۔

راوی کہتے ہیں کہ مسلمان اسی ادھیڑ بُن میں تھے جب وہ غلام قریش کی آمد کا کہتے تو یہ کہتے کہ تم صحیح نہیں کہتے ۔ ابوسفیان کی بات کرتے تو خوش ہوتے ۔ حضورِ اکرم نے سلام کے بعد صورتِ حال پوچھی تو صحابہ نے بتلایا کہ یہ قریش کی آمد کا کہہ رہے ہیں ۔ حضور اکرم نے

فرمایا کہ یہ صحیح کہہ رہے ہیں ۔

تم عجیب لوگ ہو یہ سچ کہتے ہیں تو تم ڈانٹ پلاتے ہو، جھوٹ بولتے ہیں تو چھوڑ دیتے ہو - قریش اپنے قافلۂ تجارت کے بچاؤ کے لیے نکل آئے ہیں اور انھیں ڈر تھا کہ تم ان کے قافلے کو نقصان پہنچاؤ گے - پھر آپ نے خود ان غلاموں کو بلا کر ان سے پوچھا تو انھوں نے قریشی قافلے کی خبر دی اور کہا کہ ہمیں ابوسفیان کے قافلے کی کوئی خبر نہیں - حضورِ اقدس نے پھر پوچھا کہ ان کی تعداد کتنی ہے؟ انھوں نے کہا کہ حتمی تعداد معلوم نہیں لیکن بہرحال وہ کثیر تعداد میں ہیں - پھر آپ نے پوچھا کہ انھوں نے کتنے اونٹ ذبح کیے تو ایک نے کہا کہ ایک دن دس اونٹ، دوسرے نے بتلایا کہ دوسرے دن ۹ اونٹ انھوں نے ذبح کیے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ نوسو اور ہزار کے درمیان ہیں - آپ نے اونٹوں کی تعداد سے اندازہ لگایا کہ انھوں نے ایک دن ۹ اور ایک دن ۱۰ اونٹ ذبح کیے ہیں[۱]

اس کے بعد آپ نے جگہ کے سلسلے میں مشورہ کیا تو حضرت الحباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ (انصار کی شاخ بنو سلمہ کے فرد) نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول میں یہاں کے حالات سے بخوبی واقف ہوں - اس وادی کے کنوئیں کا مجھے بخوبی علم ہے - اس کا کنواں ایسا ہے کہ اس کا پانی بہت ٹھنڈا ہے اور وافر مقدار میں اس میں پانی ہے - اگر آپ پسند فرمائیں تو وہاں چل کر قیام فرمائیں -

حضور اقدس علیہ السلام نے چلنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے ساتھ دو میں سے ایک قافلے کا وعدہ کیا ہے - لوگوں کے دل میں خوف تو تھا ہی ، بہرحال مسلمان اپنی جگہ اور مشرک اپنی جگہ تیز رفتاری سے چل رہے تھے اور پانی پر قبضے کی فکر میں تھے ، مشرکین وہاں پہنچ گئے -

اُس رات اللہ تعالیٰ نے شدید بارش برسائی جو قریش کے لیے سخت ابتلا کا باعث بنی - اس کے سبب پھسلن ہوگئی اور چلنا پھرنا مشکل ہوگیا -

مسلمان سفر اور تھکانے کے سبب کسی قدر پریشانی کا شکار تھے، لیکن چونکہ زمین نرم

تھی اس لیے انھوں نے بارش کا پانی جمع کر لیا اور بڑا سا حوض بنا کر اسے اکٹھا کر لیا اور جو بچ گیا اُسے کھلا چھوڑ دیا گیا ۔ اللہ تعالیٰ کے رسول نے فرمایا کہ قریش کی قتل گاہ یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ لوگ کل دیکھ لیں گے ۔ اللہ تعالیٰ انعام کے طور پر فرماتے ہیں ۔

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝ (الانفال : ۱۱)

جس وقت کہ ڈال دی اللہ تعالیٰ نے تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کے واسطے اور اُتارا تم پر آسمان سے پانی کہ اس سے تم کو پاک کر دے اور دُور کر دے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کر دے تمھارے دلوں کو اور جما دے اُس سے تمھارے قدم ۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاس دو گھوڑے تھے ایک پر مصعب بن عمیر اور دوسرے پر سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار تھے، دوسرے پر البتہ کبھی حضرت الزبیر بن العوام اور کبھی حضرت المقداد بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سوار ہوتے ۔ پھر حضور اکرم نے پانی کے حوض کے ساتھ ساتھ صفیں بنوائیں ۔ قریش کی اطلاع پر اللہ تعالیٰ کے رسول نے عرض کیا ۔

اے اللہ یہ قریش مکر و غرور کے ساتھ یہاں آئے ہیں ۔ تیرے ساتھ لڑائی اور تیرے رسول کی تکذیب ان کا رویہ ہے ۔ اے اللہ جس چیز کا تو نے وعدہ کیا میں اس کا سوال کرتا ہوں ۔

اس وقت آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے اور بار بار عرض کر رہے تھے کہ اے اللہ جس چیز کا تو نے وعدہ کیا ہے، میں اس کا تجھ سے سوال کرتا ہوں ۔

حضرت ابو بکر نے عرض کیا، یا رسول اللہ، آپ مطمئن ہو جائیں، اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس وعدے کو ضرور پورا فرمائے گا جو اُس نے آپ سے کیا ہے ۔

مسلمان مسلسل اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ رہے تھے اور فریاد کر رہے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور مسلمانوں کی فریاد سُن لی۔ اُدھر مشرک سامنے تھے، ان کے ساتھ ابلیس لعین سراقہ بن جعشم مدلجی کی شکل میں ان کے ساتھ تھا، اور اُنھیں کہہ رہا تھا کہ بنو کنانہ تمھاری مدد کے لیے پیچھے آرہے ہیں، آج کے دن کوئی تمھارے اوپر غالب نہیں آسکتا۔ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ بنو کنانہ کی آمد کے ساتھ ساتھ وہ ایسی باتیں کر رہا تھا اور گویا ان کے حوصلے بڑھا رہا تھا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ

(الانفال: ۴۷)

اور نہ ہو جاؤ ان جیسے، جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کو۔

یہ اور بعد کی آیات، ان مشرکوں اور جھوٹے مدعیان دین کے متعلق ہیں جنھوں نے حضور اقدس اور آپ کے رفقا کی قلت کو دیکھ کر تکبر و غرور کی باتیں کیں اور کہا کہ دیکھو ان لوگوں کو اپنے دین پر کتنا ناز ہے، جب کہ تعداد یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (الانفال، ۴۹)

اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر، تو اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

اب مشرک اور مسلمان آمنے سامنے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ مشرک تھک چکے تھے لیکن شیطان تھا کہ ان کے ساتھ چمٹا ہوا تھا۔ حکیم بن حزام، عتبہ بن ربیعہ سے ملا اور کہا کہ تمھیں یہ بات پسند ہے کہ جب تک تم زندہ رہو قریش کے سردار کہلاؤ؟

عتبہ نے کہا بڑی اچھی بات ہے، آپ جو چاہیں کریں۔

حکیم نے کہا کہ تم لوگوں کو آواز دے کر اکٹھا کرو، ابن الحضرمی کی دیت لے لو اور اس قافلے کو مجھ سے جو تکلیف پہنچی ہے اس کا معاوضہ لے لو، کہ لوگ اس سے زیادہ کچھ چاہتے بھی نہیں۔

عتبہ نے کہا بڑی اچھی بات ہے جو تم کہہ رہے ہو اور جو کرنا چاہتے ہو وہ بہت

اچھا ہے۔ آپ اپنے قبیلے میں اس کی کوشش کریں، میں بھی لوگوں کو اس سلسلے میں ترغیب دیتا ہوں۔ عتبہ نے حکیم کے لیے ایک سواری کا اہتمام کر دیا اور حکیم زعمائے قریش کے پاس جا جا کر اس سلسلے میں انھیں آمادہ کرنے لگا اور ان سے کہا:

"میری قوم، میرا کہنا مان لو، تمھیں ابن الحضرمی کی دیت مطلوب ہے اور جو تمھیں تکلیف پہنچی اس کا معاوضہ، میں تمھارے ساتھ اس دیت دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ اس شخص (محمد) کو چھوڑ دو۔ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو تمھارے سوا عربوں میں سے کوئی اور اس کا کام تمام کر دے گا۔ اس کی فوج اور لشکر میں ایسے لوگ ہیں جن کے ساتھ تمھاری عزیز داری ہے۔ اگر لڑائی کی نوبت آئی تو پھر تم دیکھو گے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کا، کوئی بیٹے کا، کوئی بھتیجے کا اور کوئی اپنے چچا زاد کا قاتل نظر آئے گا اور تمھارے اندر بغض و عداوت کا مستقل سلسلہ قائم ہو جائے گا۔ اگر یہ بادشاہ ہوا تو حرج کیا ہے، تم اپنے ہی بھائی کی حکومت میں ہو گے۔ اگر نبی ہے تو اسے قتل مت کرو کہ اس کے سبب تم پر لعنت کی جائے، لیکن اگر تم اسے چھوڑو گے نہیں تو مجھے لمبی مصیبت نظر آ رہی ہے۔"

ابو جہل نے اس کی گفتگو پر حسد کا مظاہرہ کیا اور بہت بُرا منایا۔ اُدھر اللہ تعالیٰ بھی اپنا فیصلہ نافذ فرمانے کا ارادہ فرما چکے تھے۔

عتبہ ان دنوں مشرکین کا سردار تھا۔ اس لیے اب ابو جہل نے الحضرمی کے بیٹے کی طرف توجہ کی۔ وہ مقتول کا عزیز تھا۔ اُس نے کہا کہ عتبہ لوگوں کے درمیان رسوائی کا سامان کر رہا ہے، وہ تیرے بھائی کی دیت کی باتیں کر رہا ہے اور اس کا خیال ہے کہ تم دیت قبول کر لو گے، تمھیں دیت قبول کرتے ہوئے شرم نہ آئے گی؟ اُدھر ابو جہل نے قریش سے کہا کہ عتبہ کو خوب معلوم ہے کہ تم اس شخص (محمد) اور اس کے رفقا پر غالب آنے والے ہو اور اس کے لشکر میں اس کے بعض عزیز ہیں، وہ تمھاری جنگی صلاحیت کو پسند نہیں کرتا۔ ساتھ ہی اس نے خاص عتبہ سے کہا۔ وہ اس وقت لوگوں کے درمیان چل پھر کر ان سے مشورے

کر رہا تھا۔ کہ تم جادو کا شکار ہو گئے ہو۔ خیال ابوجہل کا اور دوسرے لوگوں کا یہ تھا کہ شاید حضور اقدس نے کوئی بات کہی ہے۔ بہرحال ابوجہل نے عتبہ کی طرف تیز آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا کہ اگر تو قوم میں کوئی خیر کا پہلو ہے تو وہ صرف اس کے پاس ہے جو سُرخ اونٹ والا ہے (یعنی وہ خود) اگر لوگ اس کے پیچھے چلیں گے تو کامیابی پالیں گے۔ جب ابوجہل نے قریش کو جنگ کے لیے بھڑکا لیا تو اس نے عورتوں کو کہا کہ وہ دہائی دیں۔ عورتیں یہ سنتے ہی اُٹھ کھڑی ہوئیں اور قریش کی لمبی عمر کی دہائی دینے لگیں۔ اس سے ان کا مقصد قریش کو بھڑکانا تھا۔ اُدھر لوگ کھڑے ہو گئے اور وہ ایک دوسرے کو عار دلانے لگے۔ اس طرح قریش خرابیٔ بسیار کے بعد جنگ پر متفق ہو گئے۔ عتبہ نے ابوجہل سے کہا کہ بات تمھاری چل گئی لیکن تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ جادو کا کون شکار ہے اور میری اور تمھاری رائے میں سے صحیح کس کی ہے۔

قریش نے جنگ کے لیے پوزیشن سنبھال لی اور عمیر بن وہب سے کہا کہ سوار ہو کر جاؤ اور محمد اور اس کے رفقا کی تعداد کا اندازہ لگاؤ۔ عمیر گھوڑے پر سوار ہو کر گیا اور واپس آکر کہا کہ تم نے ان کا اندازہ کم و بیش تین سو لگایا ہے اور میرے خیال میں وہاں محض ستر کے لگ بھگ اونٹ ہیں۔ لیکن ذرا مجھے مہلت دو تاکہ میں دیکھ لوں کہ کہیں ارد گرد ان کے لیے کوئی معاون دستہ وغیرہ تو نہیں۔ اس نے یہ کہہ کر کچھ اور لوگوں کے ساتھ حضور اقدس اور آپ کے رفقا کے گرد چکر لگایا اور واپس آکر اطمینان دلایا کہ کوئی ایسی بات نہیں، کوئی ایسا نہیں جو ارد گرد ان کی مدد کے لیے موجود ہو۔ وہ اتنی مقدار میں ہیں جو ایک اونٹ کھا سکتے ہیں۔ اُنھوں نے عمیر سے کہا کہ تم ذرا دھوکہ دہی کے ذریعے ان کو خوف زدہ کرو۔ عمیر ایک سو سوار لے کر چکر لگاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول استراحت فرما رہے تھے، آپ نے اپنے احباب سے کہا کہ میری اجازت کے بغیر جنگ شروع نہیں کرنی۔ آپ پر نیند کا غلبہ ہو گیا حتیٰ کہ لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو حضرت ابوبکر بول اُٹھے یا رسول اللہ دشمن تو قریب آ گئے۔ اس پر حضور اقدس جاگ گئے، اللہ تعالیٰ نے خواب میں آپ کو کافروں کی تعداد بہت کم دکھلائی، اُدھر مسلمانوں کو کافروں کی آنکھوں میں بہت کم کر کے دکھلایا۔

اس کا مقصد یہ تھا کہ دونوں طبقے ایک دوسرے کو کم سمجھ کر آگے بڑھیں۔ اگر وہ ایک دوسرے کو زیادہ تعداد میں دیکھتے تو بزدلی کا مظاہرہ کرتے اور جنگ کے معاملے میں نزاع کا شکار ہو جاتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

حضور اقدس اور آپ کے رفقا کے ساتھ دو گھوڑے تھے۔ ایک ابومرثد الغنوی کا، دوسرا مقداد بن عمر کا۔ اُدھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں میں خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں انھیں نصیحت کی اور اُنھیں مطلع کیا کہ "آج کے دن اس معرکے کے شرکا کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت واجب و لازم کر دی ہے"۔ عمیر بن حمام جو بنو سلمہ کے اعزہ میں سے تھے اور صحابہ کرام کے لیے آٹا گوندھنے کی خدمت پر مامور تھے، اُنھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ، اگر میں شہید کر دیا جاؤں تو کیا میرے لیے جنت لازم ہوگی؟

حضور اقدس نے فرمایا! ضرور ہوگی۔

اس پر اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر شدید قسم کی چڑھائی کی، حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے یہ اس معرکے کے پہلے مقتول تھے۔ پھر اسود بن عبدالاسود مخزومی، اپنے جھوٹے معبودوں کی قسم کھاتا ہوا اس حوض کی طرف متوجہ ہوا جو حضور اقدس نے بنایا تھا تاکہ اس سے پہلے تو پانی پیئے پھر اسے ڈھا دے۔

جب وہ حوض کے قریب آیا تو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسد اللہ اسد رسولہ و سید الشہداء) سے اس کی ملاقات ہوئی۔ اُنھوں نے اس کے پاؤں پر تلوار ماری اور اُسے کاٹ دیا۔ وہ اس کے باوجود حوض کے سلسلے میں اپنے مشن کے لیے بڑھا، لیکن حضرت حمزہ نے اس کا تعاقب کر کے اس کو قتل کر دیا۔ اسود کے قتل کے بعد عتبہ بن ربیعہ بھرپور قومی غیرت کے ساتھ سامنے آیا۔ دراصل اسے ابوجہل نے شرم دلائی تھی، اس نے آتے ہی للکارا کہ کوئی ہے میرا مدِ مقابل؟ اور اس نے کہا کہ ابوجہل کو معلوم ہو جائے گا کہ بزدل کون ہے؟ ساتھ ہی اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید نکل آئے، اُنھوں نے بھی للکارا اور پوچھا کہ کون ہے ہمارا مدِ مقابل؟ ان تینوں کے مقابلے کے لیے تین انصار نکلے۔ لیکن اس کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند نہ فرمایا، کیوں کہ یہ پہلا معرکہ تھا، اللہ تعالیٰ کے نبی خود اس میں موجود تھے، حضور اقدس کی

خواہش تھی کہ آپ کے اعزہ مدِمقابل ہوں (کہ اُدھر بھی قریش بہادر تھے، اُنھیں سبق پڑھانے والے بھی ویسے ہی ہوں)

پس اللہ تعالیٰ کے نبی نے ان سے فرمایا کہ تم اپنی جگہ واپس آجاؤ اور ان کا مقابلہ ان کے عزیز کریں۔ اس پر حضرت حمزہ، حضرت علی اور عبیدہ بن الحارث بن المطلب اٹھے۔ حضرت حمزہ نے عتبہ کا اور عبیدہ نے شیبہ کا اور علی نے ولید کا مقابلہ کیا اور تینوں نے تینوں کو قتل کر دیا۔ البتہ حضرت عبیدہ زخمی ہوگئے اور ان کی مدد باقی دو حضرات نے کی اور اُنھیں اُٹھا لائے حتی کہ زیادہ خون بہنے سے ان کی وفات ہوگئی۔ اسی موقعے پر ہندہ بن عتبہ نے یہ شعر کہے:

ایا عینی جودی بدمع سرب — علی خیر خندف لم ینقلب

تدا عالہ رہطہ غدوۃ — بنو ہاشم و بنو المطلب

یذیقونہ حد اسیافہم — یعلونہ بعد ما قد ضرب

اور ہندہ نے نذر مانی کہ وہ حمزہ کا کلیجہ چبا کر رہے گی، بشرطیکہ اسے اس کا موقع مل گیا۔

یہ تین نفری مقابلہ عام مقابلے سے پہلے ہوا جس میں تین قریشی سورما مارے گئے۔ مسلمان بڑی لجاجت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت کی فریاد کر رہے تھے کیوں کہ لڑائی بھڑک چکی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ نصرت کے ایفا کی درخواست کی اور عرض کیا:

"بار الٰہا! یہ گروہِ مشرکین غالب آگیا تو شرک غالب آجائے گا اور تیرا دین سربلند نہ ہوگا۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کر رہے ہیں۔

"اے اللہ تعالیٰ کے رسول! قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی ضرور مدد کرے گا اور آپ کے چہرے کو روشن فرمائے گا۔

پس اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے لشکر میں فرشتوں کو بھیجا۔

حضرت رسولِ محترم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد نازل فرمادی ہے، فرشتے اُتر آئے ہیں۔ اے ابوبکر،

خوش ہوجاؤ، میں نے جبریل امین علیہ السلام کو اُترتے دیکھا ہے۔ وہ اپنے گھوڑے کو زمین و آسمان کے درمیان ہانک رہے ہیں۔ زمین پر اترتے ہی وہ اس پر سوار ہوگئے، پھر لمحہ بھر کو میری نظر سے اوجھل ہوگئے۔ پھر میں نے ان کے گھوڑے پر گردو غبار کو دیکھا۔

ابوجہل بھی دُعا میں مشغول تھا اور کہہ رہا تھا: اسے اللہ جو دین بہتر ہے اس کی مدد کر۔ اے اللہ ہمارا دین قدیم ہے، جب کہ محمد کا دین نیا ہے۔ اُدھر شیطان اسے طرح دے کر بھاگ گیا، کیوں کہ اس نے فرشتے اُترتے دیکھے تھے اور اپنی پارٹی کی مدد سے دوڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو شیطان کی کیفیت اور اس کے معاملات سے آگاہ کرکے اپنے نبی اور ان کے رفقا کی مدد کا حکم دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کنکریوں کی مٹھی لے کر مشرکوں کے چہرے کی طرف پھینکی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مٹھی بھر کنکریوں کا معاملہ بہت بڑھا دیا حتیٰ کہ کوئی مشرک ایسا نہ تھا جس کی آنکھیں اس سے بھر نہ گئی ہوں۔ مسلمان اس وقت ان کی صفوں میں گھس چکے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اُنھیں قتل کر رہے تھے اور فرشتے بھی اُنھیں قتل کرنے اور قیدی بنانے میں مشغول تھے۔ ان میں سے ہر شخص کی یہ حالت تھی کہ ہر ایک اوندھے مُنہ گرا ہوا تھا، اسے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کیا علاج کرے کہ مٹی اس کی آنکھوں سے نکل جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دے دیا تھا کہ غلبے کی شکل میں عباس، عقیل، نوفل بن حرث اور بختری کو قتل نہیں کرنا۔ چنانچہ یہ سب لوگ جن کا حضور نے فرمایا تھا قیدی بنا لیے گئے۔ سوائے ابوالبختری کے، کہ اس نے قیدی بننے سے انکار کر دیا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ خود حضور نے اس کے قتل نہ کرنے کا حکم دیا ہے بشرطیکہ وہ قیدی ہوجائے لیکن اس نے قیدی بننے سے گریز کیا۔ بہت سے لیسے لوگ قیدی بنا لیے گئے جن کے متعلق حضور اقدس نے حکم نہیں دیا تھا، کیوں کہ انھوں نے فدیہ و معاوضہ کی درخواست کردی تھی۔

لوگوں کا خیال ہے کہ ابوالبسیر نے ابوالبختری کو قتل کیا۔ بڑے لوگوں نے اس سے انکار کیا ہے، البتہ "المجدرز" نے اس کے قتل کا دعویٰ کیا ہے۔ جب کہ دوسرے حضرات اس کا قتل ابوداؤد المازنی کے ذمے ڈالتے ہیں، انھوں نے اس کی تلوار بھی لے لی جو ان کی اولاد

کے پاس تھی اور بعد میں البختری کی اولاد نے ان کی اولاد سے خرید لی ۔

" المجذر" کہتے ہیں :

لیشر بیتیم ان لقیت البحتری　　　ویشرن بمثلها منی بنی

انا الذی اشی اصلی من بلی　　　اطعنت بالمرابیۃ حتی تنثنی

ولا تری مجذرا یفری فری

لوگوں کا گمان یہ ہے کہ انھوں نے یہ حربیہ گیت اس لیے کہا کہ وہ قید پر آمادہ نہ تھا اور اس کو بتلایا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی نہ ہونے کی شکل میں قتل سے منع کیا تھا۔ لیکن البوالبختری نے نہ صرف یہ کہ قیدی بننے سے انکار کیا بلکہ انصاری پر تلوار سونت لی ، تو انصاری نے چابک دستی سے اس کے پستانوں کے درمیان نیزہ مار کر اسے گرادیا اور اس پر سوار ہوگیا۔ بعد میں حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مقتولوں کی طرف متوجہ ہوئے تو ابوجہل کی لاش کا پوچھا ، لیکن لاش نظر نہ آئی تو آپ کے چہرۂ انور پر پریشانی کے آثار نظر آئے ۔ آپ نے دعا کی ۔

" اے اللہ ، اس اُمت کے فرعون کے مقابلے میں مجھے عاجز نہ کرنا"۔

لوگ اس کی تلاش میں نکلے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کو پالیا۔ میدانِ جنگ کے قریب ہی وہ اوندھے منہ پڑا تھا، لیکن لوہے کے لباس میں غرق ، اپنی تلوار اس نے اپنے کندھے پر ڈال رکھی تھی۔ بظاہر زخمی نہ تھا لیکن ہل بھی نہ سکتا تھا، اوندھے منہ زمین کی طرف دیکھ رہا تھا۔

حضرت عبداللہ نے اسے دیکھا تو اس کے گرد ، اس کے قتل کے ارادے سے چکر لگایا۔ انھیں یہ احساس بھی تھا کہ یہ لوہے کے لباس میں غرق ہے کہیں چڑھ نہ دوڑے۔ لیکن جونہی قریب ہوئے اور دیکھا کہ وہ حرکت نہیں کرسکتا تو اسے تلوار مارنے کی ٹھانی ، لیکن یہ بھی ڈر تھا کہ لوہے کے لباس کے سبب تلوار کیا اثر کرے گی ؟ اس لیے وہ پھر پیچھے کی طرف سے آئے ۔ اپنی تلوار سے اسے حرکت دی تو وہ بے کسی کی تصویر تھا، حرکت نہ کرسکتا تھا۔آپ نے گدی کی طرف سے اس پر وار کرکے ضرب لگائی تو اس کا سر آپ کے سامنے تھا۔ آپ نے

اس کو بے بس کر دیا اور مار ڈالا، اور پھر عجیب تماشہ دیکھا کہ بظاہر وہ زخمی بھی نہیں لیکن اس کی گردن میں زنجیر قسم کی چیز ہے اور ہاتھوں پاؤں میں بیڑیاں ہیں تو نبی محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ساری تفصیل بتائی تو آپ نے فرمایا گویا اسے فرشتوں نے مارا ہے اور اظہار تشکر میں عرض کناں ہوئے۔

اے اللہ! تو نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

قریش شکست خوردہ اور مغلوب ہو کر واپس لوٹے۔ سب سے پہلے الحیسمان الکعبی شکست و ہزیمت کی خبر لیے مکے میں داخل ہوا۔ یہ حسن بن غیلان کا دادا تھا۔ لوگ کعبے کے پاس اکٹھے ہو کر اس سے سوالات کر رہے تھے۔ وہ زعمائے قریش میں سے جس کا پوچھتے یہ رو دیتا۔ صفوان بن امیہ حجر کے پاس قریش کی ایک جماعت سمیت بیٹھا تھا، اس نے کہا کہ یہ شخص احمق اور بے وقوف ہے۔ اس کا دل ماؤف ہو گیا ہے، اس سے میرے متعلق پوچھو گے تو میرے لیے رو دے گا (حالانکہ میں بیٹھا ہوں) بعض لوگوں نے اس سے صفوان کا پوچھ ہی لیا تو اس نے کہا کہ وہ تو حجر میں بیٹھا ہے لیکن اس کا باپ امیہ بن خلف قتل ہو چکا ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے قریش آ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کی مدد کی۔ مشرک اور کافر بدر کے واقعے کے سبب ذلیل ہو کر رہ گئے۔ مدینے میں ہر یہودی اور مخالف خجالت و شرمندگی کا شکار تھا۔ یہ دن "یوم الفرقان" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن ایمان و شرک کے درمیان حد فاصل کھینچ دی۔ یہود اب یقین کے ساتھ کہنے لگے کہ یہ شخص نبی ہے اور وہی نبی جس کی تعریف توراۃ میں ہے آج کے دن کے بعد اس کی ہر رائے غالب آ کر رہے گی۔

اہل مکہ کے ہر گھر میں مہینہ بھر اپنے مقتولوں کا ماتم بپا رہا۔ عورتوں نے اپنے سر کھول دیے۔ مقتولوں میں سے کبھی کسی کا سامان آتا، کبھی کسی کا گھوڑا تو عورتیں اس کے گرد نوحہ کرتیں، تھوڑی دیر سر ڈھانپ لیتیں، پھر نوحہ شروع کر دیتیں۔

بدر کے قیدیوں میں سے عقبہ بن ابی معیط کے سوا کوئی قتل نہ ہوا۔ اسے حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح نے قتل کیا جو بنو عمرو بن عوف کے عزیز تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ

عقبہ ان کے معاملے میں بدنیت ہے، قریش کے نام کو دہائی دیتا ہے اور کہتا ہے ۔

اے قریشیو! میں ان لوگوں کے درمیان اس طرح قتل کیا جاؤں گا ؟

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی دشمنی نے اسے برباد کیا ۔

مشرک قریشی مقتولوں کی لاشیں بدر کے اندھے کنوئیں میں ڈالنے کا رسول اکرم نے حکم فرمادیا ۔ ان پر لعنت ملامت کی ۔ آپ کھڑے نام بنام ان کو ڈالنے کا حکم دے رہے تھے، البتہ اُمیہ بن خلف کا معاملہ جدا تھا کیوں کہ وہ بڑی عمر کا آدمی تھا اس کی لاش پھول گئی ۔ اس کو جب کنوئیں میں ڈالنے لگے تو اس کا وجود پھٹ گیا ۔ آپ نے فرمایا اس کو ایسے ہی چھوڑ دو ۔ آپ ان ملعون لوگوں کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے ۔

تمھارے رب نے تمھارے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اس کو تم نے سچ پایا یا نہیں ؟

حضرت عروہ کے بقول پھر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف واپس ہوئے اور "ثنیۃ الوداع" کے راستے مدینے میں داخل ہوئے ۔ قرآن اس موقعے پر نازل ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا ذکر تھا جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدر کی طرف نکلنے میں مضمر تھی گو کہ بعض حضرات اسے پسند نہ کرتے تھے ۔

كَمَآ أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنۢ بَيْتِكَ بِٱلْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ لَكَٰرِهُونَ ۝ يُجَٰدِلُونَكَ فِى ٱلْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ (الانفال: ۵، ۶)

جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام کے واسطے اور ایک جماعت اہل ایمان کی راضی نہ تھی، وہ تجھ سے جھگڑتے تھے حق بات میں اس کے ظاہر ہو چکنے کے بعد ۔

یہ اور اس کے بعد کی تین آیات اسی مفہوم پر مشتمل ہیں [۱۶]

اس سے آگے اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور اس کے رفقا کی فریاد کو قبول کرنے کا تذکرہ فرماتے ہیں ۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَٱسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّى مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ

مُرْدِفِيْنَ ۝ (الانفال: ۹)

جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو وہ پہنچا تمھاری فریاد کو کہ میں مدد کو بھیجوں گا تمھاری ہزار فرشتے لگا تار آنے والے۔

اگلی آیت بھی اسی سلسلے سے متعلق ہے یعلٰہ

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کا بھی ذکر کیا کہ اس ذات پاک نے مسلمانوں کو اونگھ سے ڈھانپ لیا، مقصد اس سے ان کا امن تھا اور قریش کے ساتھ جو ہونے والا تھا اس کی خبر دی گئی۔

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۝ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ۝ (الانفال: ۱۱، ۱۴)

جس وقت کہ ڈال دی اُس نے تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کے واسطے اور اتارا تم پر آسمان سے پانی کہ اس سے تم کو پاک کردے اور دور کردے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کردے تمھارے دلوں کو اور جمادے اس سے تمھارے قدم۔

جب حکم بھیجا تمھارے رب نے فرشتوں کو کہ میں ساتھ ہوں تمھارے سو تم دل ثابت رکھو مسلمانوں کے، میں ڈال دوں گا دل میں کافروں کے دہشت، سو مارو گردنوں پر اور کاٹو ان کی پور پور۔ یہ اس واسطے ہے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ کے اور اُس کے رسول کے، اور جو کوئی مخالف ہوا اللہ کا اور اُس کے رسول کا تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ یہ تو تم چکھ لو اور جان رکھو کہ کافروں کے لیے ہے عذاب دوزخ کا۔

مشرکوں کے قتل اور رسولِ اکرمؐ کے ان کی طرف کنکریوں کی مٹھی پھینکنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ص وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ٥ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ٥ (الانفال: ۱۷-۱۸)

سو تم نے ان کو نہیں مارا لیکن اللہ نے ان کو مارا، اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت کہ پھینکی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی اور تاکہ کرے ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہے سننے والا جاننے والا۔ یہ تو ہو چکا اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سست کر دے گا تدبیر کافروں کی۔

مسلمانوں کی دعا اور طلب فیصلہ کے سلسلے میں ارشاد ہے:

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ج (الانفال: ۱۹)

اگر تم چاہتے ہو فیصلہ تو پہنچ چکا ہے تمہارے پاس فیصلہ۔

مشرکوں کے متعلق فرمایا:

وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ج وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ج وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ لا وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ (الانفال: ۱۹)

اور اگر باز آؤ تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر پھر یہی کرو گے تو ہم بھی پھر یہی کریں گے اور کچھ کام نہ آئے گا تمہارے تمہارا جتھا اگرچہ بہت ہوں، اور جان لو کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

آگے اس سلسلے میں ارشاد ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ج صلے وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ٥ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ٥ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ط وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ٥

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔

(الانفال: ۲۰ تا ۲۶)

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور اس سے مت پھرو سُن کر، اور ان جیسے مت ہو جنھوں نے کہا ہم نے سُن لیا اور وہ سنتے نہیں، بے شک سب جانداروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہی بہرے گونگے ہیں جو نہیں سمجھتے۔ اور اگر اللہ جانتا ان میں کچھ بھلائی تو ان کو سنا دیتا اور اگر ان کو اب سنا دے تو ضرور بھاگیں منہ پھیر کر۔

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمھاری زندگی ہے اور جان لو کہ اللہ روک لیتا ہے آدمی سے اُس کے دل کو اور یہ کہ اس کے پاس تم جمع ہوگے۔ اور بچتے رہو اُس فساد سے کہ نہیں پڑے گا تم میں سے خاص ظالموں ہی پر اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے اور یاد کرو جس وقت تم تھوڑے تھے مغلوب پڑے ہوئے ملک میں، ڈرتے تھے کہ اچک لیں تم کو لوگ پھر اس نے تم کو ٹھکانا دیا اور قوت دی تم کو اپنی مدد سے اور روزی دی تم کو ستھری چیزیں تاکہ تم شکر کرو۔

فریقین کے جنگی مقامات اور ان کی جائے قیام کے متعلق فرمایا:

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَا

وَلَتَنَٰزَعْتُمْ فِى ٱلْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ سَلَّمَ ۗ إِنَّهُۥ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ۝

(الانفال: ۴۲، ۴۳، ۴۴)

جس وقت تم تھے درلے کنارے پر اور وہ پرے کنارے پر، اور قافلہ نیچے اتر گیا تھا تم سے، اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو نہ پہنچتے وعدے پر ایک ساتھ، لیکن اللہ کو کر ڈالنا تھا ایک کام کو جو مقدر ہو چکا تھا، تاکہ مرے جس کو مرنا ہے قیام حجت کے بعد اور جیوے جس کو جینا ہے قیام حجت کے بعد اور بے شک اللہ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔

جب اللہ نے وہ کافر دکھلائے تجھ کو تیرے خواب میں تھوڑے، اور اگر تجھ کو بہت دکھلا دیتا تو تم لوگ نامردی کرتے اور جھگڑا ڈالتے کام میں لیکن اللہ نے بچا لیا، اس کو خوب معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں۔

اور جب تم کو دکھلائی وہ فوج مقابلے کے وقت تمھاری آنکھوں میں تھوڑی اور تم کو تھوڑا دکھلایا اُن کی آنکھوں میں تاکہ کر ڈالے اللہ ایک کام جو مقرر ہو چکا تھا، اور اللہ تک پہنچتا ہے ہر کام۔

اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَٱثْبُتُوا۟ وَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَأَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَنَٰزَعُوا۟ فَتَفْشَلُوا۟ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَٱصْبِرُوٓا۟ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ ۝ وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ خَرَجُوا۟ مِن دِيَٰرِهِم بَطَرًا وَرِئَآءَ ٱلنَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝

(الانفال: ۴۵، ۴۶، ۴۷)

اے ایمان والو! جب بھڑو کسی فوج سے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم مراد پاؤ، اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو۔ پس نامراد ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمھاری ہوا اور صبر کرو، بے شک اللہ ساتھ ہے صبر والوں کے۔

اور نہ ہو جاؤ ان جیسے جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلانے کو اور روکتے تھے اللہ کی راہ سے، اور اللہ کے قابو میں ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

اور وہ لوگ جو بظاہر مسلمان تھے (منافق) اور مسلمانوں کی قلت کے باوصف کفار کے مقابلے میں ان کے نکلنے پر انھیں تعجب تھا اور کہتے تھے کہ ان مسلمانوں کو اپنے دین کے سلسلے میں بڑا غرور ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ ۗ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (الانفال: ۴۹)

اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے۔ یہ لوگ مغرور ہیں اپنے دین پر، اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

مشرکوں کے مقتولین کے بارے میں اگلی مسلسل آیات ہیں۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا ۙ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ج وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ ج وَكُلٌّ كَانُوا ظَالِمِينَ ۝ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ (الانفال: ۵۰ تا ۵۵)

اور اگر تو دیکھے جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے، مارتے ہیں ان کے مُنہ پر اور ان کے پیچھے اور کہتے ہیں چکھو عذاب جلنے کا۔

یہ بدلہ ہے اسی کا جو تم نے آگے بھیجا اپنے ہاتھوں اور اس واسطے کہ اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر جیسے دستور فرعون والوں کا اور جو اُن سے پہلے کہ منکر ہوئے اللہ کی باتوں سے، سو پکڑا ان کو اللہ نے ان کے گناہوں پر، بے شک اللہ زور آور ہے سخت عذاب کرنے والا۔

اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ ہرگز بدلنے والا نہیں اُس نعمت کو جو دی تھی اُس

نے کسی قوم کو جب تک وہی نہ بدل ڈالیں اپنے جیسوں کی بات، اور یہ کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ جیسے دستور فرعون والوں کا اور جو ان سے پہلے تھے کہ اُنھوں نے جھٹلائیں باتیں اپنے رب کی، پھر ہلاک کر دیا ہم نے ان کو ان کے گناہوں پر اور ڈبو دیا ہم نے فرعون والوں کو، اور سارے ظالم تھے بدتر سب جانداروں میں، اللہ کے ہاں وہ ہیں جو منکر ہوئے پھر وہ نہیں ایمان لاتے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام اور مسلمانوں سے اس سلسلے میں سختی سے فرمایا کہ اُنھوں نے قیدیوں کا خون بہانے کو ناپسندیدہ سمجھا۔ منشائے ربانی یہی تھی۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ (الانفال: ۶۷)

نبی کو نہیں چاہیے کہ اپنے ہاں رکھے قیدیوں کو جب تک خوب خون ریزی نہ کرلے ملک میں، تم چاہتے ہو اسباب دُنیا کا اور اللہ کے ہاں چاہیے آخرت۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور مسلمانوں کے لیے مالِ غنیمت کے حلال کرنے کا حکم دے دیا۔ اس اُمت سے قبل کی اُمتوں پر یہ حرام تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا:

ہم سے پہلے کسی کے لیے مالِ غنیمت حلال نہ تھا، پس اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس کو حلال کر دیا اور اس مسئلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(الانفال ۶۸ - ۶۹)

اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے سے تو تم کو پہنچتا اس لینے میں بڑا عذاب، سو کھاؤ جو تم کو غنیمت میں ملا حلال ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ سے، بے شک اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

بعض قیدیوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں تو جبراً ساتھ لایا گیا تھا، پھر ہم سے معاوضہ

کیوں لیا گیا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (الانفال: ۷۰)

اگر اللہ جانے گا تمہارے دلوں میں کچھ نیکی سو دے گا تم کو بہتر اس سے جو تم سے چھن گیا اور تم کو بخشے گا اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنگی قیدیوں سے فدیہ اور مال لینے کی اجازت دی تو قیدیوں نے کہا، شاید اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارے لیے کوئی بہتری نہیں کہ ہمارے ساتھی قتل ہوئے، پھر ہم قیدی ہوئے، اس پر ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّمَن فِي أَيْدِيكُم مِّنَ الْأَسْرَىٰ إِن يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَإِن يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ (الانفال: ۷۰، ۷۱)

اے نبی کہہ دے ان سے جو تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی، اگر جانے گا اللہ تمہارے دلوں میں کچھ نیکی تو دے گا تم کو بہتر اس سے جو تم سے چھن گیا اور تم کو بخشے گا اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔ اور اگر چاہیں گے تجھ سے دغا کرنی سو وہ دغا کر چکے ہیں اللہ سے اس سے پہلے پھر اس نے ان کو پکڑوا دیا اور اللہ سب کچھ جاننے والا، حکمت والا ہے۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے معاوضہ و فدیہ کو حلال کر دیا۔ ان کی جس خیانت کا ذکر ہے اور اپنی قوم کی کثرت بڑھانے کا ذکر ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اس قسم کے بعض قیدی جو کہتے ہیں کہ ہم مجبوراً آئے تھے، تو اگر یہ چاہتے تو فرار ہو کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آجاتے — آجاتے تو سبحان اللہ، ان کو بڑا انعام ملتا۔ ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ

اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۝

جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور لڑے اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں، اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی، وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک وہ گھر نہ چھوڑ آئیں، اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو لازم ہے اُن کی مدد کرنی، مگر مقابلے میں اُن لوگوں کے کہ ان میں اور تم میں عہد ہو (معاہدہ دوستی) اور اللہ جو تم کرتے ہو اُس کو دیکھتا ہے۔

اور جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اگر تم یوں نہ کرو گے تو فتنہ پھیلے گا ملک میں۔ اور بڑی خرابی ہوگی۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے اور لڑے اللہ کی راہ میں، اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی ہیں سچے مسلمان۔ ان کے لئے بخشش ہے اور روزی عزت کی۔ اور جو ایمان لائے اُس کے بعد اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے تمھارے ساتھ ہو کر، سو وہ لوگ بھی تم ہی میں ہیں اور رشتہ دار آپس میں حق دار زیادہ ہیں ایک دوسرے کے اللہ کے حکم میں، تحقیق اللہ ہر چیز سے خبردار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کی تقسیم کا اصول بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَىْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (الانفال: ۴۱)

اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے سو اللہ کے واسطے ہے اس میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے واسطے اور اُس کے قرابت والوں کے واسطے اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے واسطے اگر تم کو یقین ہے اللہ پر اور

اُس چیز پر جو ہم نے اتاری اپنے بندے پر (محمد علیہ السلام پر) فیصلے کے دن (یوم بدر) جس دن بھڑ گئیں دونوں فوجیں، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جو لوگ بدر کے میدان میں دشمن کے ساتھ شریک ہوئے اور مکہ معظمہ میں طاقت کے باوجود مقیم رہے۔ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ۝ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝

(النسا: ۹۷، ۹۸، ۹۹)

وہ لوگ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے، اُس حالت میں کہ وہ برا کر رہے ہیں ظلم، کہتے ہیں اُن سے فرشتے، تم کس حال میں تھے، وہ کہتے ہیں ہم تھے بے بس اُس ملک میں، کہتے ہیں فرشتے کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ، جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں، سوالیسوں کا ٹھکانہ ہے دوزخ اور وہ بہت بُری جگہ پہنچے، مگر جو ہیں بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے، جو نہیں کر سکتے کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ، سوالیسوں کو امید ہے کہ اللہ معاف کرے اور اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا۔

# ان حضرات کے اسمائے گرامی جو بدر میں شامل ہوئے ؓ

جن حضرات کے نام حضرت عروہ رحمہ اللہ نے ذکر کیے ان کو نقل کیا جاتا ہے۔ انصاری حضرات کے بعد حضرت عروہ نے بنو احرم بن فہر بن غنم بن عوف بن الحرث بن الخزرج کا ذکر کیا ہے۔

۱ : اوس بن الصامت (حضرت عبادہ کے بھائی)

۲ : عقبہ کی بیعت کے شریک، انصار کی شاخ بنو عمرو بن مالک بن النجار کے شریک بدر، اوس

بن ثابت بن المنذر — ان کا کوئی وارث نہ تھا۔

۳ : انصار کی ذیلی شاخ بنو قریوس بن غنم بن قریوس بن غنم بن سالم کے امیہ بن لوذان بن سالم۔
بن ثابت بن ہزال بن عمرو بن قریوس بن غنم۔

۴ : اور اس قبیلے کے انیسہ جنھیں رسول محترم علیہ الصلاۃ والسلام کا آزاد کردہ غلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۵ : قریش کی شاخ بنو مخزوم بن یقظہ بن مرۃ بن کعب کے الارقم بن ابی الارقم — ابو الارقم کا نام عبد مناف اور کنیت ابو صدف بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ہے۔

۶ : اسی شاخ کے بلال جنھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آزاد کردہ غلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۷ : انصار کی شاخ بنو عبید بن عدی کے فرد فرید جنھوں نے عقبہ کی بیعت کی سعادت حاصل کی — بشر بن البرا بن معرور۔

۸ : اور ایسے ہی سعادت مند بشیر بن سعد۔

۹ : انصار کی شاخ بنو مالک بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج کے بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن جلاس

۱۰ : انصار کی شاخ بنو طریف بن الخزرج کے سبس الجہنی — اس قبیلے کے حلیف ہونے کے سبب انھی کے شمار ہوتے ہیں۔

۱۱ : انصار کی شاخ بنو خالدہ بن عوف بن الحرث بن الخزرج کے تمیم بن یعار بن قیس بن عدی

۱۲ : انصار کے تمیم جو بنو غنم بن السلم بن مالک بن الاوس بن حارثہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۱۳ : انصار کی شاخ الخزرج کی ضمنی شاخ بنو سلمہ کے تمیم جو خراش بن الصمہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۱۴ : انصار کی شاخ بنو عجلان کے ثابت بن اقرم بن ثعلبہ بن عدی بن العجلان۔

۱۵ : انصار کی شاخ بنو عدی بن النجار بن اوس کے ثابت بن اوس بن المنذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمر

۱۶ : اور اسی قبیلے کے ثابت بن عمرو بن زید بن عدی بن سواد بن عصمہ (یا عصیمہ) —

یہ اصل میں قبیلہ اشجع کے تھے اور اس قبیلے کے حلیف ہونے کے سبب اسی میں شمار ہوتے تھے۔

۱۷ : ثعلبہ بن عمرو بن محصن بن عبید الانصاری ۔

۱۸ : انصار کی شاخ بنو جشم بن الخزرج کے ثعلبہ ۔ جنھیں الجدع کہا جاتا ہے ۔

۱۹ : ثعلبہ بن غنمہ الانصاری ۔

۲۰ : جبیر بن ایاس بن خالد بن مخلد بن زریق الانصاری

۲۱ : انصار کی شاخ بنو دینار بن النجار کے جابر بن خالد بن عبد الاشہل ۔ ان کے کوئی وارث نہ تھے ۔

۲۲ : انصار کی شاخ بنو الحرث بن الخزرج کے جابر بن عبد اللہ بن رناب بن نعمان بن سنان ۔

۲۳ : انصار کی شاخ بنو معاویہ بن عمرو بن عوف کے جابر بن عتیک بن الحرث بن قیس بن جشیم ۔

۲۴ : انصار کی شاخ بنو حابس بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم کے حاطب بن بلتعہ ۔

۲۵ : انصار کی شاخ بنو عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ کے حارثہ بن الحمید ۔ جو اشجع قبیلے کی شاخ بنو دھمان کے حلیف تھے ۔

۲۶ : الحارث بن سواد

۲۷ : انصار کی شاخ بنو نجار کے الحارث بن سراقہ ۔

۲۸ : انصار کی شاخ بنو عبد الاشہل کے الحارس بن معاذ بن النعمان ۔

۲۹ : انصار کی شاخ بنو زریق کے الحارث بن قیس بن مخلد ۔ یکے از شرکائے عقبہ، ان کی کنیت ابو خالد ہے ۔

۳۰ : انصار کی شاخ بنو مبذول کے الحارث بن الصمہ بن عبید بن عامر

۳۱ : الحارث بن خزمہ بن ابی غنم بن سالم بن عوف بن الحرث بن الخزرج الانصاری ۔

۳۲ : انصار کی شاخ بنو جشم میں الحرث بن الخزرج کے حریث بن زید ۔

۳۳ : انصار کی شاخ بنو زریق کے ذکوان بن عبد قیس بن خلدہ ۔ یہ ایسے سعادت مند انسان تھے کہ ہجرت کے ثواب کے حصول کے لیے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ گئے اور پھر بدر میں شریک ہوئے ۔

۳۴ ؛ انصار کی شاخ بنو زعورین عبدالاشہل بن یزید کے رافع بن یزید ۔

۳۵ ؛ رافع بن المعلی بن لوذان بن حارثہ بن عدی بن زید بن مناۃ بن حبیب بن حارثہ بن غصب ابن جشم بن الخزرج — آپ بدر میں شہید ہوئے ۔

۳۶ ؛ رافع بن جیعدیہ الانصاری ۔

۳۷ ؛ رافع بن الحرث بن سواد بن زید بن ثعلبہ الانصاری ۔

۳۸ ؛ بشیر بن عبدالمنذر ۔

۳۹ ؛ الحارث بن حاطب ۔

ان دونوں (۳۸ ۔ ۳۹) کے متعلق حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ یہ رسولِ محترم علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ نکلے ۔ آپؐ نے حضرت ابولبابہ کو تو مدینہ میں امیر مقرر فرمایا تھا ۔ ان دونوں کو بھی حفاظت کے لیے واپس بھیج دیا اور اصحاب بدر کی طرح اُن کو باقاعدہ شریک سمجھ کر غنیمت میں سے حصہ دیا ۔

۴۰ ؛ انصار کی شاخ بنو زریق کے رفاعہ بن رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن زریق ۔ انھیں بیعت عقبہ میں شریک ہونے اور نقیب رسول ہونے کا شرف حاصل ہے ۔

۴۱ ؛ بنو عبدِ شمس بن عبدِ مناف کے حلیف ۔ ربیعہ بن اکثم ، جن کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ سے تھا ۔

۴۲ ؛ بیعتِ عقبہ کے شریک رفاعہ بن عمرو بن زید بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن سالم بن غنم بن الخزرج ۔ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی بھی سعادت حاصل کی ۔

۴۳ ؛ انصار کی شاخ بنو لوذان بن غنم بن عوف بن الخزرج کے ربیع بن ایاس بن غنم بن اُمیہ بن لوذان بن غنم ۔

۴۴ ؛ زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن یزید بن امرؤ القیس الکلبی ۔ ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خاص کرم فرمایا ۔ ابتدائی دور کے مسلمان تھے ، حضور اقدس کے مُنہ بولے بیٹے اور آزاد کردہ غلام ۔

۴۵ ؛ قریش کی شاخ بنو عدی بن کعب کے زید بن الخطاب (حضرت فاروق اعظم کے برادرِ محترم )

۴۶ : انصار کی شاخ بنو عمرو بن مالک بن النجار کے ابوطلحہ زید بن سہل بن الاسود، یکے از شرکائے بیعت عقبہ، آپ نقیب بھی تھے اور جدیلہ کی اولاد میں سے تھے۔

۴۷ : الانصار کی شاخ بنو جشم بن الخزرج کے زید بن الحرث ابن الخزرج۔

۴۸ : الانصار میں سے بنو جلدہ بن عوف بن الحرث بن الخزرج کے زید المرس، جو الجبلی کی اولاد میں۔

۴۹ : الانصار کی شاخ بنو سالم بن غنم بن عوف بن الخزرج کے زید بن عمرو بن ودیعہ بن عمرو بن قیس بن جزی بن عدی بن مالک بن سالم بن غنم ابن عوف بن الخزرج، یہ بھی الجبلی کی اولاد سے تھے۔

۵۰ : زید بن اسلم بن ثعلبہ بن عدی الانصاری۔

۵۱ : الانصار کی شاخ بنو بیاضہ بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ کے زیاد بن لبید بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی بن اُمیہ بن بیاضہ۔

۵۲ : سعد بن معاذ بن امرا القیس بن عبد الاشہل الانصاری۔

۵۳ : الانصار کی شاخ بنو ساعدہ بن کعب بن الخزرج کے سعد بن عبادہ بن دیسم بن حارثہ بن خزیمہ جنھیں بیعت عقبہ کے ساتھ ساتھ نقیب ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

۵۴ : الانصار کی شاخ بنو عمرو بن عوف کے سعد بن خیثمہ۔

۵۵ : الانصار کی شاخ بنو عبید بن کعب بن عبد الاشہل کے سعد بن زید بن مالک بن عبید بن کعب۔

۵۶ انصار کی شاخ بنو دینار بن النجار کے سعد بن سہل بن عبد الاشہل بن حارثہ بن دینار بن النجار۔

۵۷ : الانصار کی شاخ بنو سواد بن کعب کے (کعب کا نام ظفر ہے) سعد بن یزید بن النعمان۔

۵۸ : سعد بن النعمان بن قیس الانصاری۔

۵۹ : سعد، حاطب بن ابی بلتعہ کے آزاد کردہ غلام۔

۶۰ : قبیلہ مذحج کے حولی نامی شخص کے آزاد کردہ غلام "سعد"۔

۶۱ : انصار کی شاخ بنو جشم بن الخزرج کے سہل بن عدی۔

۶۲ : قریش کی شاخ بنو الحرث بن فہر کے سہل بن بیضا ۔

۶۳ : الانصار کی شاخ اوس کی ضمنی شاخ بنو عبدالاشہل کے سلمہ بن سلامہ بن وقش ۔ یکے از شرکائے عقبہ ۔

۶۴ : قریش کی شاخ بنو عبد شمس بن عوف کے سالم، ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام ۔

۶۵ : الانصار میں سے بنو ساعدہ کے ابو دجانہ سماک بن خرشہ بن اوس بن لوزان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ ۔

۶۶ : انصار کے قبیلے بنو سلمہ بن تزید بن جشم کے طفیل بن نعمان بن ختسا ۔ یکے از شرکائے عقبہ ۔

۶۷ : عثمان بن عمرو بن رفاعہ بن الحرث بن سوادہ الانصاری ۔

۶۸ : انصار کی شاخ بنو الحرث بن الخزرج کی ضمنی شاخ بنو امرؤ القیس بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج کے عبداللہ بن رواحہ

۶۹ : انصار کی شاخ بنو حارثہ بن الحرث کے عبداللہ بن سرخس بن النعمان بن امیہ بن البرک البدری ۔ شرکائے عقبہ میں سے ایک ۔

۷۰ : انصار کی شاخ بنو حرام بن کعب بن عمرو بن غنم بن کعب بن سلمہ کے ۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام ۔ یکے از نقبائے رسول علیہ الصلاۃ والسلام ۔

۷۱ : انصار کی شاخ بنو عوف بن الخزرج کی ضمنی شاخ بنو عبداللہ بن مالک بن سالم بن غانم بن الخزرج کے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول ﷺ ۔ الحبلی

۷۲ : انصار کے حلیف عبداللہ بن طارق البلوی

۷۳ : انصار کی شاخ بنو عمرو بن عوف کے عبداللہ بن سلمہ بن مالک بن الحرث بن عدی بن العجلان ۔

۷۴ : انصار کی شاخ بنو حدرۃ بن عوف بن الحرث بن الخزرج کے عبداللہ بن ربیع بن قیس بن عمرو بن عابد بن الابجر ۔

۷۷ : انصار کی شاخ بنو لوذان بن غنم کے عبداللہ بن ثعلبہ بن حزم بن احرم ، (اس قبیلے کے

اصل میں حلیف ہیں)

۷۸ : انصار کی شاخ بنو عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ کی ذیلی شاخ بنو خنسا بن شیبان بن عبید کے عبداللہ بن جد بن قیس بن صخر بن خنسا۔

۷۹ : عبداللہ بن الحمیر الاشجعی ۔ قبیلہ اشجع کے حلیف، الانصاری ۔

۸۰ : انصار کی شاخ بنو خنسا کے عبداللہ بن عبد مناف بن نعمان بن سنان بن عبید۔

۸۱ : عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ کے عبداللہ بن قیس بن صخر بن جذام بن ربیعہ بن علی بن غنم ۔

۸۲ : عبیدہ بن الحرث بن المطلب القرشی، اُنھیں شیبہ بن ربیعہ نے زخمی کر دیا۔ ان کا پاؤں کاٹ دیا۔ خون بہت بہہ گیا تھا۔ اس سے ان کی شہادت ہوئی ۔

۸۳ : انصار کی شاخ بنو الحارث بن الخزرج بن عمرو بن مالک بن الاوس کے ابوقیس بن جبیر بن عمرو بن زید بن یثیم بن حارثہ ۔

۸۴ : قریش کی شاخ بنو تیم بن مرہ کے عامر بن فہیرہ ۔ حضرت ابوبکر کے آزاد کردہ غلام۔

۸۵ : عمارۃ بن حزم بن زید الانصاری

۸۶ : انصار کی شاخ بنو مازن بن النجار کی ضمنی شاخ بنو خنسا بن مدرک بن عمرو بن غنم بن مازن کے عمیر ۔ ان کی کنیت ابو داؤد بن عامر بن مالک بن خنسا بن مدرک ہے ۔

۸۷ : قریش کی شاخ بنو زہرہ کے عمیر بن ابی وقاص ۔ اس جنگ میں شہید ہوئے ۔

۸۸ : عروہ بن عتبہ بن غزوان بن جابر بن وہب بن بشیر بن مالک بن مازن بن منصور بن عکرمہ بن حصفر بن قیس عیلان المضری ۔ جو نوفل بن عبد مناف کے حلیف تھے ۔

۸۹ : انصار کی ضمنی شاخ بنو سالم کے عتبان بن مالک بن عمرو بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن الخزرج ۔

۹۰ : انصار کی شاخ بنو بیاضہ کے فردہ بن عمرو ۔

۹۱ : انصار کی شاخ بنو مازن بن النجار کے قیس بن ابی صعصعہ عمرو بن زید بن عوف بن مبذول ۔

۹۲ : انصار کی شاخ بنو سواد بن کعب (کعب کا نام ظفر ہے) کے قتادہ بن النعمان۔

۹۳ : ابو مرثد الغنوی — حضرت حمزہ سید الشہداء، اسد اللہ و اسد رسولہ کے حلیف، ۱۲ ھ میں ابو مرثد کا انتقال ہوا۔ ان کی عمر بوقت وفات ۶۶ برس تھی۔

۹۴ : انصار کی شاخ بنو زعوراء بن عبد الاشہل کے محمد بن مسلمہ بن خالد بن مجدعہ بن حارثہ بن الحرث۔

۹۵ : انصار کی شاخ اوس کی ضمنی شاخ بنو عبد الاشہل کے ابو الہیثم بن التیہان۔

انھوں نے عقبہ کی بیعت سب سے پہلے کی۔ ساتھ ہی نقیب ہونے کا انھیں شرف حاصل ہوا۔

۹۶ : انصار کی شاخ بنو سلمہ کے معاذ بن جبل بن عمرو بن عائذ بن عدی بن شاردہ بن تزید بن جشم۔

۹۷ : المقداد بن عمرو۔

۹۸ : مرثد بن ابی مرثد الغنوی۔

۹۹ : انصار کی شاخ بنو حارثہ کے ابو بردہ بن نیار بن عمرو بن عبید البدری — اس قبیلے کے آپ حلیف تھے ﷺ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت عروہ کی سند میں یہاں ابن لہیعہ ہیں، جب اس کی تائید میں دوسری روایت ہو تو پھر یہ حدیث حسن ہوتی ہے اور یہاں امام زہری کی سند تائید میں موجود ہے۔

# مزید شرکائے بدر کے اسمائے گرامی

اس روایت کی سند اس طرح ہے: ابن لہیعہ بن ابی الاسود عن عروہ — رحمہم اللہ تعالیٰ

۱ : ابی کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار

۲ : انصار کی شاخ بنو عمرو بن مالک بن النجار کی ضمنی شاخ بنو قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک کے انیس بن معاذ بن قیس۔

۳ : انصار کی شاخ بنو خناس بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن عوف بن الخزرج کے

جبار بن صخر بن امیہ بن خنسا بن عبید بن عدی بن غنم

۴ : انصار کی شاخ بنو ثعلبہ بن عمرو بن عوف کے الحارث بن النعمان ۔

۵ : انصار میں سے بنو عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ کے حارثہ بن الحمیر ۔ قبیلہ اشجع ، بنو دہمان کی شاخ کے حلیف ۔

۶ : انصار کی شاخ بنو جشم بن الحارث بن الخزرج کے حریث بن زید بن ثعلبہ ۔

۷ : خباب بن الارت بن خویلد بن سعد بن جذیمہ ابن کعب بن سعد ۔

۸ : رافع بن جعدیہ ۔

۹ : الانصار کی شاخ بنو ظفر کے (کعب بن الخزرج اور ظفر ایک ہی شخصیت ہیں) رفاعہ بن عبد المنذر بن رفاعہ بن دینار بن زید بن امیہ بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف ۔

۱۰ : انصار کی شاخ بنو الحارث بن الخزرج کے سعد بن الربیع بن عمرو ۔ عقبہ کی بیعت اور نقیب کا انھیں شرف حاصل ہے ۔

۱۱ : سعید بن قیس بن صخر بن حرام بن ربیعہ بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ الانصاری ۔

۱۲ : انصار کی شاخ بنو ثعلبہ بن عبید کے الضحاک بن حارثہ بن زید بن ثعلبہ ۔ بیعت عقبہ کے شریک ۔

## وہ حضرات جو بدر میں شریک نہیں ہوئے لیکن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے اجر کی خوش خبری دی اور انھیں غنیمت میں سے حصہ عنایت فرمایا

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں نام گنواتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

۱ : عثمان بن عفان بن ابی العاص بن اُمیہ بن عبد شمس ۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت رقیہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہ ، جو ان کی اہلیہ محترمہ تھیں اور بیمار تھیں ، کی خدمت و خبر گیری کے لیے رسول محترم کے ارشاد سے رکے ، آنحضرت نے اُنھیں غنیمت کا حصہ دیا تو اُنھوں نے عرض کیا ۔

میرے اجر کا کیا بنے گا؟ فرمایا تجھے اجر نصیب ہوگا۔

۲ : طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرّۃ۔
یہ شام میں تھے (اغلباً دینی ضروریات کے تحت) حضور اقدس سے اپنی یک گونہ محرومی کا ذکر کیا تو آپ نے انھیں بھی غنیمت میں شریک فرمایا لیکن مسئلہ اجر و ثواب کا تھا، اللہ تعالیٰ کے رسول نے اس کی بھی تسلی دلائی۔

۳ : سعید بن زید بن عمرو بن نفیل —— جنگ سے واپسی پر حضور اقدس مدینہ منورہ پہنچے تو یہ بھی شام سے واپس آئے، حضور محترم نے انھیں مال غنیمت میں شریک فرما کر ان کی درخواست پر ان کے اجر کی بھی یقین دہانی فرمائی۔ مندرجہ بالا تینی حضرات مہاجرین کے گروہ اخیار میں تھے۔

انصار کے گروہ ابرار کے افراد یہ ہیں۔

$\frac{4}{1}$ : ابو لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ — انھیں حضور اقدس نے مدینہ کا امیر بنا کر شریک غنیمت قرار دیا۔

$\frac{5}{2}$ : الحارث بن حاطب، انھیں بھی سرکار نے لوٹایا، مقصد حفاظت مدینہ تھی۔

$\frac{6}{3}$ : حضرت عاصم بن عاری — انھیں بھی سرکار نے خود واپس کیا۔

$\frac{7}{4}$ : خوات بن جبیر بن النعمان۔

$\frac{8}{5}$ : الحارث بن الصمۃ — روحا نامی مقام میں گر کر زخمی ہو گئے، انھیں واپس کر دیا گیا۔
ان سب حضرات کو سرکار دو عالم علیہ السلام نے حصۂ غنیمت عنایت فرمایا۔

# غزوہ ذات السویق [۲۱] ھ

حضرت عروہ کہتے ہیں کہ مشرک شکست خوردہ واپس پہنچے، ان کے زعما قتل ہو چکے تھے تو ابو سفیان نے نذر مانی کہ سر میں تیل نہ ڈالوں گا اور اپنی بیوی کے پاس نہ جاؤں گا، جب تک بدلہ نہ چکالوں۔

جس طرح کی تیاری وہ چاہتا تھا وہ اس کے لیے ممکن نہ ہو سکی تو ۳۰ سوار لے کر نکلا، تاکہ اپنی قسم سے عہدہ برآ ہو سکے۔ "ینت" نامی مقام پر پڑاؤ کیا، وہاں سے "العریض"

کی طرف نکلے تو رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر حملہ آور ہو گئے، حتیٰ کہ آپ نے انھیں عاجز کر دیا اور وہ اپنا زادِ راہ تک چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اسی مناسبت سے اس غزوہ کا نام "غزوہ ابی سفیان ذات السویق" پڑ گیا۔ (سویق ستو کو کہتے ہیں) یعنی ستو والا ابوسفیان، جو وہ زادِ راہ کے طور پر لے کر آئے تھے۔

## کعب بن الاشرف کا قتل ۳ھ

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ شخص حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو کرتا اور قریش کو آپ کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ جب قریش سے ملا تو انھوں نے اس سے پوچھا کہ ہمارا دین زیادہ ہدایت کا علم بردار ہے یا محمد کا دین؟

اس بدبخت نے کہا کہ تمھارا دین زیادہ درست اور صحیح ہے۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ شخص ہماری عداوت میں بہت بڑھ گیا ہے اس کا کیا علاج ہے؟ حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کیا کہ آپ پسند فرمائیں تو میں اسے قتل کر دوں! رسول اکرم خاموش رہے۔ محمد بن مسلمہ آپ کی خاموشی سے یہی سمجھے کہ قتل کر دیا جائے۔ پھر انھیں حضور اقدس نے فرمایا جلدی نہ کرو، ایسا کرنا ہے تو سعد بن معاذ سے مشورہ کر لو۔ انھوں نے ان سے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا کہ اس کی طرف توجہ کرو اور اس سے مل کر کہو کہ کیا وہ اس کے لیے کھانے کا اہتمام کر دیں؟

محمد بن مسلمہ اس کے پاس آئے، مقصد بیان کیا تو اس نے کہا کہ کھانا ہے کہاں؟ انھوں نے کہا کہ خواہش یہ ہے کہ آپ بھی ہمارے لیے کھانے کا اہتمام کریں۔ اس نے کہا کہ وہ کہاں ہے، ہم نے تو سے محمد اور اس کے رفقا پر خرچ کر دیا (اس کا رویہ مغرورانہ تھا) حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا کیا تمھارے دلوں میں نرمی نہیں پیدا ہوئی کہ یہ سمجھ سکو کہ تم غلط طریقے پر ہو۔ ابن الاشرف نے کہا کہ اپنی عورتیں اور بیٹے میرے سپرد کر دو اور میری تحویل میں دے دو۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ ہم سب کچھ آپ کے سپرد کر دیں گے اور اس کے ساتھ آنے کا وعدہ کیا۔ پھر رات کو اسے اچانک آلیا۔ ایک روایت کے بقول سعد بن معاذ نے

الحارث بن اوس بن النعمان کو کعب بن اشرف کے پاس بھیجا، اس کو محمد بن مسلمہ نے ضرب لگائی حتی کہ اسے قتل کر دیا۔ یہ حضرات اس کے پاس اس وقت آئے جب وہ "جرف" نامی مقام میں تھا۔ جب وہ تنہا تھا اور اس کے رفقا اس کے پاس موجود نہ تھے تو یہ جلدی سے اس کی طرف متوجہ ہوئے، اس کا کام تمام کر دیا اور مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔

## غزوہ بنی النضیر ۳ھ

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ قبیلہ بنو کلاب کے لوگوں کی دیت اور خون بہا کے سلسلے میں مدد دینے کی غرض سے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے رفقا سے جنگ کے سلسلے میں جب قریش میدان احد میں آئے تھے تو خفیہ منصوبہ بندی کی تھی۔ انھوں نے قریش کو خوب بھڑکایا اور خفیہ طریق سے ان کی مدد کی۔

جب حضور اکرمؐ نے کلابیوں کی دیت کے سلسلے میں ان سے بات چیت کی تو یہ کہنے لگے کہ اے ابوالقاسم آپ بیٹھیں کھانا کھائیں اور جس مقصد کے لیے آپ آئے ہیں اس کو پورا کر کے واپس جائیں۔ ہم ذرا مشورہ کر لیں اور اس معاملے کے سلسلے میں ذرا مصالحت کی شکل سوچ لیں۔ چنانچہ حضور اقدس اپنے رفقا سمیت دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے اور انتظار فرمانے لگے کہ وہ مصالحت کا معاملہ طے کر لیں۔

جب یہ نامراد آئے تو شیطان جو مستقل ان کے ساتھ چمٹا ہوا تھا، اس نے انھیں آپ کے قتل کا مشورہ دیا اور کہا آج کی گھڑی خوب ہے، اس شخص سے چھٹکارا حاصل کر لو اور پھر اپنے گھروں میں امن و سکون سے رہو۔ اس طرح تم جن مصائب کا شکار ہو ان سے تمھاری خلاصی ہو جائے گی۔ ان میں سے ایک شخص نے ان سے کہا کہ جس دیوار کے نیچے وہ بیٹھے ہیں، تمھارا مشورہ ہو تو میں اس پہ جادو کرتا ہوں اور اس پہ پتھر گرا کر اس کو قتل کر دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فوراً رہنمائی فرمائی۔ حضور اٹھ کھڑے ہوئے، اٹھنا اس انداز سے ہوا گویا کوئی ضروری کام ہے اور یہودیوں کی تسلی کی خاطر اپنے رفقا کو وہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ کے

دشمن آپ کی انتظار میں رہے۔

جب وہ لوگ اپنے معاملات سے فارغ ہوئے اور جادو کا عمل پورا کر لیا اور اس شخص نے حضور کے معاملے میں انھیں "بزن" کا آرڈر دے دیا تو وہ آکر آپ کے اصحاب کے پاس بیٹھ گئے اور آپ کا انتظار کرنے لگے۔ کافی دیر کے بعد ایک شخص آیا تو اُنھوں نے اس سے حضورِ اقدس کا پوچھا، اس نے کہا کہ میں نے تو انھیں شہر میں دیکھا تھا وہ اپنے حجرے میں داخل ہو رہے تھے۔

اب یہ لوگ کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق کہنے لگے کہ ابوالقاسم نے جلدی کی ہم تو یہاں سے اُٹھ کر اس لیے گئے تھے کہ جس کام کو وہ آئے تھے اس کی فکر کر کے اس کو پورا کر دیں۔ پھر آپ کے صحابہ بھی تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ عزیز کے ذریعے اس بات کی خبر دے دی جو دشمن کرنا چاہتے تھے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿﴾ (المائدہ: ۱۱)

اے ایمان والو! یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا احسان اپنے اوپر، جب قصد کیا لوگوں نے کہ تم پر ہاتھ چلا دیں، پھر روک دیے تم سے اُن کے ہاتھ، اور ڈرتے رہو اللہ سے، اور اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیے بھروسہ ایمان والوں کو۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُن کے جلاوطن کرنے کا حکم دے دیا کیوں کہ اُنھوں نے آپ کے معاملے میں بڑی خیانت کی۔ چنانچہ آپ نے ان کو پکڑا اور فرمایا یہاں سے نکل کر چلے جاؤ، جہاں چاہو۔ وہ کہنے لگے کہ آپ ہمیں کہاں نکالنا چاہتے ہیں؟

آپ نے فرمایا "حشر" کی طرف۔

## الحشر

منافقوں نے جب یہ سنا کہ اہلِ کتاب میں سے ان کے بھائیوں اور احباب کے ساتھ یہ ہو رہا ہے تو اُنھوں نے اِن سے کہا کہ ہماری موت و حیات تمھارے ساتھ ہے اگر

لڑائی ہوئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے۔ تمھیں نکالا جائے تو ہم تم سے جدا نہ ہوں گے۔

یہود کا سردار ابوصفیہ حیی بن اخطب تھا۔ جب منافقوں نے اس طرح ڈینگیں ماریں تو اس کا غرور بڑھ گیا، شیطان نے اسے غلبہ دکھلانا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس نے حضورِ اقدس اور آپ کے رفقا کو کہہ دیا کہ ہم جانے سے رہے، لڑائی ہے تو لڑائی سہی۔ اللہ تعالیٰ کے نبی نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پیش نظر صحابہ کو حکم دیا، اُنھوں نے ہتھیار سنبھال لیے اور یہود کی طرف کوچ کیا۔ یہودی اپنے گھروں اور قلعوں میں چھپ گئے۔

حضورِ اقدس نے یہ پسند نہ فرمایا کہ ان کے گھروں اور قلعوں میں ان سے لڑائی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی، آپ کی مدد کی، چنانچہ آپ نے ان کے ارد گرد کے لوگوں کو حکم دیا کہ ان کے مکانات گرادیں اور باغات کو کاٹ دیں اور آگ لگادیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی اور منافقوں کی دست درازی سے آپ کو بچایا۔ منافق ان کی مدد کو نہ آئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کے دل میں رعب ڈال دیا۔

بعد ازاں یہودی ان قریبی مکانات میں چلے گئے جو منہدم ہونے سے بچ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مرعوب کر دیا اور اپنے مکانوں کو خود ہی منہدم کر دیا اور وہ آپ کے خلاف فوج کشی نہ کر سکے۔ وہ جس جس محلے آبادی کا رُخ کرتے یہی سلوک ان کے ساتھ ہوتا۔ آخری مرحلے میں جو آبادی رہ گئی اس میں آکر وہ منافقین کی امداد کا انتظار کرنے لگے لیکن مایوس ہو گئے تو حضورِ اقدس سے فریاد کی۔ آپ نے رحم فرماتے ہوئے جلاوطنی کی اجازت دے دی اور فرمایا کہ جتنا سامان ایک اونٹ لے جا سکے وہ لے جاؤ۔ ہاں ہتھیار وغیرہ کی اجازت نہیں۔

اس طرح وہ ہر جگہ سے اور ہر مقام سے جانے شروع ہو گئے اور بنوابی الحقیق کے پاس پہنچے۔ منع کرنے کے باوصف وہ اپنے ساتھ بہت سے چاندی وغیرہ کے برتن لے گئے جنھیں آپ نے اور آپ کے رفقا نے دیکھا۔ حیی بن اخطب جب مکہ آیا تو اس نے قریش سے آپ کے خلاف استغاثہ کیا اور مدد طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام معاہدوں کا جو ان کے، منافقین کے اور قریش کے مابین تھے، ذکر کر دیا اور بتلا دیا۔ یہودی مسلمانوں کو

اُس وقت عار دلاتے جب وہ مکان گرا رہے تھے اور باغ کاٹ رہے تھے کہ تم درختوں کو کاٹتے ہو حالانکہ درختوں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اس کے باوصف تمھیں مصلح ہونے کا دعویٰ ہے؟ اس پر ارشاد ہوا۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (الحشر: ۱ تا ۵)

اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔ وہی ہے جس نے نکال دیا اُن کو جو منکر ہیں کتاب والوں میں اُن کے گھروں سے پہلے ہی اجتماع پر لشکر کے، تم نہ گمان کرتے تھے کہ نکلیں گے اور وہ خیال رکھتے تھے کہ اُن کو بچالیں گے اُن کے قلعے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے، پھر پہنچا اُن پر اللہ تعالیٰ جہاں سے اُن کو خیال (تک) نہ تھا اور ڈال دی اُن کے دلوں میں دھاک، اجاڑنے لگے اپنے گھر اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں، سو عبرت پکڑو اے آنکھ والو! اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ لکھ دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اُن پر جلاوطن ہونا تو اُن کو عذاب دیتا دنیا میں اور آخرت میں ہے اُن کے لیے آگ کا عذاب۔

یہ اس لیے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ کے اور اُس کے رسول کے اور جو کوئی مخالف ہوا اللہ سے تو اللہ کا عذاب سخت ہے۔ جو کاٹ ڈالا تم نے

کھجور کا درخت یا رہنے دیا کھڑا اپنی جڑ پر، سو اللہ کے حکم سے اور تا کہ رسوا کرے نافرمانوں کو۔ پھر اس کے نتیجے میں جو ملا اُس کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے رسول کے لیے عطیہ قرار دیا، نہ کہ کسی دوسرے کے لیے، ارشاد ہے:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (الحشر: ۶)

اور جو مال کہ لوٹا دیا اللہ نے اپنے رسول کو اُن سے، سو تم نے نہیں دوڑائے اُس پر گھوڑے اور نہ اونٹ، لیکن اللہ غلبہ دیتا ہے اپنے رسول کو جس پر چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مال کو تقسیم کر دیا مہاجرین اولین پر، جن کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی اور انصاریں سے دو حضرات سماک بن اوس بن خرشہ (ابو دجانہ) اور سہل بن احنف کو بھی دیا — اہل سیرت کا خیال ہے کہ آپ نے سعد بن معاذ، سیف بن ابی الحقیق کو بھی اس سے مال عطا فرمایا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

## غزوۂ اُحد ۳ھ

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب دیکھا اور فرمایا: کہ میری تلوار (ذوالفقار) (ابو جہل کی تلوار جو بدر میں غنیمت کے طور پر ملی اور رسول محترم کے پاس رہی) اپنی نیام سمیت ٹوٹ گئی ہے۔ اور یہ کہ میں نے دیکھا کہ ایک گائے ذبح کی جا رہی ہے۔ اس سے آگے حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ:

رسولِ اکرم اُحد کے موقعے پر مدینہ میں ہی قیام کر کے مقابلہ کرنے کے حق میں تھے لیکن بہت سے حضرات باہر جا کر مقابلہ چاہتے تھے۔ اگر لوگ حضور اکرم کے ارشاد و حکم کے مطابق رہتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا لیکن ان پر تقدیر غالب آچکی تھی۔ باہر جا کر مقابلے کے سلسلے میں سب سے زیادہ ان کی خواہش تھی جو بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور اہل بدر کے سلسلے میں جو فضیلت ان کے کان میں پڑی، اُس نے اُس کا شوق بڑھا دیا تھا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز پڑھائی، خطبے میں لوگوں کو نصیحت سے نوازا، انھیں جہد وسعی کی تلقین کی۔ خطبہ و نماز سے فراغت پر جنگی لباس پہن کر لوگوں کو چلنے کا حکم دیا۔ اس کیفیت کو اصحاب رائے حضرات نے دیکھا تو کہنے لگے کہ آپ نے ہمیں مدینہ میں ہی رکنے کا فرمایا تھا۔ اگر یہاں دشمن حملہ آور ہو تو اس کا یہیں رہ کر مقابلہ ہو۔ رسولِ محترم اللہ تعالیٰ کے منشا کو زیادہ بہتر جاننے والے ہیں۔ آپ کے پاس آسمان سے وحی بھی آتی ہے، ہم نے آپ کو اس طرح باہر جانے پر توجہ دلائی۔ اس لیے انھوں نے عرض کیا کہ آپ کے حکم کے مطابق مدینے میں قیام نہ کرلیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ نبی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ جب جنگی لباس پہن لے اور لوگوں کو دشمن کی طرف نکلنے کا حکم دے دے تو وہ قتال کیے بغیر لوٹے۔ میں نے تمھیں ایک بات کہی، تم نے نکلنے ہی کا تقاضہ کیا۔ اب تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ دشمن سے تمھاری ملاقات ہو اور آمنا سامنا ہو تو تقویٰ اور صبر سے کام لینا اور یاد رکھو کہ جس بات کا تمھیں حکم دوں اس پہ عمل کرو۔ یہ فرما کر آپ مسلمانوں کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔

## رئیس المنافقین عبداللہ بن ابیّ کی واپسی

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے حتیٰ کہ آپ احد پہنچ گئے تو عبداللہ بن ابی تین سو آدمیوں سمیت واپس آگیا اب آپ کے ساتھ سات سو حضرات باقی رہے۔

## حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمال درجہ استقامت

حضرت عروہ بن زبیر سلام اللہ تعالیٰ علیہما و رضوانہ فرماتے ہیں کہ اس دن حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی کمال درجے استقامت اور حوصلہ مندی کا مظاہرہ کیا۔ مالک بن زہیر نے رسولِ محترم علیہ السلام پر تیر اندازی کی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ علیہ و رضوانہ نے اپنے ہاتھ کو رسولِ محترم کے لیے ڈھال بنا لیا۔ تیر آپ کی چھنگلی کو لگا جس سے وہ شل ہو گئی۔

# حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ
# کا
# اُبیّ بن خلف کو قتل کرنا

حضرت عروہ بن زبیر سلام اللہ تعالیٰ علیہما ورضوانہ فرماتے ہیں، ابی خلف نے مکہ میں قسم کھائی تھی کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ضرور قتل کرے گا۔ اس کے حلف کا رسول محترم کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا: " اللہ نے چاہا تو میں اسے قتل کروں گا۔" وہ سب کے سامنے لوہے میں غرق آیا اور کہنے لگا کہ " اگر آج محمد بچ گئے تو میری خیر نہیں۔

وہ مسلسل حضور اکرم پر حملہ آور ہو کر آپ کو قتل کرنے کی تدبیریں کر رہا تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بنو عبدالدار کے عزیز) حضور اکرم کے لیے ڈھال بنے ہوئے تھے۔ ان سے اس کا سامنا ہوا، وہ شہید ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابی بن خلف کی زرہ اور فولادی ٹوپی کے مضبوط لوہے کے لباس میں سے ٹھوڑی کے نیچے کی ہڈی ننگی دیکھی تو اپنے چھوٹے نیزے کو وہاں تاک کر مارا، باوجودیکہ کسی قسم کا خون نہ نکلا تھا لیکن وہ اپنے گھوڑے سے اُتر پڑا اپنے رفقا کے پاس لڑھکتا ہوا آیا۔ انھوں نے اسے سہارا دیا۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ بیل کی طرح آوازیں نکال رہا تھا۔ انھوں نے اس سے پوچھا کہ آخر تو اس قدر جزع فزع کیوں کر رہا ہے، یہ تو برائے نام خراش ہے۔ اس نے انھیں بتلایا کہ محمد (ص) نے مجھے قتل کرنے کا کہا تھا۔ اس کے بعد کہا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میرے ساتھ ذوالمجاز کے سبھی لوگ ہوتے تو وہ بھی مرجاتے (گویا اسے رسول اکرم کی بات پر اتنا یقین تھا لیکن وائے محرومی کہ اسلام قبول نہ کیا) بس وہ اسی حالت میں مرگیا (ہلاکت وبربادی ہے دوزخیوں کے لیے)

## سید الشہداء اَسَدُ اللہ و اَسَدُ رسولہ

# حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رونا

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدود مدینہ میں داخل ہوئے تو ہر گھر میں نوحہ و بکا کی آوازیں آرہی تھیں۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے ؟ لوگوں نے کہا کہ یہ انصار کی عورتیں ہیں جو اپنے شہدا پر رو رہی ہیں۔ آپ کی زبانِ مبارک سے نکلا "میرے چچا حمزہ، تو ان پہ کوئی رونے والا نہیں"، ساتھ ہی ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ یہ دردناک صدا حضرت سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل اور عبداللہ بن رواحہ نے سنی تو اپنے گھروں میں گئے اور تمام رونے والیاں جو مدینے میں تھیں انھیں جمع کرکے کہا۔

واللہ! انصار کے شہدا کو اس وقت تک مت رو۔ جب تک رسولِ محترم کے چچا پر نہ رو لو، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ اُن کے چچا پر مدینے میں کوئی رونے والی نہیں۔ خیال یہ ہے کہ رونے والی عورتیں حضرت عبداللہ بن رواحہ لے کر آئے۔ حضور اکرم نے اس کو سنا تو پوچھا یہ کیا ہے ؟ آپ کو بتلایا گیا کہ انصار نے اپنی خواتین کو یہ نصیحت کی ہے۔ آپ نے ان سب کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کے حق میں کلماتِ خیر فرمائے اور ارشاد فرمایا: میرا مقصد یہ نہ تھا اور نہ ہی مجھے رونا پسند ہے۔ اس کے بعد اس سے مستقلاً منع کر دیا۔ حضرت عروہ بن زبیر سے بھی بالکل اسی طرح کی روایت ہے۔

# احد کے بعض شہدا کے اسمائے گرامی[۲۵]

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے احد کے شہدا میں سے ایسے حضرات کا ذکر کیا ہے جو بدر میں بھی شریک تھے۔ ان کا ذکر یہاں ہوگا، باقی حضرات کا آئندہ ذکر ہوگا۔

۱ : اوس بن المنذر الانصاری النجاری

۲ : ایاس بن اوس الانصاری (بنو معاویہ بن عمرو)

۳ : ثعلبہ بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثۃ الانصاری (بنو سعادہ)

۴ : سید الشہداء، اسد اللہ و اسد رسولہ حمزہ بن عبدالمطلب الہاشمی ۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا، رضاعی بھائی، انھیں وحشی بن حرب نے شہید کیا (وہ بعد میں مسلمان ہو کر شرف صحابیت سے بہرہ ور ہوئے اور مسیلمہ کذاب کو قتل کر کے گویا اس کا ازالہ کیا)

۵ : الحارث بن اوس بن رافع الانصاری (بنو عمرو بن عوف)

۶ : ذکوان بن عبد قیس الانصاری (بنو زریق)

۷ : رفاعہ بن اوس بن زعورا بن عبدالاشہل الانصاری ۔

۸ : ربیعہ بن الفضل بن حبیب بن یزید بن تمیم الانصاری (بنو معاویہ بن عوف)

۹ : ربیعہ بن اکثم القرشی ۔ حلیف بنو اسد بن عبد شمس (بنو اسد)

۱۰ : سعد بن الربیع الانصاری ۔

۱۱ : سلیط بن ثابت بن وقش الانصاری (بنو النبیت)

۱۲ : عبداللہ بن جحش الاموی (بنو عبد شمس)

بنو اسد بن خزیمہ اور ان کا معاہدۂ دوستی تھا ۔ ان کے قتل کی کیفیت کے سلسلے میں حضرت سعد کی حدیث ان کے مناقب کے ضمن میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی ۔

۱۳ : عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ الانصاری (بنو سلمہ)

۱۴ : طبرانی کے بقول، حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی ۔ یہ مہاجرین اولین سے تعلق رکھنے والے صحابی ہیں (بدر و احد میں اللہ تعالیٰ کے نبی نے انھیں مسلمانوں کا جھنڈا اٹھایا ۔ یہ جھنڈا حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہ کی اوڑھنی کا تھا ۔ گویا انھیں رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پہلا "علم دار" ہونے کا شرف حاصل ہے ۔

# غزوہ حمراء الاسد ۲۶ھ

یہ مقام مدینہ منورہ سے ۸ میل کے فاصلے پر ہے۔ احد سے صرف ایک دن بعد ۱۵ شوال ۳ھ کو یہ واقعہ پیش آیا۔ چونکہ مسلمانوں کو احد کی جنگ میں شدید مشکلات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس لیے بعض کفار قریش کا خیال تھا کہ مسلمان شدید ابتلا کا شکار ہوئے ہیں تو واپس پلٹ کر مدینہ منورہ میں ان پر کاری ضرب لگائی جائے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حال میں شیر دل مسلمانوں کو لے کر نکلے تاکہ کافروں کو احساس ہو جائے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی ہمت سے نوازا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ احد سے واپسی پر ایک شخص جو اہلِ مکہ سے تعلق رکھتا تھا، آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اس سے ابوسفیان اور اس کے رفقا کے متعلق پوچھا تو اس نے بتلایا کہ میں ان کے پاس ٹھہرا تو وہ ایک دوسرے کو ملامت کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ مسلمان اُس وقت شدید پریشانی کا شکار تھے، آخر تم نے ان کا قلع قمع کیوں نہ کیا؟ اس شخص کے بقول وہ سب دوبارہ واپسی کا ارادہ کر رہے تھے۔

یہ سن کر حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دشمن اس قسم کے منصوبے گانٹھ رہا ہے، اس کے تعاقب میں نکلو۔ شدید زخموں کے باوجود صحابہ کرام نے ایثار کا مظاہرہ کیا اور چل نکلے۔ رسولِ اکرم کی ہدایت تھی کہ شرکائے احد کے علاوہ کوئی میرے ساتھ نہ چلے۔ عبداللہ بن ابیّ رئیس المنافقین نے ہر چند چلنے کی خواہش ظاہر کی لیکن آپ نے بالکل اجازت نہ دی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس شدید تکلیف کے باوصف جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کی فرماں برداری کا راستہ اختیار کیا اور چل نکلے، اس کا ذکر اللہ رب العزّت نے اس طرح کیا:

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ط لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ (آل عمران ۱۷۲)

جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول کا بعد اس کے کہ پہنچ چکے تھے ان کو زخم جو ان میں نیک ہیں اور پرہیزگار، اُن کو ثواب بڑا ہے۔

تاہم آپ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو شرکائے احد میں سے تھے، مدینہ قیام کرنے کی اجازت دے دی۔ ان کے والد احد کے غزوہ میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی بہنیں بہت تھیں، گھر میں کوئی مرد نہ تھا، والد کی نصیحت تھی کہ حتی الوسع مدینہ میں رہو۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حمراء الاسد تک دشمن کا تعاقب کیا۔ حضرت عروہ بن الزبیر سے دوسری روایت بھی بالکل اسی طرح ہے۔

## بعث الرجیع ۴ھ

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ خبیب بن عدی بن عبد اللہ الانصاری (بنو عمرو بن عوف) عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح بن عمرو بن عوف اور زید بن الدثنہ الانصاری (بنو بیاضہ) کا معاملہ یہ ہے کہ انھیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں بھیجا تاکہ وہاں سے قریش کے حالات کی خبر لائیں، یہ حضرات نجد کی پٹی کے راستے گئے، جب "الرجیع" نامی مقام پر پہنچے تو قبیلہ ہذیل کی شاخ بنو لحیان نے انھیں آلیا، حضرت عاصم بن ثابت الانصاری کو تلوار مار کر شہید کر دیا۔

ان بدبختوں کی خواہش تھی کہ ان کا سر کاٹ کر مشرکین کے پاس بھیج دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ وہ ان کے چہروں پر اڑنے لگیں اور انھوں نے انھیں بری طرح کاٹ لیا اور ڈس لیا اور اس بات کے درمیان حائل ہو گئیں کہ وہ سر کاٹ سکیں۔ حضرت خبیب اور زید بن دثنہ پہاڑ پر چڑھ گئے، ان لوگوں کا ان تک پہنچنا ممکن نہ رہا تو انھوں نے بہت ہی زوردار عہد و پیمان کر کے ان کے نیچے اترنے کی سبیل کی اور جونہی وہ اترے انھیں مضبوطی سے باندھ لیا اور مکہ لے جا کر انھیں قریش کے ہاتھ بیچ دیا۔

حضرت خبیب کو عقبہ بن الحرث نے خریدا۔ اس کے ساتھ ابو اہاب بن عزیز بن قیس بن سوید بن ربیعہ بن عدس بن عبد اللہ بن دارم شریک تھا۔ قیس بن سوید بن ربیعہ، عامر بن نوفل کا ماں شریک بھائی تھا۔ ان کی ماں کا نام بنت نہشل تمیمیہ تھا، انھوں نے اور عبید بن الحکیم السلمی امیہ بن ابی عتبہ (بنو دارم) بنو الحضرمی، وسیعہ بن عبد اللہ بن ابی قیس (بنو عامر)

صفوان بن امیہ نے مل کر منصوبہ بنا لیا اور اُنھیں قید کر دیا۔ قید کے لیے عقبہ بن حارث کا گھر تجویز ہوا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا وہ قید رہے۔ آل عتبہ کی ایک عورت ان کی بیڑیاں ڈھیلی کرتی اور اُنھیں کھانا وغیرہ کھلاتی۔ آپ نے اس خاتون سے کہا کہ جب لوگ میرے قتل کا ارادہ کریں تو مجھے اس سے قبل مطلع کر دینا۔ چنانچہ اُنھوں نے قتل کا فیصلہ کیا تو اس عورت نے اُنھیں مطلع کر دیا۔ آپ نے اس سے کہا کہ مجھے استرا فراہم کر دو تاکہ میں حجامت کا اہتمام کروں اور پاک صاف ہو جاؤں۔ اس عورت نے اُنھیں استرا فراہم کر دیا تو آپ نے اس کا لڑکا پکڑ لیا، اسے پیار کیا اور فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی مجھے طاقت نہیں دی کہ میں اس استرے سے اس کا کام تمام کر دوں۔ وہ عورت آپ کی نیکی سے اس حد تک متاثر تھی کہ اس نے کہا کہ میں آپ سے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ آپ نے استرا اس کے سپرد کر دیا اور فرمایا یہ تو محض دل لگی تھی (کمال درجہ حوصلہ ہے کہ موت سر پر ہے لیکن پروا نہیں) بہرحال جو لوگ ان کی خریداری میں شریک تھے وہ اور اہل مکہ کی ایک بڑی تعداد انھیں تنعیم میں لے گئے ایک لکڑی پاس تھی۔ تنعیم میں آپ کو پھانسی دینے کی غرض سے اس لکڑی کو گاڑا۔ عقبہ بن الحرث کو قتل کا ذمہ دار بنایا گیا، حرث بن عامر جس کے بدلے اُنھیں قتل کیا گیا وہ بدر کے میدان میں مارا گیا تھا۔

حضرت خبیب نے ۲ رکعت نماز ادا کرنے کی خواہش ظاہر کی تو اُنھوں نے بیڑیاں کھول دیں۔ انھوں نے مختصر ۲ رکعت ادا کیں اور فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم کہو گے کہ موت سے ڈر گیا تو میں طویل رکعتیں پڑھتا لیکن اس خدشے سے میں نے مختصر رکعت ادا کیں۔ اس موقعے پر اُنھوں نے رب العزت کے حضور عرض کیا۔

"اے اللہ ہر طرف دشمن کے چہرے ہیں۔ میرا پیغام تیرے رسول تک پہنچانے والا کوئی نہیں تو میرا اسلام ان تک پہنچانے کی تدبیر کر۔"

اسی وقت حضرت جبریل امین نے حضور اقدس کی خدمت میں ان کا سلام پہنچایا۔

حضرت خبیب کو جب لکڑی پر سولی کے لیے اُٹھانے لگے تو اُنھوں نے عرض کیا:

"اے اللہ ان میں سے ایک ایک کو شمار اور گنتی میں رکھ، ان کو الگ الگ

کر کے قتل کر اور یہ حالات پیدا کر کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہے ۔"

آپ کو ان مشرکین کے لڑکوں نے قتل کیا جو بدر میں مارے گئے تھے ۔ جب انھوں نے اپنے ہتھیار سنبھال لیے تو سولی پر چڑھتے ہوئے خبیب کو انھوں نے پکار کر کہا کہ تجھے یہ پسند ہے کہ یہاں تیری جگہ محمدؐ ہوں"؟ حضرت خبیب نے فرمایا ۔ واللہ العظیم میرے بدلے انھیں ایک کانٹا چبھے ، مجھے یہ بھی گوارا نہیں ۔ اس پر وہ نامراد ہنس پڑے ۔ حضرت خبیب نے سولی پر چڑھتے چڑھتے پڑھا ۔

لقد جمع الاحزاب حولی والبو قبائلھم واستجمعوا کل مجمع

وقد جمعوا ابناءھم ونساءھم وقربت من جذع طویل ممنع

الی اللہ اشکو غربتی ثم کربتی وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی

فذا العرش جبرنی علی مایراد بی فقد بضعوا لحمی وقد یاس مطمعی

وذالک فی ذات الالہ وان یشأ یبارک علی اوصال شلو ممزع

لعمری ما احفل اذا مت مسلما علی ای حال کان للہ مضجعی

بہت سے گروہ میرے اردگرد جمع ہیں ، ان کے قبائل شرانگیزی پر اُترے ہوئے ہیں اور مجمع جمع ہے ، ان کے بیٹے اور ان کی عورتیں تک جمع ہیں اور کھجور کے ایک طویل تنے کے قریب اکٹھے ہیں جو بہت مضبوط ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہی میں اپنی غربت و بیگانگی اور اپنے کرب و تکلیف کا شکوہ کر سکتا ہوں ، جب کہ مختلف گروہ میرے پچھاڑنے کے لیے گھات میں بیٹھے ہیں ۔

عرش والے مالکِ حقیقی نے اس تکلیف دہ صورت پر جو وہ لوگ میرے معاملے میں روا رکھے ہوئے ہیں ، مجھے اجر سے نوازا ۔ انھوں نے میرے گوشت کو چر کے لگائے اور نشتر مارے اور میرے معاملے میں طمع کی کیفیت ظاہر ہوگئی ۔ اور یہ جو کچھ ہو رہا ہے ۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی محبت کے نتیجے میں ہے اور وہ ذات پاک چاہے ہر کٹے ہوئے اور زخمی جوڑ کو بابرکت بنا دے ۔ مجھے اپنی عمر عزیز کی قسم جب میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کی حالت میں دُنیا سے رخصت ہو رہا ہوں تو مجھے اس کی مطلق پروا نہیں کہ میں کس حال میں ہوں ،

اللہ تعالیٰ ہی کے لیے میرا پہلو کس بل لٹایا جاتا ۔

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صفوان بن اُمیہ نے خرید لیا۔ اُس نے اُنھیں اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے قتل کیا۔ قتل کا کام "نسطاس" نے کیا جو بنو جمح کا غلام تھا، اُنھیں بھی تنعیم میں قتل کیا گیا۔ حضرت خبیب کو عمرو بن اُمیہ نے دفن کیا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کہا :

| | |
|---|---|
| ولیت خبیبا لم یخنہ ذمامہ | ولیت خبیبا کان بالقوم عالما |
| شراک زھیر بن الاغر و جامع | وکانا قدیما یرکبان المحارما |
| اجرتم فلما ان اجرتم غدرتم | وکنتم باکناف الرجیع لھازما |

اے کاش کہ خبیب کے کفیل ان سے خیانت نہ کرتے۔ اے کاش خبیب قوم کے حالات سے باخبر ہو جاتے۔ زہیر بن الاغر ان کے شریک سفر اور ہمراہ تھے اور وہ دونوں قدیم عرصے سے مشکلات و مصائب کی دُنیا کے شہ سوار تھے۔ تمھیں ایسے انداز سے اجر دیا گیا کہ تم تن تنہا رہ گئے اور تم "رجیع" کی وادیوں میں دشمن کو شکست دینے والے تھے۔

## غزوہ بئر معونہ ۴ھ

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضرت حرام ابن ملحان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر لے کر اپنے رفقا سمیت عامر ابن طفیل کے پاس آئے۔ اُس کے قبیلے کے دوسرے سردار بھی موجود تھے۔ ان لوگوں نے اُس تحریر کو پڑھنے کے بجائے عامر کو بھڑکایا اور اُس نے حضرت حرام کو قتل کر دیا۔ اُنھوں نے ان کے خلاف بنو عامر کو بہت کچھ کہا لیکن اُنھوں نے پروا نہ کی۔ عامر ابن مالک المعروف ابو براء قوم کی طرف نجد چلا گیا تھا۔ اور اُن کو اطلاع دی تھی کہ اُس نے محمد کے ساتھیوں کو امان دی ہے اس لیے اُن سے تعرض نہ کیا جائے، لیکن اُنھوں نے کہا کہ ابو براء کی پناہ کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور بنو عامر نے ابن طفیل کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔ جب بنو عامر نے انکار کر دیا تو اُس نے دوسرے قبائل کے لوگوں سے مدد طلب کی جس میں بنو سلیم، بنو عصیۃ اور

بنو رعل اشامل تھے وہ اس کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے۔

عامر ابن طفیل نے کہا میں نے قسم کھائی تھی کہ میں تن تنہا ان کا سامنا نہیں کروں گا۔ اس لیے تم اُس کے پیچھے چلو تاکہ قوم کے ساتھ شامل ہو جاؤ اور اپنے ساتھی کی مدد کر کے اُس کی رفاقت میں سامنا کرو۔ چنانچہ ان کی قوم سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ منذر اُن کے ساتھ تھے تو بنو عامر نے قوم کے ساتھ اُن کو گھیر لیا اور لڑائی شروع کر دی حتیٰ کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شہید کر دیے گئے اور منذر ابن عمرو باقی رہ گئے۔ اُنھوں نے ان سے کہا آپ پسند کریں تو ہم آپ کو امن دے دیں۔ اُنھوں نے کہا کہ جب تک اُس جگہ نہ پہنچ جائیں جو مقتل حرام ہے اُس وقت ایسا ممکن نہیں اُس کے بعد میرے معاملے میں تمھاری پناہ کا قصّہ ختم ہو جائے گا۔ پس اُنھوں نے مقتل حرام تک پہنچنے تک انھیں امن دے دیا۔ پھر وہ اُن کی پناہ سے بری الذمہ ہو گئے بلکہ اُن کے ساتھ لڑائی کی حتیٰ کہ وہ قتل ہو گئے۔

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تھا کہ مارنے کے لیے اُس کی گردن پکڑی جائے گی۔

حارث ابن صمّہ اور عمرو ابن اُمیّہ سرح نامی مقام میں آئے۔ اُنھوں نے اپنی قیام گاہ کے قریب جانوروں کے پرے دیکھے تو کہا اللہ کی قسم ہمارے احباب مار دیے گئے۔ اللہ کی قسم ہمارے احباب نہیں مارے گئے بلکہ اہل نجد مار دیے گئے اور پھر ایسا ہی ہوا۔ ان کے ساتھی شہید پڑے تھے اور گھوڑے ویسے ہی کھڑے تھے۔ حارث نے عمرو سے کہا اب کیا خیال ہے۔ اُنھوں نے کہا میری خواہش ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچوں اور آپ کو حالات سے باخبر کروں۔ حارث نے کہا جس جگہ منذر قتل کیے گئے اُس سے دُور ہونا مناسب نہیں۔ پھر ان دونوں کا لوگوں سے آمنا سامنا ہو گیا تو اُنھوں نے اُن میں سے دو کو قتل کر دیا۔ دشمنوں نے اُنھیں پکڑ کر قیدی بنا لیا اور عمرو ابن اُمیہ کو بھی قیدی بنا لیا۔ دشمنوں نے حارث سے پوچھا ہم تجھے قتل نہیں کرنا چاہتے، تُو خود بتا ہم تیرے ساتھ کیا سلوک کریں۔ حضرت حارث نے کہا مجھے اُس جگہ پہنچا دو جہاں منذر اور حرام پچھاڑے گئے۔ پھر تم مجھ سے بری الذمہ ہو۔

اُنھوں نے کہا ٹھیک ہے ہم ایسا کر دیتے ہیں اور اُنھوں نے اُن کو پہنچا دیا۔ اُس وقت حارث دشمنوں پر چڑھ دوڑے حتیٰ کہ ان میں سے دو کو ٹھکانے لگا دیا اور پھر خود شہید ہو گئے۔

دشمنوں نے اُنھیں نیزے مار مار کر شہید کر دیا۔ عامر ابن طفیل نے اپنے قیدی عامر ابن اُمیّہ سے کہا کہ میری ماں کے ذمّے ایک غلام کا معاملہ ہے، اس لیے تو آزاد ہے۔

عامر ابن طفیل نے عامر ابن اُمیہ سے کہا کیا تو اپنے ساتھیوں کو جانتا ہے۔ اُنھوں نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا کیا اُن میں سے کوئی گم ہے۔ اُنھوں نے کہا ہاں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت عامر ابن فہیرہ گم ہیں۔ اُس نے کہا وہ کیسے آدمی تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ وہ بہت بھلے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے۔ اس نے کہا کیا میں تمھیں اُن کے متعلق بتلاؤں اور ساتھ ہی ایک شخص کی طرف اشارہ کیا کہ اس نے اپنے نیزے سے اُنھیں مارا تھا اور جب اس نے نیزہ کھینچا ایک شخص آسمان کی بلندیوں میں لے جایا گیا اور پھر زمین پر ہم نے اُس کو نہیں دیکھا۔ میں نے کہا وہی عامر ابن فہیرہ تھے۔ جس شخص نے اُنھیں شہید کیا وہ قبیلہ بنو کلاب کا ایک فرد تھا جس کا نام جبار ابن سُلمی تھا۔ اُس کا کہنا ہے کہ جب اُس نے اُنھیں نیزہ مارا تو میں نے سُنا کہ وہ یوں کہہ رہے تھے ـــــ اللہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا ـــــ میں نے اپنے دل میں سوچا اس کا کیا مقصد ہے۔ پھر میں ضحاک ابن سفیان کِلابی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ اس کا کیا مقصد ہے۔ اُس نے بتلایا کہ اس سے مراد جنت ہے اور اُس نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔ پس میں مسلمان ہو گیا۔

حضرت عامر ابن فہیرہ کا آسمانوں پر اُٹھایا جانا اور اُن کا مجھے اسلام کی دعوت دینا اس جیسا منظر میں نے نہیں دیکھا۔ پھر ضحاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے مسلمان ہو جانے اور جو کچھ میں نے حضرت عامر کے متعلق دیکھا تھا اس کے بارے میں اطلاع دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتوں نے اس کے جسم کو بے حرمتی کے پیشِ نظر چھپایا اور اسے بلندیوں تک لے گئے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیرِ معونہ کے المناک حادثے کی خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ ابو براءؓ مردود کا کارنامہ ہے اور میں اس شخص کو پسند نہیں کرتا تھا۔ پھر

آپؐ صبح کی نماز میں قاتلوں کے خلاف مسلسل بددُعا کرتے رہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ ایسا پندرہ دن ہوا، اور بعض نے کہا کہ چالیس دن ہوا۔ صبح کی نماز میں رکوع کے بعد کھڑے ہوکر بددُعا کی۔

اللّٰھم اشدد وطأتك علی مضر، اللّٰھم علیك ببنی لحیان وعضل والقارۃ اللّٰھم انج الولید بن الولید، وسلمۃ بن ھشام وعیاش بن ابی ربیعۃ والمستضعفین من المؤمنین، غفار غفر اللہ لھا واسلم سالمھا اللہ۔

"اے اللہ مضر والوں کو روند ڈال۔ اے الہٰ بنو لحیان، عضل اور القارہ کو برباد کردے۔ ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ اور کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما، غفار والوں کو بخش دے اور قبیلہ اسلم کو سلامتی عطا فرما۔

اس کے بعد آپ سجدہ فرماتے، بعد میں جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَٰلِمُونَ ○ (آلِ عمران : آیت ۱۲۸)

تیرا اختیار کچھ نہیں یا اُن کو توبہ دیوے اللہ تعالیٰ یا اُن کو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں۔

حضرت انس بن مالک عرض کرتے ہیں! اے اللہ انصار کے ستر حضرات بئرِ معونہ کے دن شہید ہوگئے۔

حضرت ابوسعید الخدری روایت کرتے ہیں کہ کئی مقامات پر انصار کے ستر ستر حضرات شہید ہوگئے (گو بعض مقامات پر ان میں مہاجرین بھی تھے لیکن اکثریت مراد ہے اور بئرِ معونہ میں تو سب یہی تھے) احد، بئرِ معونہ، یمامہ کے دن اور جسر ابی عبید کے دن، لیکن حضور اقدس کو جو صدمہ بئرِ معونہ کے شہدا پر ہوا وہ کسی اور موقعے پر نہیں ہوا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں قرآن نازل کیا، یہاں تک کہ ہم ان سے نقل کرتے تھے۔

واقدی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ شہدا بئرِ معونہ نے کہا اور ایسے وقت جب وہ موت کے منہ میں تھے کہ "ہماری قوم کو ہمارا پیغام پہنچا دینا کہ ہماری اپنے رب سے ملاقات ہو گئی ہے۔ وہ ہم سے راضی ہوگیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔"

حضرت عروہ سے ایک روایت میں ہے کہ مشرکوں نے حضرت عروہ بن صلت کو امان دینے کی خواہش ظاہر کی کیونکہ بنو عامر سے ان کی دوستی رہ چکی تھی لیکن (اپنے احباب سے الگ) انھوں نے اسے قبول نہ کیا حتیٰ کہ ان کی قوم بنو سلیم تک نے اس کی خواہش کی لیکن وہ نہ مانے اور فرمانے لگے کہ "تمھاری امان مجھے قبول نہیں اور جہاں میرے رفقا شہید کیے گئے وہاں زندگی کی مجھے کوئی خواہش نہیں"۔ اور جب انھیں گھیرا گیا تو انھوں نے عرض کیا۔ "اے اللہ! یہاں کوئی نہیں جو تیرے رسول کو میرا سلام پہنچا دے، پس تو یہ کام کر دے!" تو جبریل امین علیہ السلام نے آپ کو فوراً مطلع کیا۔

## بئرِ معونہ کے بعض شہدا

۱ : اوس بن معاذ بن اوس الانصاری۔

۲ : الحکم بن کیسان المخزومی الانصاری۔

۳ : الحارث بن الصمہ الانصاری۔

۴ : سہل بن عمرو بن ثقیب الانصاری۔

۵ : عامر بن فہیرہ القرشی التیمی ———— رضی اللہ تعالیٰ عنہم

## غزوہ بدر الآخرہ ۲۹ھ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بقول حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے وعدہ کی جگہ بھیجا، جب کہ منافق لوگوں کو روکنے میں سرگرم عمل تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سلامت رکھا اور مسلمان حضور اقدس کی معیت میں بدر کی طرف تشریف لے گئے۔ انھوں نے سرمایہ اور پونجی ہمراہ لے لی اور کہا کہ ابوسفیان سے مڈبھیڑ ہوگئی تو ٹھیک ورنہ

بدر کے موسمی بازار اور منڈی میں تجارت کر لیں گے ۔

## غزوہ الخندق یا الاحزاب ۳ھ

حضرت عروہ کے بقول حضور اقدس اور آپ کے رفقا پر پھر ایک بار مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ۔ ابتلاء و آزمائش کا سلسلہ دراز ہو گیا ، حتیٰ کہ بعض منافقین جو حضور اقدس کی معاذ اللہ رسوائی کے خواہاں تھے وہ کہنے لگے کہ اے شہر والو ! یہاں تمھارے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں اس لیے یہاں سے نکل جاؤ ۔

## خندق کی کھدائی کے دوران ایک چٹان کا قصہ ۳۱ھ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ وہ خندق کی کھدائی میں مشغول تھے کہ ایک چٹان بڑی مشکل کا باعث بن گئی ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہی تھے ۔ آپ نے میری کیفیت اور اس چٹان کی شدت کو دیکھا تو کدال میرے ہاتھ سے لے لی اور ایک زوردار وار کیا ، کدال کے نیچے سے چمک محسوس ہوئی ، تین بار ایسے ہی ہوا کہ آپ نے کدال ماری اور چمک پیدا ہوئی ۔ حضرت سلمان نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ آپ نے جب کدال ماری تو چمک نظر آئی ، اس کا سبب اور یہ کیا چیز ہے ؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان تم نے اسے دیکھا ؟

حضرت سلمان نے عرض کیا ، جی ہاں ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہلی ضرب سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یمن کی فتح کا باب کھولا ، دوسری سے شام اور مغرب کے علاقے کی فتح کا دروازہ وا کیا جب کہ تیسری کے ذریعے مشرق کی فتوحات کا دروازہ کھولا ۔

## غزوہ بنی قریظہ

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کر رہے تھے کہ جبریل امین اپنے گھوڑے پر تشریف لائے اور جنازہ پڑھانے کی جگہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو گئے ۔ حضور اقدس تشریف

لائے تو جبریل امین نے عرض کیا، اللہ رب العزت آپ کو معاف کرے۔ آپ نے ہتھیار اتار دیے؟ حضور نے فرمایا ہاں! جبریل نے فرمایا لیکن ہم نے ہتھیار نہیں اُتارے اور اتاریں گے بھی نہیں جب تک آپ اُس دشمن پر چڑھائی نہ کریں اور ان کے تعاقب میں رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ اُنھیں شکست نہ دے۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت جبریل کے چہرے پر غبار کے آثار تھے۔ آپ نے جبریل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنو قریظہ کے ساتھ لڑائی کا حکم دیا ہے، میں اپنے رفقا فرشتوں کے ساتھ ان ہی کی طرف جارہا ہوں تاکہ ان کے مضبوط قلعے لرزہ براندام ہو جائیں، اس لیے آپ بھی لوگوں کو لے کر نکلیں۔ چنانچہ حضور اقدس، حضرت جبریل کے نشان ہائے قدم پر چل نکلے۔ بنو غنم کے پاس سے گزرے تو وہ آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ ادھر کچھ گھڑ سوار گزرے ہیں؟ اُنھوں نے عرض کیا جی ہاں ابھی حضرت دحیہ الکلبی اپنے سفید گھوڑے پر گزرے ہیں۔ ان کے گھوڑے کی زین ریشم کے ٹکڑے کی تھی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں بتلایا کہ وہ تو جبریل امین تھے۔ حضرت دحیہ الکلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل و شباہت میں حضرت جبریل کا رسول اکرم کے پاس آنا ہوتا بہر حال آپ نے فرمایا بنو قریظہ کے علاقے میں مجھے آکر ملو اور وہاں آکر عصر کی نماز پڑھو۔ چنانچہ وہ لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کو جن مسلمانوں کا منظور تھا، انھوں نے اس میں شرکت کی۔ یہ حضرات بنو قریظہ کی طرف چل کھڑے ہوئے لیکن ابھی راستے میں ہی تھے کہ عصر کی نماز کا وقت تنگ ہونے لگا، اس لیے اُنھوں نے نماز کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ بعض حضرات کا کہنا تھا کہ رسول اکرم نے فرمایا تھا کہ نماز بنو قریظہ کے علاقے میں آکر پڑھو، جب کہ بعض دوسرے کہتے تھے بھائی یہ عصر کی نماز ہے اور وقت جا رہا ہے۔ خیر بعض نے نماز پڑھ لی بعض چلتے رہے حتیٰ کہ اُنھوں نے بنو قریظہ کے محلوں میں غروب شمس کے بعد عصر کی نماز ادا کی۔ اس نماز کے متعلق حضورِ اقدس سے ذکر ہوا تو آپ نے دونوں گروہوں میں سے کسی پر نکتہ چینی نہیں کی۔ حضرت علی اسی اثنا میں آپ سے ملے اور واپسی کی درخواست کی اور عرض کیا کہ آپ کو اذیت دینے کی اللہ تعالیٰ ہی اُنھیں سزا دے گا۔ دراصل حضرت علی نے ان

بدبختوں کی زبان سے آپ اور آپ کی ازواج مطہرات کے متعلق بعض نازیبا باتیں سنی تھیں لیکن وہ انھیں حضورِ اقدس کے سامنے بیان کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ حضور اکرم نے ان سے پوچھا علی، تم واپسی کی بات کیوں کر رہے ہو؟ لیکن انھوں نے جو کچھ سنا تھا اسے چھپایا تو آپ نے خود فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ تم نے یہود سے میرے معاملے میں کوئی اذیت ناک جملہ سنا ہے، اس کی پروا نہ کرو۔ جب اللہ تعالیٰ کے یہ دشمن مجھے دیکھ لیں گے تو ایسی بات نہ کریں گے جیسی آپ نے سُنی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو وہ لوگ اپنے قلعوں میں محفوظ ہو چکے تھے، آپ نے ان کے رہنماؤں کے نام لے لے کر بلند آواز سے پکارا تاکہ وہ سُن لیں، اور فرمایا اے یہود کی جماعت، اے ان لوگوں کے برادران جو پیمان وفا پورا نہ کرنے کے سبب بندروں کی شکل میں تبدیل ہو گئے، یقیناً اللہ رب العزت تمھارے لیے رسوائی کا فیصلہ فرما چکا ہے۔

حضور اقدس نے مسلمان شہسواروں کے دستوں کے ساتھ چند رات ان کا محاصرہ کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ حیی بن اخطب کو بھی واپس لایا اور وہ بھی بنو قریظہ کے قلعے میں داخل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب جما دیا اور محاصرے سے پریشان ہو گئے تو ابولبابہ بن عبدالمنذر کے نام کی دہائی دی۔ ایسا انھوں نے اس لیے کیا کہ یہ انصار کے حلیف تھے۔ لیکن حضرت ابولبابہ نے حضور اکرم کی اجازت کے بغیر ان سے ملنے سے انکار کر دیا۔ تاہم حضور اقدس نے اجازت دے دی تو ابولبابہ ان کے پاس آئے۔ انھوں نے رونا شروع کر دیا اور کہنے لگے ابولبابہ یہ کیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو؟ اور ہمیں آپ کیا مشورہ دیتے ہیں کیوں کہ ہم لڑائی کی تو طاقت نہیں رکھتے؟ حضرت ابولبابہ نے اپنے حلق پر ہاتھ پھیر کر اپنی انگلیوں کے اشارے سے انھیں بتلایا کہ ان کے قتل کا فیصلہ ہے۔ حضرت ابولبابہ واپس ہوئے تو ان کا ہاتھ گویا لٹھک سا گیا اور وہ سمجھے کہ وہ کسی ابتلا کا شکار ہو گئے ہیں اور کہنے لگے کہ میں حضور اقدس کے چہرۂ انور کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ کے حضور سچی توبہ نہ کر لوں کہ میرے اندرونی راز سے وہی واقف ہے۔ اس لیے حضرت ابولبابہ واپس مدینہ چلے گئے اور سزا کے طور پر مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ اپنے آپ کو باندھ لیا۔ اہلِ سیرت کا گمان ہے کہ وہ بیس راتوں کے

لگ بھگ اس حال میں رہے (جب کہ جوامع السیرۃ ص ۱۹۳ کے بقول چھ راتیں، بس نماز کے وقت کھولتے پھر اسی طرح ہو جاتے) ابولبابہ اس طرح غائب ہو گئے تو رسول اکرم نے پوچھا کہ ابولبابہ اپنے حلیفوں سے فارغ نہیں ہوئے؟

لوگوں نے تفصیلات رسول اکرم کو بتلائیں تو آپ نے فرمایا، میرے بعد وہ ابتلا کا شکار ہو گئے۔ اگر سیدھے میرے پاس آجاتے تو میں ان کے لیے دعائے مغفرت کرتا۔ اب جب کہ اُنھوں نے از خود ایسا کیا ہے تو میں ان کی جگہ سے نہیں ہلاؤں گا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ خود نہ فیصلہ فرمائے۔ اُدھر حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بازو کی ایک رگ خندق کے دن تیر لگنے سے کٹ گئی تھی۔ خیال ہے کہ انھیں حبان بن قیس (یکے از بنو عامر بن لوی) نے یا ابو اسامہ الجشمی نے تیر مارا تھا۔ حضرت سعد نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ موت سے قبل بنو قریظہ کے معاملے میں مجھے اطمینان نصیب فرما۔ ان کے آنسو تھمے نہ تھے کہ رسول اکرم کھڑے ہوئے۔ بنو قریظہ نے درخواست کی کہ کسی حکم کو طے فرمالیں جو فیصلہ کردے۔ حضورِ اقدس نے اُنھی کو اختیار دے دیا کہ میرے رفقا میں سے کسی کو تجویز کر لو اور جو وہ فیصلہ کرے اس کو مان لو۔ اُنھوں نے حضرت سعد بن معاذ کو تجویز کیا تو حضور اقدس راضی ہو گئے۔ آپ نے ان سب کو اپنے اسلحہ سمیت ایک گھر میں جمع کرنے اور گویا قید کرنے کا حکم دیا حضرت اسامہ بن زید کے گھر کو اس مقصد کے لیے تجویز کیا (حافظ ابن حجر کی یہی روایت ہے جب کہ ابن اسحٰق بنت الحارث کا گھر کہتے ہیں، حضرت جابر کی روایت کے مطابق دونوں گھروں میں یہ رکھے گئے تھے)

آپ نے حضرت سعد بن معاذ کو بلوا بھیجا تو وہ اپنے خچر پر تشریف لائے۔ تکلیف کے سبب ایک ایک چادر کے ساتھ اُنھیں خچر پر گانٹھ دے دی گئی تھی جب کہ بنو عبدالاشہل کا ایک شخص ساتھ ساتھ چلا آرہا تھا جو بنو قریظہ کے معاملے میں گویا سفارش کر رہا تھا۔ وہ ان کے اخلاق، لین دین کے معاملات اور اس قسم کی چیزوں کا ذکر کر رہا تھا اور توجہ دلا رہا تھا کہ ان بے چاروں نے آپ کو پسند کیا تھا اب آپ رحم کریں۔
آپ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی حتیٰ کہ قریب آگئے تو اس شخص نے کہا کہ میری ان

باتوں کا آپ نے کوئی جواب نہ دیا؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حق کے معاملے میں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کروں گا۔ چنانچہ وہ شخص الگ ہوگیا اور اپنی قوم کو آکر بتلایا کہ اس کی سعد کے ساتھ کیا باتیں ہوئی ہیں اور انھوں نے کیا کہا ہے۔ وہ مایوس تھا، حضرت سعد آگے بڑھے تو حضور اقدس نے فرمایا:

"اے سعد ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کردو۔

حضرت سعد نے فرمایا کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے وہ لوگ جو لڑنے کے قابل ہیں انھیں قتل کردیا جائے باقی قیدی بنا کر تقسیم کردیے جائیں، ان کے مال پر قبضہ کرلیا جائے اور بچے اور عورتیں قیدی بنا لیے جائیں۔ حضرت رسول محترم نے فرمایا کہ سعد نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔ (اللہ تعالیٰ کی منشا یہی تھی)

بعض حضرات نے کہا ہے کہ بنو قریظہ نے خود حضورِ اکرم کے حکم پر اتفاق کرلیا تھا لیکن آپ نے معاملہ حضرت سعد بن معاذ کے سپرد کردیا۔ اس کے بعد وہ گروہ در گروہ نکالے گئے اور انھیں قتل کردیا گیا۔ ان کے سردار حیس بن اخطب کو لایا گیا تو حضور اقدس نے اس سے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے تجھے رسوا نہیں کیا؟ اس نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ آپ مجھ پر غالب آئے اور میں اپنے معاملے میں آپ کو کوئی ملامت نہیں کرتا۔ چنانچہ حضور اقدس کے حکم پر کھلے بازار میں "احجار الزیت" پر اسے لایا گیا اور حضرت سعد کے سامنے اس کو قتل کردیا گیا۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماس رضؓ حضور اقدس کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ الزبیر یہودی میرے سپرد کردیں، میں اس کو بدلہ دینا چاہتا ہوں کیوں کہ بعاث کی جنگ کے سلسلے میں اس کا مجھ پر ایک احسان ہے۔ آپ نے ان کی درخواست مان لی۔

حضرت ثابت اس کے سامنے آئے اور فرمایا۔ اے ابو عبدالرحمٰن تم مجھے جانتے ہو؟ اس نے کہا ہاں اور کہا کہ کیا کوئی شخص اپنے بھائیوں کو بھی نہیں جانتا؟ حضرت ثابت نے فرمایا، تم نے بعاث کی جنگ کے سلسلے میں میرے ساتھ جو احسان کیا تھا میری خواہش ہے کہ میں اس کا بدلہ چکاؤں۔ اس نے کہا کہ بہت اچھا، کیوں کہ شریف کے ساتھ ایسا

ہی سلوک کرتے ہیں۔ حضرت ثابت نے بتلایا کہ میں نے رسولِ اکرم سے درخواست کر کے تمھیں لے لیا ہے، تم اب آزاد ہو۔ زبیر یہودی نے کہا کہ میرے پاس کیا ہے۔ میری بیوی بچے تم نے سے لیے ہیں۔ حضرت ثابت نے حضور اقدس سے درخواست کر کے اس کے بیوی بچے واپس کرا دیے۔ پھر اُس نے اپنے باغ کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کی روزی کا وہی ذریعہ ہے۔ حضرت ثابت نے حضور اقدس سے درخواست کر کے باغ بھی دلوا دیا۔ اب حضرت ثابت نے اسے دعوتِ اسلام دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول نے تیرے اہل و عیال اور تیرا مال تیرے سپرد کر دیا ہے۔ اب تو مسلمان ہو جا تو حقیقی سلامتی تجھے حاصل ہو جائے گی۔ اس نے پوچھا کہ اس کی قوم کے لوگوں کا کیا ہوا؟ حضرت ثابت نے بتلایا کہ ان کا کام تمام ہو چکا، حضور اقدس فارغ ہو گئے، شاید کہ تیرے زندہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خیر ہو۔ زبیر نے کہا بعاث کی بات پوری ہو گئی، میرا ایک دشمن تیرے پاس تھا، تو نے مجھے دے دیا لیکن اب میری قوم کے لوگ مارے گئے تو ان کے بعد زندگی میں کیا مزہ؟ یہ بات حضرت ثابت نے حضور اقدس سے عرض کی تو آپ نے الزبیر کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ وہ قتل ہو گیا۔ ایک متصل روایت یہ ہے کہ حضرت سعد نے بات چیت کی، غم ناک انداز سے دُعا مانگی اور عرض کیا کہ "اے آسمان و زمین کے رب! اس قوم سے بڑھ کر کوئی میرے نزدیک مبغوض نہیں، جس نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور اس کو نکالنے کی تدبیریں کیں، میرا خیال یہ ہے کہ ان کے اور ہمارے درمیان جنگ نہ ہو گی۔ ہاں اگر جنگ کا قصہ ہے تو مجھے صحت و ہمت دے کہ تیری رضا کے لیے ان سے لڑائی کر سکوں اور اگر تو اپنے کرم سے جنگ کا قضیہ ختم کر چکا ہے تو فیاضی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اسی مکان اور اسی جگہ میری موت کا سامان کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں اپنی فیاضی سے اس طرح نوازا کہ وہ رات کو وہیں اونگھ رہے تھے اور لوگ ان کی موت سے ڈر رہے تھے اور پھر ایسا ہی ہوا کہ ان کے زخموں سے کسی قسم کا خون وغیرہ نہ نکلا لیکن وہ اپنے آقا و مولیٰ کے جوار میں پہنچ گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ۔

# غزوہ المریسیع کے دوران پیش آنے والا واقعہ

غزوہ مریسیع، غزوہ بنی المصطلق کا دوسرا نام ہے۔ شعبان ۶ھ میں اس کا وقوع ہوا جب کہ بعض حضرات شعبان ۵ھ کہتے ہیں۔ (اس سلسلے میں تفصیلات امام بخاری نے کتاب المغازی میں، ابن ہشام نے سیرت ج:۳، ص:۲۹۲ میں، ابن عبدالبر نے ص:۲۰۰ وغیرہ میں دی ہیں)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو عسفان کے راستے میں ایک وادی میں قیام پذیر ہوئے تو لوگ بھی بے تکلفی سے اپنے معاملات میں لگ گئے اور اپنے اونٹوں کو چرانا شروع کر دیا۔ لیکن اچانک شدید آندھی نے آلیا تو لوگ خوف زدہ ہو گئے اور انھوں نے حضور اقدس سے پوچھا کہ "یا رسول اللہ، اس آندھی کا کیا معاملہ ہے"، اغلباً رسول محترم نے یہ جواب دیا کہ آج ایک بڑا منافق مر گیا ہے۔ اس لیے یہ تیز ہوا چلی، تمھیں انشاء اللہ تعالیٰ اس سے کوئی ڈر نہیں۔ اس منافق کی موت منافقوں کے لیے سخت الجھن و پریشانی کا باعث تھی۔ بہرحال دن کے آخری حصے میں ہوا رک گئی تو لوگ اپنی سواریوں کے پاس جمع ہو گئے۔ اسی دوران حضور اقدس کی سواری گم ہو گئی تو لوگ اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ایک منافق جو بعض انصار کا ملنے والا تھا اس نے ماجرا پوچھا تو لوگوں نے اسے بتلایا کہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی تلاش کر رہے ہیں جو گم ہو گئی ہے۔ اس نے تمسخر کے انداز میں کہا کہ تمھارا رب اس کے متعلق تمھیں بتلاتا نہیں؟

انصار نے اس کی بات کا بہت برا منایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے رسوا کرے، تو آیا ہی کیوں تھا۔ جب کہ تیرے دل میں یہ باتیں ہیں۔ اُس نے کہا کہ میں تو اس لیے آیا تھا کہ شاید کچھ دنیوی فائدہ ہو گئے — اور محمد تو ہمیں ایسی ایسی باتوں کی خبر دیتے ہیں جن معاملہ اونٹنی سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے۔ (گویا تمسخر کیا)

اس پر صحابہ نے اسے سخت سست کہا اور کہا کہ ہمارا تمھارے ساتھ کوئی تعلق نہیں اگر تمھاری قلبی خباثتوں کا ہمیں علم ہوتا تو ہم لمحہ بھر کو تمھیں اپنے ساتھ نہ رکھتے۔ اس کے بعد منافق کچھ وقت ان کے ساتھ رہا اور پھر اُٹھ کھڑا ہوا اور اُنھیں چھوڑ کر حضور کے

پاس گیا جو یہ باتیں سماعت فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذہن میں ڈالا اور آپ نے فرمایا۔ یہ فرمان اس وقت تھا جب منافق سُن رہا تھا ــ کہ منافقوں میں سے ایک شخص کا کہنا ہے کہ اگر رسول کی اونٹنی گم ہوگئی ہے تو اللہ اس کی جگہ بتلا کیوں نہیں دیتا؟

فرمایا کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے تاہم وہ اپنے کرم سے رہنمائی کر دیتا ہے اور اب اس نے مجھے بتلا دیا ہے کہ وہ اس گھاٹی میں ہے جو بالکل ہمارے سامنے ہے اور اس کی مہار درختوں کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے۔

یہ سُن کر صحابہ اُس طرف گئے اور منافق بھی گیا۔ وہاں جو لوگ تھے ان سے کہا کہ تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی جگہ سے اُٹھا ہے؟ یا محمدؐ کے پاس آیا ہے کہ اُس نے اُسے اس کے متعلق خبر دی ہو (کہ اونٹنی وہاں ہے) انھوں نے کہا بالکل نہیں، نہ ہم میں سے کوئی آپ سے ملا نہ اس جگہ سے اُٹھا۔

اس منافق نے کہا کہ میرا لوگوں کے ساتھ ایک بات کا تنازعہ ہوگیا تھا، گویا میرے اسلام کا آج ہی وقت مقرر تھا، جب کہ اب تک تو میں شک و شبہ کا شکار تھا ــ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اُس کے رفقا نے اُسے کہا کہ رسولِ محترم کی خدمت میں چلو تاکہ آپؐ تمھارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کریں۔ چنانچہ وہ گیا اُس نے اپنے جرم و قصور کا اعتراف کیا تو آپ نے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔

## غزوۃ الحدیبیہ

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ کے بقول یہ غزوہ ذی قعدہ ۶ ھ میں ہوا۔ اس غزوے کے سلسلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے (پانی کی تکلیف کے سبب) ایک تیر کنوئیں میں پھینکنے کا حکم دیا تو پانی کناروں تک آگیا۔

(یاد رہے کہ اس واقعہ کا سبب یہ ہے کہ حضور اقدس عمرے کی نیت سے تشریف لے گئے کسی قسم کی لڑائی پیش نظر نہ تھی، عمرے کے سبب قربانی کے جانور ساتھ تھے ۔ لیکن قریش آڑے آئے ــــ ابن ہشام ج: ۳، ص: ۸ ـ ۳۲۷ ـ البخاری کتاب المغازی، مسلم

کتاب الجہاد ، ابن حزم ص : ۲۰۷ وغیرہ میں تفصیل ہے )

# حدیبیہ میں بیعت

حضرت عروہ کے بقول ، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب حدیبیہ پہنچے تو آپ نے مناسب سمجھا کہ کسی کو قریش کے پاس بھیج کر انھیں اپنے ارادے سے مطلع کردیں (تاکہ ان کا تعرض کا رویہ نہ رہے ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے بلاکر بات کی تو انھوں نے عرض کیا کہ انھیں اپنے معاملے میں اطمینان نہیں ، ( آخر وہ اشداء علی الکفار تھے ) اس لیے پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا اور انھیں فرمادیا کہ اب تک جو غریب مسلمان مکہ میں محبوس ہیں انھیں بھی تسلی دے دینا کہ عن قریب فتح ہونے والی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرکے چھوڑے گا ۔ حضرت عثمان تشریف لے گئے تو قریش " بلاح " میں جمع ہوکر اتفاق کرچکے تھے کہ حضور اقدس کو مکہ میں نہیں آنے دینا ۔ حضرت عثمان کو ابان بن سعید بن العاص نے اپنی پناہ میں لے لیا ۔

اُدھر قریش نے بدیل بن ورقاء اور سہیل بن عمرو کو حضور اقدس کی خدمت میں بھیجا ۔ پھر شرائط کی تفصیل کا مصنف ذکر کرکے کہتے ہیں کہ لوگوں کو اطمینان ہوچلا تھا کہ صلح ہوجائے گی کہ اچانک ایک شخص نے دونوں فریقوں میں سے دوسری طرف پتھر پھینکا تو تلخی کی فضا پیدا ہوگئی ، اور اِدھر اُدھر پتھر پھینکے جانے لگے - ہر فریق اپنی اپنی طرف سے حالات کا رُخ سمجھنے لگا تو حضور اقدس نے سب کو بیعت کے لیے طلب فرمایا - ایک دم تمام مسلمان بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے ۔ حضور اقدس اس درخت کے نیچے تھے جس کے سائے میں آپ آرام فرما تھے - جب بیعت ہوئی تمام حضرات نے اس مقصد سے بیعت کی کہ وہ فرار نہ ہوں گے ' اس طرح اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ صلح کے لیے جلدی سے بھاگ دوڑ کرنے لگے ۔

# صلح نامہ کی کتابت

صلح کے سلسلے میں مشہور بات یہ ہے کہ کفار کے نمائندوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "رسول اللہ" لکھنے پر اعتراض کیا اور تقاضا کیا کہ بجائے "محمد رسول اللہ" کے "محمد بن عبداللہ" لکھا جائے۔ بہرحال صلح کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۝ (الفتح: ۲۴)

وہی ہے جس نے روک رکھا اُن کے ہاتھوں کو تم سے اور تمھارے ہاتھوں کو اُن سے بیچ شہر مکہ کے بعد اس کے کہ تمھارے ہاتھ لگا دیا اُن کو، اور ہے اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اسے دیکھتا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ:

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ۝ (الفتح: ۲۲)

اور اگر لڑتے تم سے کافر تو پھیرتے پیٹھ، پھر نہ پاتے کوئی حمایتی اور نہ مددگار۔

بہرحال قریش نے مجبور ہو کر آپ سے صلح کر لی، یہ صلح دس برس کے لیے تھی۔

ایک شرط یہ تھی کہ فریقین ایک دوسرے کے معاملے میں پرامن رویہ اختیار کریں گے۔ کسی کو قید نہ کریں گے، کسی پر تلوار نہ نکالیں گے۔

جو مکہ میں حج یا عمرے کی نیت سے آئے یا یمن یا طائف کی طرف آنے جانے والا مامون ہوگا۔

جو مشرک شام یا مشرقی علاقوں میں جانے کی غرض سے مدینے سے گزرے اسے بھی امن ہوگا۔

مدت معاہدہ میں رسول اکرم کے حلیف بنو کعب اور قریش کے حلیف بنو کنانہ بھی اس کے پابند ہوں گے۔

اور یہ کہ کوئی شخص اِدھر کا مسلمان ہو کر رسول اکرم کے پاس جائے گا تو آپ اسے لوٹا دیں گے

لیکن جو مسلمانوں کی طرف سے ادھر آجائے گا (مکہ میں) اسے لوٹایا نہ جائے گا۔

(ان شرائط سے مسلمان پریشان ضرور تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کو تسلّی دی اور آپ کو اطمینان قلب نصیب فرمایا جس سے مسلمان بھی مطمئن ہو گئے اور بالآخر اس کا بے حد فائدہ سامنے آیا)

## غزوہ خیبر الاولیٰ

یعنی وہ سریّہ جس کے امیر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، انھیں "اسیر بن رازم" کی طرف شوال ۶ ھ میں بھیجا گیا۔

حضرت عروہ کے بقول حضرت عبداللہ بن رواحہ نے خیبر کی طرف دو مرتبہ جنگی سفر کیا۔ پہلی مرتبہ حضور اقدس نے انھیں تین حضرات کے ہمراہ رمضان میں خیبر بھیجا، اس سے مقصد حالات کی دیکھ بھال تھی اور یہ معلوم کرنا تھا کہ وہاں کے لوگ کیا کر رہے ہیں۔ ان کے عزائم کیا ہیں، کس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ وہ خیبر کے اندر تک تشریف لے گئے۔ قلعے کے اندر پہنچ کر ان کے رفقا ضمنی قلعوں نطاۃ، شق اور کیتبہ میں متفرق ہو گئے اور اُسیر بن رازم وغیرہ کی باتیں سن کر انھیں محفوظ کر لیا اور تین رات قیام کے بعد اُس وقت واپس پہنچے جب رمضان کی چند راتیں باقی تھیں، اور حضور اقدس کو تمام حالات سے مطلع کر دیا جو سنا اور دیکھا، پھر شوال میں اسیر کی طرف کوچ کیا[۲۳۲]

## اس سلسلے کی باقی تفصیلات

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم نے حضرت عبداللہ بن عتیک کو تیس سواروں کے ہمراہ بھیجا۔ ان میں عبداللہ بن انیس بھی تھے، ان کا ہدف بشر بن رازم یہودی تھا، حتیٰ کہ یہ حضرات خیبر پہنچ گئے۔ حضور اقدس کو خبر مل گئی تھی کہ وہ غطفانیوں کو جمع کر رہا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ لڑائی کرے۔ یہ حضرات پہنچے تو انھوں نے اس سے کہا کہ ہمیں رسول محترم نے تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تجھے خیبر کا عامل بنا دیا جائے۔

یہ حضرات برابر اس کے ساتھ مختلف النوع تدابیر اختیار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ چل کھڑا ہوا - اس کے ساتھ تیس سوار تھے اور ہر سوار کے ساتھ ایک مسلمان ردیف بھی تھا - قرقرہ نامی مقام جو خیبر سے چھ میل کے فاصلے پر ہے، وہاں پہنچے تو یسٰیر بہت نادم ہوا اُس نے اپنی تلوار کے ساتھ حضرت عبداللہ بن انیس کے قتل کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن انیس سمجھ گئے، اُنھوں نے اسے بری طرح ڈانٹا حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن انیس نے اس کے پاؤں پر وار کر کے اسے کاٹ پھینکا - اب یسٰیر نے بڑبڑا کر وار کیا - اس کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا جس کا سرا مڑا ہوا تھا، اس سے ہی اُس نے حضرت عبداللہ پر وار کیا جس سے ان کے سر میں زخم آ گیا، اس کی اس حرکت پر ہر مسلمان نے جو یہودی سوار کا ردیف تھا، اس نے اپنے سوار کو قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کسی مسلمان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی اور مسلمان کامیاب و کامران حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے - آپ نے حضرت عبداللہ کے سر کے زخم میں اپنا لعابِ دہن لگایا تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہ تندرست ہو گئے، پھر اُنھیں کوئی تکلیف نہ ہوئی -

## ہرقل کی ابوسفیان کے ساتھ گفتگو[۳۳]

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب قریش کی ایک جماعت کے ساتھ تجارت کی غرض سے شام گئے - انہی ایام میں ہرقل کو حضور اقدس کے متعلق علم ہوا - (آپ کا خط پہنچ چکا تھا) اس نے معلومات حاصل کرنا چاہیں تو اپنے اہل کاروں کے ذریعے ان عربیوں کو بلوایا جو اس وقت اس کے ملک میں تھے تاکہ ان سے معلومات حاصل کر سکے -

تیس حضرات اس کے پاس آئے جن میں ابوسفیان بھی تھے، ایلیا کے مشہور کنیسہ میں اجتماع ہوا - ہرقل نے ان سے کہا کہ میں نے آپ لوگوں کے پاس اس لیے پیغام بھیجا تھا کہ یہ صاحب جو مکہ کے ہیں، ان کے متعلق باخبر ہو سکوں -

وہ کہنے لگے کہ صاحب وہ جادوگر اور جھوٹا ہے، نبی نہیں -

ہرقل نے پوچھا کہ تم میں سے اسے زیادہ جاننے والا کون ہے اور قرابت داری کے

اعتبار سے قریب تر کون ؟

وہ کہنے لگے کہ یہ ابوسفیان ہیں جو اس کے ابن عم ہیں اور اس کے ساتھ لڑائی بھی کر چکے ہیں ۔ یہ معلوم ہونے پر اس نے حکم دیا چنانچہ وہ لوگ چلے گئے محض ابوسفیان رہ گئے ۔ ہرقل نے ابوسفیان کو بٹھایا اور اس سے معلومات چاہیں ۔

ہرقل نے کہا مجھے یہ بتلاؤ کہ وہ کون ہیں ؟

ابوسفیان نے ساحر و کذاب کہہ کر جواب دیا ۔ ہرقل نے کہا کہ دیکھو یہ تو سب و شتم ہے ، مجھے اس سے سروکار نہیں ، مجھے ان کا نسب کا بتلاؤ ۔

ابوسفیان نے اعتراف کیا کہ وہ قریشی ہیں ۔

ہرقل نے حضور اقدس کی عقل و رائے کا پوچھا ۔ ابوسفیان نے کہا کہ ان کی رائے کبھی غلط نہیں ہوئی ۔

ہرقل نے پوچھا کہ وہ معاملات میں جھوٹ بولتے ہیں ، قسمیں کھاتے ہیں اور دھوکہ دہی کرتے ہیں ؟ ابوسفیان نے اعتراف کیا کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ وہ ایسے نہیں ہیں ۔

ہرقل نے پوچھا کہ ممکن ہے اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ یا بڑا آدمی ہوا ہو ، یہ اس کا شاخسانہ ہو ؟ ابوسفیان نے کہا کہ ایسا بالکل نہیں ۔

ہرقل نے پوچھا کہ تم میں سے جو لوگ اس کے پیرو کار بن گئے ہیں ان میں سے کوئی تمھارے پاس واپس آیا ؟ ابوسفیان نے کہا کہ بالکل نہیں ۔

ہرقل نے پوچھا کہ کوئی معاہدہ ہوا ہو تو اس نے اس میں گڑبڑ کی ہو ؟ ابوسفیان نے کہا کہ اس سے پہلے تو ایسا نہیں ہوا ۔ اب ایک معاہدہ ہے ( صلح حدیبیہ ) اس کا دیکھا جائے گا ۔

ہرقل نے پوچھا کہ اس مدت کے معاملے میں تمھیں خوف یا ڈر ہے ؟ ابوسفیان نے کہا کہ میری قوم نے اپنے حلیفوں کی اس کے حلیفوں کے خلاف مدد کی ہے جب کہ وہ ابھی تک مدینہ میں ہے ( یعنی حضور اقدس نے ابھی کوئی اقدام نہیں کیا )

ہرقل نے کہا کہ ابتدا کرنے والے تم ہو ، تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ غدر و بدعہدی کرنے والے تم ہو ۔ اس پر ابوسفیان غضب ناک ہوگیا اور کہا کہ وہ ایک مرتبہ ہم پر غالب آئے

ہیں اور وہ بھی اُس وقت جب میں نہ تھا (یعنی بدر کے میدان میں) پھر دو مرتبہ لڑائی ان سے گھر میں ہوئی جس میں ہم نے پیٹ پھاڑ دیے اور کان کاٹ دیے (یعنی ان پر غالب آئے)

ہرقل نے پوچھا اچھا آپ اُنھیں صادق کہتے ہیں یا کاذب ؟ نیز کہا کہ دیکھو اگر وہ نبی ہیں تو انھیں قتل نہ کرنا، یہ کام کثرت سے یہود نے کیا (ان کا انجام معلوم) چنانچہ اس گفتگو کے بعد ابوسفیان واپس چلے گئے۔

# غزوہ خیبر

(محرم ۷ھ ـ البخاری کتاب المغازی، ابن حزم ص: ۲۱۱ - ۲۱۸ - ابن ہشام ج: ۳ ص: ۵۲ - ۳۲۸، ابن سید الناس ج ۲، ص: ۱۳۰)

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پہلا غزوہ جس میں باقاعدہ جھنڈے تھے، یہی تھا۔ اس سے پہلے بعض علامتی نشانات تھے۔ حضرت عروہ کے بقول اللہ تعالیٰ نے خیبر کو فتح فرما دیا، جنھیں موت کے گھاٹ اُترنا تھا اُتر چکے تو زینب بنت الحرث یہودیہ نے جو مرحب کے بھائی کی بیٹی تھی، ایک بھنی ہوئی بکری آپ کی خدمت میں تحفۃً دی اور اس میں زہر ملا دیا۔ کندھے اور دستی کے حصے جو حضور اقدس کو زیادہ پسند تھے، اور اسے معلوم تھا، ان میں زیادہ زہر بھر دیا۔

حضور اقدس تشریف لے گئے تھے تو آپ کے ساتھ بشر بن البراء بن المعرور بھی تھے آپ کی خدمت میں بکری رکھی گئی تو آپ نے اس سے گوشت نوچا، بشر نے بھی گوشت لیا، حضور اقدس کے لیتے لیتے بشر نے ٹکڑا منہ میں ڈال لیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاتھ کھینچ لو کیونکہ گوشت کے ٹکڑے (دستی کے حصے) نے مجھے خبر دی ہے کہ اس کے ذریعے خیانت کی گئی ہے۔

بشر نے عرض کیا، اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو صاحب عزت بنایا کہ جو ٹکڑا میں نے منہ میں رکھا اس میں میں نے کراہت محسوس کی، اس کی تنظیف کی طرف میں نے اس لیے توجہ نہ دی کہ میں نے پسند نہ کیا کہ آپ کا کھانا منغص و مکدر کروں۔ جب میں نے منہ میں ڈالا تو مجھے اس میں رغبت نہیں ہوئی، خیال آیا کہ کہیں اس میں زہر کے اثرات نہ ہوں۔

مختصر یہ کہ وہاں سے اُٹھنے سے قبل ہی حضرت بشر کا رنگ زرد پڑ گیا اور اس حد

تک وہ اذیت کا شکار ہو گئے کہ ہلنا مشکل تھا اور اس واقعہ کے تین سال سے کچھ زیادہ مدت رسولِ محترم زندہ رہے حتیٰ کہ وفاتِ شریفہ کے وقت اس کا اثر محسوس ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم خیبر پہنچے، اللہ تعالیٰ نے وہاں کے قلعے فتح کرا دیے، وہیں صفیہ بنت حیی بن اخطب کے حسن و جمال اور عروسی کا ذکر آیا، اُن کے یہودی خاوند قتل ہو گئے تھے، تو اللہ تعالیٰ کے نبی نے اس خاتون کو اپنے لیے منتخب فرمایا۔ حتیٰ کہ آپ اُن کے ساتھ ہی خیبر سے نکلے ۔ میں نے رسولِ محترم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے پیچھے اپنی عبا سے ان کے لیے پردے کا اہتمام کیا پھر اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ گئے اور حضرت صفیہ آپ کے گھٹنے پر پاؤں رکھ کر سوار ہو گئیں۔ جب کہ حافظ ابنِ حجر کے بقول وہ آپ کی ران پر چڑھ کر اونٹ پر سوار ہوئیں ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

# شہدائے خیبر

۱ : ثقف بن عمرو قرشی ( بنو عبد مناف، حلیف بنو اسد بن خزیمہ )

۲ : مسعود بن سعد بن خالد الانصاری ( بنو زریق )

۳ : ابو الصباح یا ابو ضیاح الانصاری ( بنو عمرو بن عوف )

# خیبر کے ضمن میں اسود الراعی کا معاملہ

وہ سیاہ فام غلام جس کو اللہ تعالیٰ نے آنِ واحد میں ایمان و شہادت کی نعمت سے نوازا ، اُس کے متعلق حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ ایک سیاہ فام حبشی غلام جو اپنے آقا کی بکریاں چرا رہا تھا ، آیا تو اہلِ خیبر نے ہتھیار سنبھال لیے اور اس سے سوال کیا۔ اس نے کہا کہ تمھارا ارادہ کیا ہے؟ اہلِ خیبر نے جواب دیا کہ یہ شخص جو نبی ہونے کا مدعی ہے، اس سے ہم جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ اُس کے کان میں نبی کا لفظ پڑا تو دل میں گھر کر گیا اور اپنی بکریوں سمیت رسولِ محترم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا آپ کی دعوت کیا ہے؟

فرمایا کہ میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اس بات کی دعوت کہ تو گواہی دے کہ

اللہ تعالیٰ ایک ہے، میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور یہ کہ تم عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کروگے ۔

غلام نے پوچھا کہ اگر میں اس دعوت کو قبول کرلوں، شہادت کا اقرار کرکے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤں تو پھر مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا، اگر تو اسی عقیدے پر قائم رہا اور اسی پر تیری موت ہوئی تو جنت تجھے میسّر آئے گی۔ چنانچہ وہ غلام ایمان لایا اور عرض کیا کہ میرے پاس یہ بکریاں ہیں جو امانت ہیں ان کا کیا کروں؟ فرمایا انھیں لشکر سے نکال کر لے جاؤ، کنکریوں سے ہانک دو، اللہ تعالیٰ تیری طرف سے اس امانت کو ٹھکانے لگا دے گا۔ اُس نے ایسا ہی کیا تو بکریاں اپنے مالک کے پاس پہنچ گئیں، جس پر یہودی سمجھ گیا کہ اس کا غلام مسلمان ہوگیا ہے۔ آخر میں حضور اقدس کھڑے ہوئے، لوگوں کو نصیحت کی، سیدنا علی کو جھنڈا عطا کرنے، یہود کے قلعے کے قریب ہونے، مرحب کو قتل کرنے وغیر کا ذکر کیا اور بتلایا کہ وہ غلام سیدنا علی کے ساتھ تھا کہ قتل ہوگیا۔ اب مسلمان اس کو اپنے لشکر میں اُٹھا لائے اور خیمے میں رکھ دیا، پھر آپ کو اور آپ کے رفقا کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ۔

> "اللہ تعالیٰ نے اس بندے پر کرم کیا اس کو خیبر سے اس طرح رخصت کیا (کہ وہ مسلمان ہوگیا) یقیناً اس کے دل کی گہرائیوں میں اسلام حقیقت بن کر جم گیا تھا۔ میں نے اس کے سر کے پاس جنت کی دو حوریں کھڑی دیکھی ہیں"[۲۴]

## عمرۃ القضاء

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذی قعدہ ۷ھ میں مدینہ منورہ سے نکلے، سال گزشتہ اسی مہینے میں آپ کو روکا گیا تھا۔ اس سفر کا مقصد اُس عمرے کی قضا تھا جو پچھلے سال روکے جانے کے سبب آپ نہ کرسکے تھے۔

ابن اسحٰق، حضرت عروہ اور زہری سے اسی قسم کی روایات ہیں۔ آپ کے ساتھ مختلف النوع ہتھیار تھے، لیکن مکہ معظمہ پہنچتے ہی تمام ہتھیار باہر ہی محفوظ کرکے صرف ایک تلوار سمیت آپ کا قافلہ شہر میں داخل ہوا۔ تلوار بھی معاہدے کے مطابق نیام میں تھی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی جعفر بن ابی طالب کو میمونہ بنت الحارث العامریہ کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ ان کی ہمشیرہ "ام الفضل" حضرت عباس کے نکاح میں تھیں اس لیے انھوں نے اپنا معاملہ حضرت عباس ہی کے سپرد کر دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا نکاح آپؐ سے کر دیا جس کے سبب یہ نیک بخت خاتون امہات المومنین کے زمرے میں شامل ہوگئیں۔

جب رسول محترم مکہ معظمہ پہنچے تو اپنے صحابہ سے حکم فرمایا کہ کندھے کھول دو اور طواف میں ذرا تیز رفتاری اور سینہ تان کر چلنے کا مظاہرہ کرو تاکہ مشرکین مکہ ان کی قوت و طاقت کو دیکھ لیں۔

آپ نے اسلامی قوت و حشمت سے ان کو مرعوب کرنے کی ہر ممکن تدبیر کی اور وہ تھے کہ آپ کو اور آپ کے رفقا کو طواف کرتے دیکھ رہے تھے۔ اس معاملے میں کیا مرد کیا عورتیں اور کیا بچے سبھی شامل تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ طواف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تلوار لیے چل رہے تھے اور رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ　　انا الشہید انہ رسولہ

اے کافروں کی اولاد، حضور اقدس کا راستہ خالی کر دو، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

قد انزل الرحمٰن فی تنزیلہ　　فی صحف تتلی علی رسولہ

اللہ تعالیٰ نے جو رحمٰن ہیں اپنی وحی کو ان صحائف میں نازل کیا جو اس کے رسول پر پڑھی جاتی ہے۔

فالیوم نضربکم علی تاویلہ　　کما ضربناکم علی تنزیلہ

آج ہم تمھارے سامنے اس کی تفسیر و تشریح بیان کریں گے جیسا کہ ہم نے (پہلے) اس کی وحی کے الفاظ کو تمھارے ساتھ بیان کیا۔

ضربا یزیل الہام عن مقیلہ　　ویذھل الخلیل عن خلیلہ

وہ بیان ایسا ہوگا کہ اس کے سبب کھوپڑی اپنی جگہ سے زائل ہو جائے گی اور دوست دوستوں سے غافل ہو جائیں گے۔

مشرکین کے سردار اور رؤسا غیظ و غضب اور حسد کے سبب غائب ہو گئے اور خندمہ نامی مقام کی طرف چلے گئے۔ انھیں گوارا نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو یہاں دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلح حدیبیہ کی شرط کے پیش نظر مکہ معظمہ میں تین رات مقیم رہے۔ چوتھے دن کی صبح آپ کے پاس سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ آئے، آپ اس وقت انصار کے پاس بیٹھے حضرت سعد بن عبادہ سے مصروف گفتگو تھے۔ حویطب بن عبدالعزیٰ چیخا اور کہا کہ تین دن گزر گئے اور طے شدہ معاہدے کے مطابق آپ ہماری زمین سے نہیں نکلے حضرت سعد بن عبادہ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو، یہ تمھاری اور تمھارے آبا و اجداد کی زمین نہیں۔ اللہ کی قسم اللہ کے رسول یہاں سے نہیں نکلیں گے۔ لیکن حضرت رسول محترم نے حضرت سعد کو چپ کرنے کی تلقین فرمائی اور پھر خود ان دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے تمھارے شہر کی ایک خاتون سے نکاح کیا ہے تو اس میں کیا حرج کی بات ہے کہ شب زفاف کے لیے میں یہاں ٹھہر جاؤں، اور پھر ہم تم مل کر ولیمہ کھالیں۔ لیکن اُنھوں نے کہا کہ بالکل نہیں، آپ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ حضور محترم نے حضرت ابورافع کو کوچ کرنے کا حکم دے دیا اور تیاری کا ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی آپ سوار ہو کر "بطن سرف" میں پہنچے اور وہاں مسلمانوں نے چند سے قیام فرمایا۔

حضور اقدس کے پیچھے حضرت ابورافع تھے، مقصد نئی دلہن حضرت میمونہ کے لیے اہتمام تھا۔ حضرت رسول اکرم سرف میں ہی مقیم رہے، وہیں حضرت میمونہ کے ساتھ آپ نے شب بسری کی جب کہ مشرکین مکہ کے نادان اور احمق لوگ یہاں تک حضرت میمونہ کو اذیت پہنچانے آئے، آوارہ چھوکرے بھی ان کے ساتھ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول اس کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اور مشیت ایزدی نے بعد میں اسی "سرف" نامی مقام میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موت مقدر کی اور جہاں ان کے ساتھ حضور اقدس نے شب بسری کی تھی وہیں ان کی موت واقع ہوئی۔

اسی موقعہ پر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحب زادی کا قصہ پیش آیا کہ امام بخاری کے بقول وہ حضور اقدس کے پیچھے آئیں اور چچا چچا کہہ کر پکارا۔ حضرت علی، ان کے بھائی حضرت جعفر اور حضرت زید نے اپنے اپنے طور پر عرض کیا کہ یہ بچی ان کے سپرد کر دی جائے۔ حضرت علی کہتے تھے کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، حضرت جعفر کہتے تھے کہ میرے چچا کی بیٹی بھی ہے اور ان کی حقیقی خالہ میرے نکاح میں ہے اور حضرت زید عرض کرتے تھے کہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے حضرت جعفر کے سپرد کر دیا۔ اسی عمرۃ القضا کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ط (البقرہ: ۱۹۴)

حرمت والا مہینہ بدلا (مقابل) ہے حرمت والے مہینے کا اور ادب رکھنے میں بدلا ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کے نبی نے اسی مہینے میں عمرہ ادا کیا جس میں آپ کو سال گزشتہ عمرہ ادا کرنے سے روکا گیا تھا۔

# غزوہ موتہ

یہ غزوہ جمادی الاولیٰ ۸ ھ میں پیش آیا۔ رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "الحرث بن عمیر الاذری" کو ایک گرامی نامہ کے ذریعے شام بھیجا، مقصد تھا کہ اس خط کو روم کے بادشاہ کے پاس پہنچایا جائے یا بعض روایات میں "ملک بُصریٰ" کا ذکر آیا ہے۔ شرجیل بن عمرو الغسانی سے آپ کا واسطہ پڑا۔ اُس نے کہا شاید کہ تمھیں محمدؐ نے بھیجا ہے؟ آپ نے کہا کہ ہاں میں اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کا رسول (نمائندہ) ہوں۔ اس نامراد نے آپ کو بندھوا دیا اور پھر شہید کرا دیا۔ رسول محترم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس پر شدید ردعمل کا اظہار کیا اور لوگوں کو اس کا انتقام لینے کی تلقین کی اور صحابہ کو روانہ فرمایا۔

حضرت عروہ کے بقول جمادی الاولیٰ ۸ ھ میں اس قافلے کو روانہ فرمایا حضرت زید بن حارثہ اس کے امیر تھے۔ ارشاد فرمایا کہ اُنھیں کچھ ہو جائے تو جعفر بن ابی طالب قیادت کریں، انھیں بھی حادثہ پیش آئے تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔ آپ نے لوگوں کو تیار کیا، پھر اُنھیں چل نکلنے کا حکم دیا۔

یہ حضرات تین ہزار کی تعداد میں تھے ۔ نکلنے کے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امرا سمیت ان کو رخصت کیا ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے وداع ہونے کا وقت آیا تو وہ رونے لگے ۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے دُنیا کی قطعاً محبت نہیں، نہ ہی اس میں رہنے کی خواہش ۔ لیکن میں نے حضور اقدس سے سُنا ہے کہ آپؐ یہ آیت پڑھ رہے تھے جس میں جہنم کا ذکر ہے ۔

وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ (مریم : ۷۱)

اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اس پر، ہو چکا یہ وعدہ تیرے رب پر لازم مقرر ۔

کہنے لگے کہ مجھے معلوم نہیں کہ اس پر گزرنے سے بعد میرا کیا انجام ہوگا؟ مسلمانوں نے اُنھیں تسلی دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں محفوظ رکھے گا ۔ تم سے خطرات کو دور کرے گا اور تمھیں ایمان و تقویٰ کے ساتھ واپس لوٹائے گا ۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے فرمایا ، میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہوں اور ایسے مقابلے کا جو سارے دادو دہش کا خاتمہ کر دے یا میرے ہاتھ میں موجود نیزے کے ساتھ ایسی لڑائی ہو جو ہر قسم کے کفر و شرک کو ملیامیٹ کر دے ، حتیٰ کہ جب لوگ میرے جسم سے گزریں اور اس کو دیکھیں تو بے ساختہ دعا دینے لگیں کہ جس نے جہاد کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو رشد و ہدایت کی نعمت سے سرفراز کیا ۔

جب قوم کے افراد کوچ کرنے لگے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رسول محترم کے پاس آئے ۔ رخصت ہوتے ہوئے اُنھوں نے کہا " اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت موسیٰ کی طرح کی ثابت قدمی عطا فرمائے کیا خوب پیغام لے کر آپ آئے ، اور آپ کو اسی مدد سے نوازے جیسے کہ اُس نے ان کی مدد کی ۔ میں نے آپ کی ذات میں وہ فطانت و فراست دیکھی جو اس سے بالکل مختلف ہے جو دشمنوں کو نظر آتی ہے ۔ آپ بلا شبہ رسول ہیں ۔ پس جو آپ کی شفقتوں سے محروم رہے گا اس کا چہرہ تقدیر کے ہاتھوں محفوظ نہ رہے گا ۔ اس کے بعد رسول محترم نے احباب کو رخصت کیا یہاں تک کہ جب رسول اکرم الوداع کہہ کر واپس لوٹے تو عبداللہ بن رواحہ نے کہا :

" ہمارے مشن اور مہم کو بعد میں سلامتی نصیب ہو ، آپ نے کھجوروں کے

جھنڈے سے ہمیں رخصت کیا۔ آپ کا رخصت کرنا ایسا ہے کہ آپ کی دعائیں کبھی ساتھ چھوڑنے والی نہیں ہیں۔

یہ حضرات جب شام کے علاقے میں "معان" نامی جگہ میں پہنچے تو انھیں معلوم ہوا کہ ہرقل ایک لاکھ رومی فوج کے ساتھ "ارض البلقا" تک پہنچ چکا ہے اور قبائل لخم، جذام، بلقین، بہرام اور بلی ایک لاکھ کی تعداد کے ساتھ جمع ہیں۔ قبیلہ "بلی" کا ایک شخص "ملک بن زانہ" پرچم اٹھائے ہوئے ہے۔ مسلمان "معان" میں دو دن قیام پذیر رہ کر حالات کا جائزہ لیتے رہے اور خیال ہوا کہ حضور کو لکھ کر دشمن کی تعداد سے متعلق اطلاع دی جائے۔ پھر آپ مزید کمک بھیجیں یا جو بھی فرمائیں اس کے مطابق اگلا قدم اٹھایا جائے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے دلیرانہ خطاب فرمایا اور کہا۔

"اے قوم! تم تو طلب شہادت میں نکلے ہو، اب اس کیفیت سے پریشانی کیسی؟ ہمارے مقابلے عدد، قوت اور کثرت کی وجہ سے کبھی نہیں ہوئے بلکہ ہمارے مقابلے اس دین کے سہارے پر ہوئے ہیں جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت سے نوازا۔ دو بھلائیوں میں سے ایک کے حصول کے لیے چلو یا غلبہ و کامیابی یا شہادت!"

بہرحال لوگ اس تقریر کو سن کر چل نکلے بلقا کے قریب مآب نامی قصبے میں ہرقل کی فوج سے ان کا ٹکراؤ ہوا۔ مسلمان اور قریب ہو کر "مؤتہ" نامی قصبہ کے دامن میں آگئے۔ اپنے لشکر کے میمنہ پر بنو عذرہ کے قطبہ بن قتادہ کو اور میسرہ پر ایک انصاری عبادہ بن مالک کو مقرر کیا۔ پھر عام مقابلہ شروع ہوا تو حضرت زید بن حارثہ رسول محترم کے عطا فرمودہ علم سمیت مردانگی سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ پھر اس جھنڈے کو حضرت جعفر بن ابی طالب نے پکڑا، لڑائی گھمسان کی شروع ہو گئی تو وہ اپنے گھوڑے "شقرا" سے اتر کر لڑنے لگے حتیٰ کہ شہید ہو گئے ۔ ان کے پاؤں کاٹ دیے گئے اور اسلام میں اس قسم کا سلوک سب سے پہلے ان سے ہوا۔ تیسرے نمبر پر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے شہادت پائی ۔ (حضرت عروہ کے بقول) پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت خالد بن الولید کو موقع میسر فرمایا تو ان کی قیادت میں

رومی خائب و خاسر ہوئے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی ۔ بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ،

"پھر جھنڈے کو اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے سنبھالا (خالد) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتح کا فیصلہ فرمایا۔ (حافظ ابن حجر - فتح الباری ج ۷، ص: ۱۳-۴۱۵)۔"

موسیٰ بن عقبہ کے مغازی میں ہے کہ تین حضرات کی شہادت کے بعد جن کا رسول محترم نے ذکر فرمایا تھا، مسلمانوں نے حضرت خالد کا انتخاب کیا اور انھیں قیادت سونپ دی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبے سے نوازا اور دشمنوں کو شکست دی ۔

## شہدائے موتہ

۱ : الحرث بن النعمان بن لیساف بن نضلہ بن عبد عوف بن غنم الانصاری ۔

۲ : زید بن حارثہ بن غنم ۔

۳ : سراقہ بن عمرو بن عطیہ بن خنساءؓ ۔

۴ : مسعود بن الاسود بن حارثہ ۔

۵ : ابو کلیب ۔

۶ : وہب بن سعد بن ابی سرح العامری ۔

۷ : ابو کلیب کے بھائی جابر (ابن عمرو بن زید)

۸ : عباد بن قیس ۔

۹ ۔ عمر ]
۱۰ ۔ عامر ] ابن سعد بن الحارث ۔

## غزوہ ذات السلاسل

جمادی الآخری ۸ھ میں یہ واقعہ پیش آیا ۔ اصل میں قبیلہ قضاعہ کے کچھ لوگ جمع

ہو کر اطراف مدینہ میں گڑبڑ کا پروگرام بنا رہے تھے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر اسلامی پرچم ان کے سپرد فرمایا۔ شام کے دیہاتی علاقے میں ذات السلاسل کی طرف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ قضاعہ کے گرد، عبداللہ اور ان کے رفقا کی سرکوبی کو تشریف لے گئے۔ بنو عاص بن وائل کے ماموں تھے۔ ابتدائی لشکر کے مقابلے میں دشمن کی تعداد زیادہ تھی تو رسولِ اکرم نے امداد کے لیے اور حضرات کو بھیجا جن میں مہاجرین اولین بھی تھے۔ یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ، اور ان کا امیر "امین ہذہ الامۃ" حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ کے استفسار پر حضرات مہاجرین نے فرمایا کہ حضرت ابو عبیدہ امدادی قافلے کے امیر ہیں اور پہلے آنے والے حضرات کے سربراہ۔ تاہم بعد میں حالات کی بہتری کے سبب حضرت ابو عبیدہ نے اپنے سمیت تمام حضرات کو عمرو بن العاص کی قیادت میں دے دیا۔ حضرت ابو عبیدہ حد درجہ حُسنِ اخلاق اور نرم عادات کے مالک تھے۔ انھیں حضرت نبی محترم نے چلتے ہوئے آخری ہدایت بھی اسی قسم کی فرمائی تھی جس کا مفاد ایسا ہی تھا؛ اور ساتھ کے ساتھ امت کے اجتماعی مفاد کا تقاضا بھی یہی تھا۔

## فتح مکہ شرفہا اللہ تعالیٰ

رمضان ۸ھ میں اللہ تعالیٰ نے اس کا موقع فراہم کیا۔ صلح حدیبیہ میں یہ طے ہوا تھا کہ مختلف قبائل جس کے چاہیں حلیف بن جائیں۔ مسلمان اور قریش جو معاہدہ کر رہے ہیں، ان کے حلیف بھی اس کے پابند ہوں گے۔ بنو بکر قریش کے حلیف ہو گئے اور خزاعہ مسلمانوں کے؛ قریشیوں کے حلیفوں نے مسلمانوں کے حلیفوں پر چڑھائی کر دی حتیٰ کہ قریش نے اس میں اپنے حلیفوں کا خفیہ طریق سے ساتھ دیا۔ خزاعہ پناہ لینے کی غرض سے حرم میں جا پہنچے۔ لیکن وہاں بھی ظالم باز نہ آئے اور ان کے تقاضے کے باوجود کہنے لگے کہ آج کوئی اللہ اور الٰہ نہیں جس سے ہمیں ڈرایا جا رہا ہے، حتیٰ کہ انھوں نے منبہ نامی ایک خزاعی کو مار ڈالا۔ یہ گویا صلح حدیبیہ کی کھلی خلاف ورزی تھی۔ ان اسباب کے تحت یہ مرحلہ پیش آیا۔

متعدد راوی بیان کرتے ہیں کہ بنوالدیل (بنو بکر والے) نے بنو کعب (خزاعی) پر چڑھائی کر دی اور یہ وہ وقت تھا جب کہ مسلمانوں اور قریش کے درمیان صلح تھی۔ بنو کعب والے حضور اقدس کے اور بنو نفاثہ (بنو بکر ہی کا نام ہے) قریش کے حلیف تھے۔ خلاف معاہدہ قریش نے اپنے حلیفوں کی اس طرح مدد کی کہ اُنھیں ہتھیار اور غلام فراہم کیے۔ چنانچہ بنو کعب کے کچھ سوار حضور اقدس کے پاس آئے، آپ کو صورت حال کی اطلاع دی۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ کا قصد کیا۔ اس موقع پر وہ تفصیلات نظر انداز کر دی گئی ہیں جو حضرت عباس اور ابوسفیان سے متعلق ہیں کہ حضرت عباس "مر الظہران" میں اُنھیں لے کر حضور اقدس کے پاس آئے، ان کے ساتھ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا بھی تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۲ ہزار مسلمان تھے جن میں مہاجر، انصار، بنو اسلم، بنو غفار، جہینہ اور بنو سلیم کے لوگ تھے۔ اُنھوں نے اپنے گھوڑے دوڑا دیے حتیٰ کہ "مر الظہران" پہنچ گئے۔ اور قریش کو علم تک نہ ہوا۔ یہاں انھیں پتہ چلا تو اُنھوں نے حکیم بن حزام اور ابوسفیان کو رسول محترم کے پاس بھیجا۔ مقصد پناہ حاصل کرنا یا جنگ کی بات تھی۔ یہ دونوں جا رہے تھے کہ بدیل بن ورقا مل گئے، اُنھیں بھی ساتھ لے لیا۔ عشاء کے وقت مکہ کے قریب ہی اُنھوں نے خیمے اور لشکر دیکھا۔ گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنیں تو وہ گھبرا گئے اور ڈر گئے اور کہنے لگے کہ اس جنگ کے بھڑکانے کا سہرا بنو کعب کے سر ہے۔ بدیل نے کہا کہ یہ معاملہ بنو کعب کے معاملے سے کہیں بڑھ کر ہے، وہ فساد جس کی بنیاد ہماری زمین سے رکھی گئی۔ اسی کا یہ شاخسانہ ہے۔ کیا ممکن نہیں کہ بنو ہوازن ہماری زمین کو بچائیں؟ محض اتنی سی بات نہیں یہ قصہ بہت ہی سنگین ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے ہی کچھ سوار بھیج دیے تھے جنھوں نے پانی کے مراکز پر قبضہ کر لیا تھا۔ اُدھر خزاعہ والے ایسے راستے بن تھے کہ وہ کسی کو گزرنے نہ دیتے تھے۔

ابوسفیان اپنے رفقا سمیت آئے تو اُنھیں سواروں نے قابو میں کر لیا اور اس طرح لے کر آئے کہ وہ قتل کی وجہ سے خوف زدہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے، اس کی گردن سے اسے پکڑ لیا اور لے کر رسول اللہ کے پاس آئے۔ وہ برابر قتل سے خوف زدہ

تھے۔ حضور اکرم کے چچا حضرت عباس سے ابوسفیان کی جاہلیت کے زمانے میں دوستی تھی، اس لیے ابوسفیان نے زور سے آواز دی، کیا تم مجھے عباس سے بات کرنے کا موقع نہ دو گے؟ فوراً عباس پہنچے، اس کو بچایا اور رسول اکرم سے درخواست کی کہ اسے ان کے سپرد کر دیا جائے۔ تمام لوگ اپنی جگہ موجود تھے، حضرت عباس سوار ہو گئے۔ سارے لشکر نے اس معاملے کو دیکھ لیا۔ حضرت عمر نے ابوسفیان سے اس وقت کہا جب اُنھوں نے اس کی گردن قابو کی کہ تو اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے رسول کے قریب نہیں جا سکتا جب تک تو مر نہ جائے۔ اس پر ابوسفیان نے حضرت عباس سے اس طرح مدد چاہی کہ میں مارا گیا۔ اس پر حضرت عباس نے اسے بچایا۔ اس نے لوگوں کا ہجوم اور ان کا جذبۂ اطاعت دیکھا تو تسلیم کیا کہ آج کی طرح میں نے کوئی قوم اس طرح متحد العمل نہیں دیکھی۔ بہر طور حضرت عباس نے اسے لوگوں کے ہاتھ سے بچایا اور اس سے کہا کہ اب بھی اگر تو نے رسولِ محترم کے رسول ہونے کی گواہی نہ دی تو مارا جائے گا۔ وہ حضرت عباس کے کہنے سے یہ بات کہنا چاہتا تھا، لیکن اس کی زبان ساتھ نہ دیتی تھی۔ آخر اُس نے رات حضرت عباس کے ساتھ گزاری۔ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوئے، مسلمان ہو گئے اور آپ کو اہلِ مکہ کے حالات کی خبر دی۔ صبح کی نماز کے وقت جب لوگ اکٹھے ہوئے تو ابوسفیان نے گھبرا کر حضرت عباس سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ حضرتِ عباس نے کہا کہ وہ مسلمان ہیں، رسول اکرم کے پاس حاضر ہو رہے ہیں۔ حضرت عباس ساتھ ہی اسے لے کر نکلے۔ جب ابوسفیان نے مسلمانوں کو دیکھا تو کہا کہ اے عباس اگر محمد اُنھیں کوئی حکم کریں تو وہ تعمیل کرتے ہیں؟

حضرت عباس نے کہا کہ اگر وہ اُنھیں کھانے پینے سے روک دیں تب بھی وہ لوگ آپ کی اطاعت کریں گے۔ حضرت عباس نے ابوسفیان کو مشورہ دیا کہ تم حضور اقدس سے اپنی قوم کے معاملے میں درگزر کی بات کرو۔ چنانچہ حضرتِ عباس کے ساتھ وہ آیا۔ حضور اقدس کی خدمت میں پہنچ کر حضرتِ عباس نے کہا یا رسول اللہ یہ ابوسفیان ہیں۔ ابوسفیان نے کہا اے محمد، میں نے اپنے اللہ سے مدد چاہی اور تم نے اپنے اللہ سے، واللہ میں نے دیکھ لیا کہ آپ مجھ پر غالب آ گئے۔ اگر میرا اللہ سچا ہوتا اور تیرا جھوٹا تو میں تجھ پر غالب آ جاتا۔ ساتھ ہی اس نے

کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ حضرتِ عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ میری خواہش ہے کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کی قوم کے پاس جا کر اُنھیں اس بات سے آگاہ کروں جو آپ پر نازل ہوئی اور اُنھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دوں؟ حضور اقدس نے اجازت دے دی تو حضرت عباس نے عرض کیا، میری اس سلسلے میں رہنمائی فرمائیں کہ میں انھیں کیا کہوں تاکہ وہ مطمئن ہو جائیں۔

حضور اقدس نے فرمایا کہ انھیں کہو کہ جو شہادتین کا اقرار کر کے مسلمان ہو جائے اسے امن۔

جو کعبہ کے پاس بیٹھ جائے اور ہتھیار اُتار دے اسے امن۔

جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے امن۔

حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ ابوسفیان ہمارے چچا زاد ہیں، میری خواہش ہے کہ وہ بھی میرے ساتھ لوٹیں، اگر آپ ان کے معاملے میں کوئی خصوصیت کا برتاؤ فرمائیں تو۔

حضور اقدس نے فرمایا — جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے اسے امن۔

ابوسفیان کا گھر مکہ کی چوٹی پر تھا، وہ بات کو سمجھ گئے — اور ساتھ آپ نے حکیم بن حزام کے لیے بھی اسی قسم کی تخصیص کا اعلان فرما دیا۔ ان کا گھر مکہ معظمہ کی سطح کے اعتبار سے نچلی طرف تھا۔ حضور اقدس نے اُس سفید خچر پر اپنے چچا عباس کو سوار کیا جو دحیہ کلبی نے آپ کے لیے بھیجا تھا۔ حضرت عباس نے حضرت ابوسفیان کو اپنا ردیف بنا کر ساتھ لے لیا۔ وہ چلے ہی تھے کہ حضور اقدس نے کسی کو بھیج کر واپس بلا لیا۔ لوگوں نے آپ سے ابوسفیان کے معاملے میں بعض اشکالات کا ذکر کیا تھا۔ بہرحال آپ کے ایلچی نے عباس کو جا کر پیغام دیا۔ عباس نے پسند نہ کیا اور کہا کہ کیا حضور اقدس کو اس بات کا ڈر ہے کہ ابوسفیان لوٹ کر جائے گا تو اسلام کے بعد کافر ہو جائے گا؟ ایسا ہے تو میں اسے قید کر لیتا ہوں۔ چنانچہ اسے قید کر لیا گیا۔

ابوسفیان نے کہا، اے بنو ہاشم یہ کیا بدعہدی ہے؟

حضرت عباس نے کہا ایسا نہیں، ہم بدعہدی نہیں کرتے البتہ تیرے ساتھ کوئی خاص حاجت و معاملہ ہے۔

اُس نے کہا! وہ کیا ہے؟ تاکہ میں اسے پورا کر دوں۔

حضرت عباس نے کہا کہ جب خالد بن ولید اور زبیر بن عوام آجائیں گے تو تجھے آزاد کر دیا جائے گا۔ اس اثنا میں حضرت عباس اصل راستہ چھوڑ کر ایک تنگ راستے پر کھڑے رہے۔ ابوسفیان ان کی باتوں پر غور کرتے رہے۔ حضور اکرم نے بعض گھڑ سوار بھیجے جو یکے بعد دیگرے آئے۔ آپ نے گھڑ سواروں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت زبیر کے ساتھ قبیلہ اسلم، غفار اور قضاعہ کے سوار تھے۔ ابوسفیان نے کہا کہ عباس یہ رسول اللہ ہیں؟ اُنھوں نے کہا کہ نہیں یہ تو خالد بن ولید ہیں۔ دوسری طرف حضرت سعد بن عبادہ کو رسول محترم نے انصار کے دستے کے ساتھ بھیجا۔ حضرت سعد نے کہا:

اليوم يوم الملحمة، اليوم تستحل الحرمة

آج مقابلے کا دن ہے، مکہ اور شہر حرام کی حرمت بھی آج حلال ہو گئی ہے۔

پھر حضور اقدس انصار و مہاجرین کی ٹکڑیوں کے ساتھ داخل ہوئے۔ ابوسفیان نے بہت سے لوگ دیکھے تو وہ معاملے کو سمجھ نہ سکا، اور اس نے کہا یا رسول اللہ آپ ان قافلوں کو اپنی ہی قوم پر بھیج رہے ہیں۔ حضور اقدس نے فرمایا ایسا نہیں، یہ کام تو آپ نے اور آپ کی قوم نے کیا۔ ان لوگوں نے تو میری تصدیق کی اور اُس وقت جب تم نے مجھے جھٹلایا اور تم نے مجھے نکالا تو اُنھوں نے میری مدد کی۔ حضور اقدس کے ساتھ الاقرع بن حابس، عباس بن مرداس، عیینہ بن حصن بن بدر الفزاری تھے۔ ابوسفیان نے ان حضرات کو دیکھا تو پوچھا اے عباس یہ کون لوگ ہیں۔ حضرتِ عباس نے کہا، یہ حضور اقدس کے وہ شہسوار ہیں جن کے ساتھ موت کا پیغام ہے، یہ مہاجرین و انصار ہیں۔ ابوسفیان نے کہا عباس جانے دو، آج کی طرح کا لشکر اور جماعت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔

حضرت زبیر لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ "حجون" نامی جگہ پر جا کھڑے ہوئے اور حضرت خالد مکہ کی گہرائی والے حصے سے داخل ہوئے۔ وہاں اوباش بن بکر کی ان سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ آپ نے ان سے جنگ کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رسوا کیا۔ مسلمانوں نے انھیں قتل کر دیا اور باقی گھروں میں گھس گئے۔ ایک گروہ ان میں "خندمہ" نامی پہاڑی پر چڑھ گیا تو مسلمان بھی ان کے پیچھے چڑھ دوڑے۔ آخر میں حضور اقدس داخل ہوئے تو ایک منادی نے پکارا۔

جو اپنا دروازہ بند کرلے اور ہاتھ روک لے لئے مکمل امن ہے۔

اُدھر ابوسفیان نے زور سے کہا:

لوگو اسلام قبول کرلو سلامتی حاصل کرلوگے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اُنھیں حضرت عباس کے ذریعے بچایا۔ ہند بنت عتبہ (ابوسفیان کی بیوی) نے سامنے آکر اپنے خاوند کی واڑھی پکڑلی اور چیخ کر کہنے لگی "اے آلِ غالب! اس بڈھے احمق کو قتل کردو۔" ابوسفیان نے کہا بدتمیزی مت کرو۔ واللہ العظیم اگر تم مسلمان نہ ہوگی تو تمھاری گردن مار دی جائے گی۔ تجھے ہلاکت ہو اب حق آگیا ہے اپنے گھر میں داخل ہوجا اور خاموشی اختیار کر۔ اُدھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "ثنیۃ کدا" پر چڑھے تو ایک گروہ کو پہاڑ پر مشرکوں سے الجھتے ہوئے دیکھا، فرمایا یہ کیا ہے۔ ہمیں تو جنگ سے منع کردیا گیا ہے۔ مہاجر حضرات نے کہا کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ خالد جنگ میں الجھا دیے گئے ہیں اور دشمنوں نے پہل کی ہے۔ کیونکہ وہ ایسے ہرگز نہ تھے کہ جو ان سے لڑے وہ پھر اُس سے نہ لڑیں۔ وہ رسول اللہ کی نافرمانی کریں یا آپ کے حکم کی مخالفت کریں، ممکن ہی نہیں۔ اس کے بعد حضور اکرم وہاں سے اُتر آئے۔ "حجون" پر تشریف لاکر حضرت زبیر کو اُدھر بھیجا اور کعبہ کے دروازے پر خود کھڑے ہوگئے، اس کے بعد عام معافی کا قصہ ہے۔ اور جب آپ کی خالد سے ملاقات ہوئی تو فرمایا۔" لڑائی کا سبب کیا ہوا جب کہ ہمیں روک دیا گیا تھا، اُنھوں نے عرض کیا دشمنوں نے پہل کی، ہم پر ہتھیار اُٹھالیے، نیزوں سے ہمیں پریشان کرنا چاہا۔ میں نے ہر طرح اپنے ہاتھ کو روکا لیکن بالآخر مجبور ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول نے فرمایا، خیر ہے اللہ تعالیٰ کی قضاو تقدیر یوں ہی تھی۔

## عکرمہ بن ابی جہل کا فرار

عکرمہ فرار ہوگئے۔ ان کا خیال تھا کہ یمن چلے جائیں۔ ان کی بیوی ام الحکم بنت الحرث بن ہشام مسلمان تھیں۔ اُنھوں نے حضور سے اجازت چاہی کہ اپنے خاوند کو واپس لائے۔ آپ نے نہ صرف اجازت دی بلکہ پروانہ امن عطا فرمادیا۔ ام الحکم ایک رومی غلام کے ساتھ گئیں، وہ برابر تلاش کرتی رہیں۔ "عُکاظ" کے علاقے میں لوگوں سے مدد مانگتی رہیں حتیٰ کہ تہامہ

میں اپنے خاوند کو پا لیا جو کشتی پر سوار ہو چکا تھا۔ جب وہ کشتی میں سوار ہوا تو اس نے سفر کی ابتدا کرتے ہوئے لات و عزیٰ کا نام لیا۔ کشتی والوں نے کہا کہ یہاں صرف ایک اللہ کو خلوص و اخلاص کے ساتھ پکارو۔ عکرمہ نے اسی وقت کہا کہ اگر سمندر میں وہ تنہا ہے تو خشکی میں بھی تنہا ہے، اللہ کی قسم مجھے لوٹنا نصیب ہوا تو سیدھا محمد علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس جاؤں گا۔

اس کے بعد وہ اپنی اہلیہ سمیت واپس آئے، حضور کی خدمت میں حاضری دے کر آپ کی بیعت کی اور آپ کا دین قبول کر لیا۔ ہذیل کا ایک شخص اس وقت اپنی بیوی کے پاس آیا جب بنو بکر نے انھیں شکست دے دی۔ یہ شخص چونکہ بھاگا ہوا آیا تھا، اس لیے اس کی بیوی نے اسے ملامت کی، فرار پر عار دلائی تو اس بھاگ کر آنے والے نے کہا:

"اے کاش تو ہماری بے کسی کا تماشہ خندمہ میں دیکھتی، جب صفوان اور عکرمہ جیسے بہادر بھاگ گئے۔ وہ مضبوط اور سالم تلواریں ہمارا تعاقب کر رہی تھیں جن سے کوئی کلائی اور کوئی پیشانی محفوظ نہ تھی۔ اس کیفیت کو دیکھ کر تو مجھے ملامت کے طور پر ایک جملہ بھی نہ کہتی۔

# حضرت معاذ جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکّہ معظمہ میں معلّم قرآن مقرّر کرنا

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین کے لیے نکلے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہلِ مکہ کے لیے اپنا نائب متعین کرتے ہوئے انھیں حکم دیا کہ لوگوں کو قرآن سکھلائیں اور انھیں دین کی بنیادی باتوں سے آگاہ کریں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف لوٹ گئے اور حضرت معاذ اسی طرح اہلِ مکہ کے یہاں آپ کی نمائندگی کرتے رہے۔

# صفوان بن اُمیہ سے غزوہ حنین کے لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا اسلحہ مُستعار لینا

حضرت عروہ بن الزبیر اور موسیٰ بن عقبہ کی مشترکہ روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفوان بن اُمیہ کے پاس پیغام بھیجا، مقصد اس جنگی سامان کا حصول تھا جس کے متعلق آپ کو علم ہوا تھا کہ اُس کے پاس ہے ۔ اُس سے اس کے متعلق سوال ہوا تو اس نے ضمانت کی بات کی کہ کہیں آپ غصب ہی نہ کر لیں ۔ حضور محترم نے فرمایا کہ سامان تو تمھارا ہے نہ دو، تمھاری مرضی، عاریت کے طور پر دے دو تو واپسی پر میری ضمانت ۔ اس پر صفوان نے کہا کہ ضمانت ہے تو پھر کوئی بات نہیں، میں عاریۃً دے دوں گا، اور اُس نے اسی دن دے بھی دیا ۔ اہل سیرت کا خیال ہے کہ سو زرہیں اور متعلقہ سامان تھا ۔ اصل یہ ہے کہ صفوان کے پاس بہت اسلحہ تھا ۔ وہ "کثیر السلاح" مشہور تھا، اس سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اس سلسلے میں بات کی وہ مان گیا ۔

## غزوہ حنین

یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد ہی متصل ۸ ھ میں پیش آیا ۔ سبب یہ بنا کہ بنو ہوازن (مشہور تیر انداز قبیلہ) کو فتح مکہ کی خبر ملی تو ان کو مالک بن عوف النصری نے جمع کیا اور ساتھ ہی ساتھ بنو ثقیف، بنو نصر بن معاویہ اور بنو سعد وغیرہ کو بھی جمع کیا ۔ یہ سب جمع ہو کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف چل نکلے اور لوگوں نے اپنے مال و منال، خواتین اور بچے تک ساتھ لے لیے " اوطاس " میں یہ پہنچے تو اور لوگ بھی ان کے پاس مجتمع ہو گئے ۔

حضور اقدس نے اس کی تفصیلات سنیں تو عبد اللہ بن ابی حدرد اسلمی کو حالات کی خبر لانے کی غرض سے بھیجا ۔ وہ تشریف لے گئے اور واپس آ کر حضور اقدس کو ان کے عزائم سے آگاہ کیا، چنانچہ آپ آگے بڑھ کر ہوازن کی طرف تشریف لے گئے ۔ حضرت عروہ اور موسیٰ بن عقبہ

فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لیے مکہ معظمہ کو فتح کر دیا اور اس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں تو آپ ہوازن کی طرف تشریف لے چلے۔ اہل مکہ بھی ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ کسی کے پیش نظر لڑائی نہ تھی۔ جانے والے پیدل بھی تھے سوار بھی، حتی کہ عورتیں بھی تھیں اور اس طرح کہ وہ مسلمان نہ تھیں، وہ محض تماش بین کے طور پر ساتھ تھے کہ حالات کو دیکھیں اور شاید کوئی مالی فائدہ بھی ہو جائے۔ ساتھ ہی ساتھ انھیں اس بات کی قطعاً پروا نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور ان کے رفقا کو کوئی صدمہ پہنچے۔ گویا پہنچتا ہے تو پہنچے۔ حضرت ابوسفیان بن حرب ساتھ تھے، صفوان بن اُمیہ مشرک ہونے کے باوصف ساتھ تھا اس کی اہلیہ مسلمان ہوگئی تھیں، لیکن ابھی تک دونوں کے درمیان تفریق نہ ہوئی تھی۔

ان دنوں مشرکین کا سربراہ مالک بن عوف النصری تھا اور اس کے ساتھ درید بن الصمہ، حالت یہ تھی کہ تکبر و غرور کے سبب اکڑ رہا تھا اور غصّے سے کانپ رہا تھا۔ انھوں نے عورتیں اور بچے تک ساتھ کر لیے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی حدرہ کو بھیجا۔ انھوں نے رات وہاں گزاری اور وہ گفتگو سنی جو مالک بن عوف اپنے رفقا سے کر رہا تھا، اس نے کہا:

> "صبح کے وقت تم ان پر پل پڑو۔ اس طرح جس طرح ایک شخص ہوتا ہے یعنی یک جہتی کے ساتھ۔ اپنی تلواروں کی نیامیں توڑ ڈالو۔ ایک صف اپنے مویشیوں کی بنالو اور ایک اپنی عورتوں کی۔ (مقصد یہ تھا کہ واپسی ممکن نہ رہے بس یا انھیں ختم کردیں یا خود ختم ہو جائیں)

انھوں نے جب صبح کی تو ابوسفیان، صفوان اور حکیم بن حزام لشکر سے الگ ہو کر ان کے پیچھے کی جانب ہوگئے اور دیکھنے لگے کہ مرکزی کردار کون ادا کرتا ہے۔ لوگوں نے آمنے سامنے صفیں باندھ لیں اور حضور اقدس اپنے خچر پر سوار ہوگئے جو جنگی سامان سے خوب لدا ہوا تھا۔ آپ صفوں کے سامنے تشریف لائے، لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور فتح کی خوش خبری سے نوازا، بشرطیکہ صبر سے کام لیا گیا، اور مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

اسی اثنا میں مشرکین نے یکبارگی مسلمانوں پر حملہ کر دیا، جس سے مسلمان سراسیمہ ہو گئے اور پشت پھیر کر واپس ہونے لگے۔ حارثہ بن النعمان کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس کے اس وقت ساتھ اور گویا پہرہ دار تھا، جب لوگ بھاگ نکلے۔ میرا خیال ہے کہ لگ بھگ سو افراد کے باقی رہ گئے۔

راوی کہتے ہیں کہ قریش کا ایک شخص صفوان بن امیہ کے پاس سے گزرا اور اس سے کہا کہ تمھیں خوش خبری ہو کہ محمد اور اس کے رفقا شکست سے دوچار ہو گئے۔ واللہ اب یہ لوگ کبھی نہ ابھر سکیں گے۔ صفوان نے اس سے کہا کہ تم بدویوں کے غلبے کی خوش خبری سنا رہے ہو۔ واللہ مجھے بدویوں کے رب سے قریش کا رب زیادہ محبوب ہے اور ساتھ ہی صفوان اس بات سے شدید غضب ناک ہو گیا۔ اور عروہ کے بقول صفوان نے اپنے غلام کو بھیجا اور اس سے کہا کہ سنو کہ "شعار" کیا ہے؟ (جنگی اصطلاح جس سے لوگ جنگ میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں) غلام آیا تو اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ اس طرح پکار رہے ہیں —— یا بنی عبدالرحمن، یا بنی عبداللہ یا بنی عبیداللہ۔ صفوان نے کہا کہ محمد یقیناً غالب ہوں گے۔ یہ الفاظ جنگ میں مسلمان استعمال کرتے تھے اور ان کے جنگی کوڈ ورڈ

بھی تھے۔ حضور اقدس کا یہ حال تھا کہ جب جنگ و قتال نے پوری طرح مسلمانوں کو لپیٹ میں لے لیا تو آپ اپنے خچر پر رکابوں میں پاؤں ڈال کر کھڑے ہو گئے اور ہاتھ بلند کر کے دعا کرنے لگے۔

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَنْشُدُكَ مَا وَعَدْتَنِي، اللّٰهم لَا يَنْبَغِي لَهُمْ أَنْ يَظْهَرُوا علينا۔

اے اللہ اس مقصد کے لیے میری فریاد ہے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا۔ بار الٰہ، دشمنانِ دین کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ ہم پر غلبہ حاصل کریں۔

اور ساتھ ہی اپنے رفقا کو آواز دی۔ اور الگ الگ جماعتوں کو نام لے کر پکار کر فرمایا۔

اے حدیبیہ والے دن کٹ مرنے کی بیعت کرنے والو! اپنے اللہ سے ڈرو۔

اپنے اللہ سے ڈرو، تمھارا نبی ناپسندیدہ کیفیت میں مبتلا ہے۔
اور ان کو جہاد پر ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

اے اللہ اور اس کے رسول کے مددگارو! اے بنو خزرج، اے سورہ بقر کی تلاوت کرنے والو!

الغرض اسی طرح آپ آواز دیتے رہے اور بعض موجود حضرات کو مامور کیا کہ وہ اسی طرح آواز لگائیں۔ اُدھر آپ نے کنکریوں سے مٹھی بھری اور انھیں زور سے مشرکوں کے چہروں اور پیشانیوں کی طرف پھینکا اور فرمایا "شَاهَتِ الوجوه" یعنی چہرے پھر گئے۔ چنانچہ آپ کے رفقا جلدی سے واپس پلٹے اور آپ کے ارد گرد اکٹھے ہوگئے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا "حَمِيَ الوطيس" ــــ میدانِ کارزار گرم ہوگیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کنکریوں کے سبب جو آپ نے پھینکی تھیں اور جن کے پیچھے دستِ قدرت کارفرما تھا، آپ کے دشمنوں کو شکست دی۔ مسلمان دلجمعی سے لڑے، دشمنوں کو دور تک بھگایا اور ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا۔ مالک بن عوف بھاگ گیا اور اس نے اپنی قوم کے بعض سرداروں سمیت طائف کے قلعے میں پناہ لی۔ اس موقعے پر اہلِ مکہ کی بڑی تعداد مسلمان ہوگئی، کیوں کہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی مدد کی اور اپنے دین کو عزت و سربلندی سے سرفراز فرمایا (البیہقی)

# غزوہ طائف

حنین کی جنگ کے معاً بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ کیوں کہ رؤسائے مشرکین حنین سے بھاگ کر اس کے قلعہ میں قلعہ بند ہوگئے تھے، فوراً ان کا تعاقب ضروری تھا۔ حضرت عروہ اور موسیٰ بن عتبہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس قیدیوں کو "جعرانہ" میں چھوڑ کر خود طائف تشریف لے گئے۔ مکہ کی زمین قیدیوں سے بھر گئی۔

حضور اقدس "الاکمہ" نامی مقام میں قلعہ طائف کے پاس چند رات مقیم رہے، اہلِ ثقیف جو قلعہ میں محفوظ تھے وہ پتھروں اور چھوٹے نیزوں سے اندر سے حملہ کرتے رہے،

اُدھر سے بھی جوابی کارروائی ہوتی رہی حتیٰ کہ دونوں طرف سے بہت سے لوگ کام آئے۔ اس حالت کو دیکھ کر مسلمانوں نے بنو ثقیف کے کھجوروں کے باغات پر ہاتھ ڈالا تاکہ وہ غضب ناک ہو کر باہر آجائیں۔ حضور اقدس نے مسلمانوں میں سے ہر شخص کو حکم دیا کہ وہ کم از کم پانچ بیلیں کاٹے اور ساتھ ہی ایک منادی کے ذمے لگایا کہ وہ زور سے منادی کرے کہ جو نکل کر ہمارے پاس آجائے گا وہ آزاد و مامون ہوگا۔ اس اعلان کا اثر یہ ہوا کہ ان میں سے ایک جماعت نے نکل کر مسلمانوں کے پاس ہجوم کر لیا اور پناہ لے لی، انہی میں ابوبکرہ بن مسروح بھی تھے جو زیاد بن ابی سفیان کے ماں شریک بھائی تھے۔

آپ نے ان سب کو آزاد کر کے ایک ایک شخص ایک ایک مسلمان کے سپرد کر دیا تاکہ مسلمان ان کو پوری حفاظت سے سنبھالیں اور خدمت کریں۔ جب حضور اقدس نے ہر شخص کو پانچ پانچ بیلیں کاٹنے کا حکم دیا تو حضرت عمر فاروق حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یہ تو ایسی سوغات اور اللہ تعالیٰ کی دین ہے کہ اسے کھایا کیوں نہ جائے؟ حضور اقدس نے اس کی اجازت دے دی اور ارشاد فرمایا کہ "الاوّل فالاوّل" کے اصول کے تحت یہ بیلیں ان کی ہیں جنھوں نے کاٹا۔ عیینہ بن معن نے سرکار کی خدمت میں حاضر ہو کر مخالفین سے گفتگو کی اجازت چاہی شاید کہ ان پر ہدایت کا دروازہ وا ہو جائے۔ حضور اقدس نے اجازت دے دی تو وہ ان کے پاس قلعے میں گئے اور فرمایا۔

> "مجھے اپنے باپ کی قسم، تم اپنی اپنی جگہوں پر رہو، واللہ ہم تو بہت گئے گزرے غلام تھے۔ میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تم حقیقت حال کو پہچان لو تو تم عرب کے مالک ہو جاؤ گے۔ تم اپنے قلعوں میں رہو، اور دیکھو اپنے ہی ہاتھوں سے تمھیں سب کچھ دے دیا جائے گا اور تمھارے درختوں کا نقصان نہ ہوگا۔

پھر وہ رسولِ اکرم کے پاس گئے تو حضور نے فرمایا عیینہ، تم نے ان سے کیا کہا؟ اُنھوں نے کہ کہا کہ میں نے انھیں اسلام کا کہا، اس کی طرف دعوت دی، جہنم سے ڈرایا، جنت کی راہ دکھلائی۔ حضور اقدس کو وحی سے علم ہو چکا تھا، آپ نے فرمایا تم صحیح نہیں کہتے

تم نے تو انھیں یہ یہ باتیں کہی ہیں۔ عیینہ بول اٹھے، اے اللہ کے رسول آپ سچ فرماتے ہیں۔ میں اس معاملے میں آپ کے سامنے بھی اعتراف جرم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور بھی توبہ کرتا ہوں۔

# حنین کے مالِ غنیمت کی تقسیم

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مولفۃ القلوب کو ایک ایک سو اونٹ مرحمت فرمایا۔ ابوسفیان بن حرب، عقلمہ بن علاثہ، مالک بن عوف کو سو سو اونٹ عطا کیے، لیکن عباس بن مرداس کو سو سے کم دیے، ان کے سو تک نہ پہنچ پائے۔ عباس بن مرداس نے اس پر کہا۔

| | |
|---|---|
| کانت نہابا تلافیتہا | بکری علی المہر فی الاجرع |
| وایقاظی الحی ان یرقدوا | اذا ھجع الناس لم اھجع |
| فاصبح نہبی ونہب العبید | بین عیینۃ والاقرع |
| وقد کنت فی الحرب ذاندرئ | فلم اعط شیئا ولم امنع |
| الا اقابل اعطیتہا | عدید قوائمہا الاربع |
| وما کان حصن ولا حابس | یفوقان مرداس فی المجمع |
| وما کنت دون امرئ منہما | ومن تضع الیوم لا یرفع |

حضور اکرم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اس سے کہا کہ تو نے یہ کہا ہے کہ:

| | |
|---|---|
| اصبح نہبی ونہب العبید | بین الاقرع وعیینہ |

جناب ابوبکر نے کہا کہ یا رسول اللہ اس نے ایسا نہیں کہا اور میں واللہ العظیم شاعر نہیں، اور آپ کی ذات رحمت سے یہ غصہ ؟ آپ نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا ؟ تو آپ نے اس کا کہا ہوا مصرعہ پڑھا ع بین عیینہ والاقرع - آپ نے فرمایا دونوں (عیینہ اور قرع) میں سے جس سے ابتدا کرو کوئی نقصان کی بات نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا "میری طرف سے اس کی زبان کاٹ دو۔" لوگ ڈر گئے کہ شاید آپ اس کے مثلہ کرنے کا فرما رہے ہیں، لیکن

آپ کا مقصد مزید عطیہ تھا تاکہ زبان بند ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حنین میں آپ کو بہت ہی مال و منال سے نوازا۔ آپ نے تالیف قلب کی غرض سے ایسے لوگوں کو تو دیا لیکن انصار کو کچھ نہ دیا۔ انھوں نے اس کو محسوس کیا تو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

اے برادران انصار، کیا یہ واقعہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمھیں ہدایت سے نوازا الخ۔ آپ جو بات پوچھتے وہ اس کی تصدیق کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ تو ہمارے پاس اس حال میں آیا کہ تیری قوم نے تجھے جھٹلایا اور ہم نے تصدیق کی۔ انھوں نے نکالا ہم نے مدد کی۔ انھوں نے بے ٹھکانہ کیا، ہم نے ٹھکانہ دیا۔ لیکن انصار نے حد درجہ سعادت مندی کا مظاہرہ کیا اور حبیب رسول محترم نے فرمایا کہ:

"تم اس پر خوش نہیں کہ لوگ مال کے ساتھ گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے نبی کے ساتھ"

تو ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور بعض نوجوان جنھوں نے یہ بات کی، لجاحت سے معافی چاہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی نے ان کے ساتھ غایت درجہ محبت و مروت کا سلوک فرمایا۔

## شہدائے حنین

۱ : زید بن ربیعہ القرشی (بنو اسد بن عبد العزیٰ)

۲ : زید بن زمعہ القرشی (بنو اسد بن عبد العزیٰ)

۳ : سراقہ بن الحباب الانصاری (بنو عمرو بن عوف کی ذیلی شاخ بنو عجلان میں سے)

## غزوہ تبوک

یہی غزوہ عسرہ کہلاتا ہے جو رجب ۹ھ میں پیش آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لشکر کی تیاری کا اہتمام فرمایا۔ مقصد شام کی طرف روانگی تھی، آپ نے لوگوں میں اعلان فرما دیا۔ شدید گرمی کا موسم، موسم خریف کا زمانہ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ سستی دکھانے لگے اور رومی قوت سے گھبرانے لگے، لیکن راہ حق میں ثواب کے امیدوار نکل کھڑے ہوئے اور منافق دبک کر بیٹھ گئے اور آپس میں ایسی باتیں کرنے لگے کہ اب محمدؐ کبھی واپس نہ آئیں گے۔

(بلکہ معاذ اللہ رومیوں کے مقابلے میں فنا ہو جائیں گے) اور حضور اکرم کی اطاعت کرنے والوں کو بھی روکنے کی کوشش کرنے لگے جس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ ہاں ایسے مسلمان رہ گئے جنھیں عذر تھے۔ (شرعی اعذار تو معتبر ہیں)

حضور اکرم مسجد میں تشریف فرما تھے "جدّ بن قیس" ایک جماعت سمیت حاضر ہوا، اپنی کمزوری وغیرہ کا عذر کر کے مدینہ میں رہ جانے کی درخواست کی۔ حضور اقدس نے اس سے فرمایا تمھیں طاقت و وسعت حاصل ہے۔ تیاری کرو شاید تمھیں رومی عورتوں کے کپڑے اور زیورات غنیمت میں مل جائیں۔ لیکن وہ ٹالتا ہی رہا اور کہنے لگا کہ مجھے خطرہ ہے کہ میں رومی عورتوں کے حسن کا فریفتہ ہو کر کسی ابتلا کا شکار نہ ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق اور اس کے رفقا کے متعلق یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ط اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ط وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ م بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ج وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۝ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ج وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ط وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا صلے فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ط اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ط اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ط وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝ (التوبہ: ۴۹ تا ۵۷)

اور بعضے ان میں سے کہتے ہیں مجھ کو رخصت دے اور گمراہی (فتنہ) میں نہ ڈال بے شک وہ تو گمراہی میں پڑ چکے ہیں اور بے شک دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو اگر تجھ کو پہنچے کوئی خوبی تو وہ بری لگتی ہے ان کو اور اگر پہنچے کوئی سختی تو کہتے ہیں ہم نے تو سنبھال لیا تھا اپنا کام پہلے ہی اور پھر کر جائیں خوشیاں کرتے۔ تو کہہ دے ہم کو ہرگز نہ پہنچے گا مگر وہی جو لکھ دیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے، وہی ہے کارساز ہمارا اور اللہ ہی پر چاہیے کہ بھروسہ کریں مسلمان۔

تو کہہ دے تم کیا امید کرو گے ہمارے حق میں مگر دو خوبیوں میں سے ایک کی اور ہم امیدوار ہیں تمھارے حق میں کہ ڈالے تم پر اللہ تعالیٰ کوئی عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں، سو منتظر رہو، ہم بھی تمھارے ساتھ منتظر ہیں۔ کہہ دے مال خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے، ہرگز قبول نہ ہوگا تم سے، بے شک تم نافرمان لوگ ہو۔ اور موقوف نہیں ہوا قبول ہونا ان کے خرچ کا مگر اسی بات پر کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور نہیں آتے نماز کو مگر ہارے جی سے اور خرچ نہیں کرتے مگر برے دل سے۔

پس تو تعجب نہ کر ان کے مال اور اولاد سے، یہی چاہتا ہے اللہ کہ ان کو عذاب میں رکھے ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی زندگانی میں اور نکلے ان کی جان اور وہ اس وقت تک کافر ہی رہیں۔ اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کہ وہ بے شک تم میں ہیں اور وہ تم میں نہیں بلکہ وہ لوگ تم سے ڈرتے ہیں۔ اگر وہ پائیں کوئی پناہ کی جگہ یا غار یا سر گھسانے کو جگہ تو لوٹے بھاگیں اسی طرف رسیاں تڑاتے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توکل علی اللہ کی دولت کے سہارے نکل کھڑے ہوئے۔ جو رہ گئے ان میں ایک صاحب ابن عمہ (یا مخشی عمہ) بھی تھا جو بنو عمرو بن عوف سے تعلق رکھتا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ تو کیوں رہ گیا؟ اس نے کہا کہ محض "خوض اور لعب" کے سبب میں رہ گیا (بات چیت، گپ شپ اور دل لگی میں)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً ۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

اور اگر تو ان سے پوچھے تو وہ کہیں گے کہ ہم تو بات چیت کرتے تھے اور دل لگی تو کہہ کیا اللہ تعالیٰ سے اور اس کے حکموں سے اور اس کے رسول سے تم ٹھٹھے کرتے تھے، بہانے مت بناؤ تم تو کافر ہو گئے، اظہار ایمان کے پیچھے، اگر ہم معاف کر دیں گے تم میں سے بعضوں کو تو البتہ عذاب بھی دیں گے بعضوں کو اس سبب سے کہ وہ گنہ گار تھے۔ منافق مرد اور منافق عورتیں سب کی ایک چال ہے، سکھائیں بات بُری اور چھڑائیں بات بھلی اور بند رکھیں اپنی مٹھی، بھول گئے اللہ تعالیٰ کو سو وہ بھول گیا ان کو۔ تحقیق منافق وہی ہیں نافرمان۔

تبوک ہی کے سلسلے میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ جب واپس تشریف لا رہے تھے تو بعض منافق جو بغلیں بجاتے تھے کہ آپ واپس نہ آئیں گے پریشان ہوئے اور راستے میں آ گئے، انھوں نے تدبیر ایسی کرنا چاہی کہ آپ کو راستے میں کسی گھاٹی میں پھینک دیں لیکن واللہ خیر الماکرین

ع — دشمن اگر قوی است نگہباں قوی تر است۔

# حجۃ الوداع

حضرت عروہ اپنی خالہ جان سیدتنا عائشہ صدیقہ طاہرہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و رضوانہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول محترم کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال مدینہ سے نکلے، بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج کا، جب کہ بعض نے دونوں کا۔ حضرت رسول محترم حج کے احرام میں تھے۔ جو محض عمرہ کے احرام میں تھے وہ تو عمرہ کرتے ہی فارغ ہو گئے، جن کا احرام حج کا تھا یا مشترکہ وہ یوم نحر تک اسی حال میں رہے۔

جناب مؤلف نے اس کے بعد ایک نوٹ دیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا عروہ جن کی روایات کے حوالے سے یہ تالیف مرتب ہوئی، ان میں جو روایات حجۃ الوداع سے متعلق ہیں ان میں شدید اضطراب ہے اور ویسے بھی یہ مشہور ترین قصّہ ہے جس کی تفصیل احادیث و سیرۃ کی کتب میں موجود ہے، اس لیے حضرت عائشہ کی روایت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

# حضرت رسول مکرم کا مرض و وفات

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب رسول محترم صحت مند تھے تو فرماتے کہ کوئی نبی دُنیا سے رخصت نہیں ہوتا جب تک جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔ اس کے بعد اسے اختیار دیا جاتا ہے۔ بہرطور جب آپ بیمار ہوئے اور سیدنا عزرائیل حاضر ہوئے تو آپؐ کا سر ان کی گود میں تھا، اچانک غشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ افاقہ ہوا تو آنکھیں چھت کی طرف لگی کی لگی رہ گئیں اور یہ الفاظ زبانِ مبارک پر جاری تھے۔

اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی:

تو میں سمجھ گئی کہ آپ نے ہمیں پسند نہیں کیا بلکہ اپنے خالق کی ملاقات کو پسند فرمایا اور ساتھ ہی سمجھ گئی کہ آپ ایسی بات فرماتے تھے کہ نبی کو اختیار دیا جاتا ہے۔ اب آپ گویا اپنی مرضی کا اظہار فرما رہے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ جبریل امین نے حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام دیا کہ اب کیا خیال ہے؟ روایات میں ہے کہ وفات شریفہ طلوع شمس کے بعد ہوئی۔ اسی سلسلے میں ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور لوگوں کو سختی سے کہہ رہے تھے کہ خبردار رسول محترم کی موت و قتل کا کیا سوال ہے، آپ پر تو حالتِ غشی طاری ہے ___ ایسا کہنے والے کی خیر نہیں۔ جب کہ عمرو بن قیس بن زائدہ بن الاصم بن ام مکتوم مسجد کے آخری حصے میں اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے کہ:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ (آل عمران: ۱۴۴)

اور محمد تو ایک رسول ہیں، ہو چکے ان سے پہلے بہت رسول۔

اور لوگ مسجد میں اس قدر رو رہے تھے کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی ۔ اسی اثنا میں آپ کے عم مکرم حضرت عباس تشریف لائے اور کہا :

" اے لوگو ! تم میں سے کسی کے پاس آپ کی وفات کے سلسلے میں کوئی بات ہو تو بتلائے اور کسی کا کوئی مطالبہ ہو تو بھی ؟"

لوگوں نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے حضرت عمر سے پوچھا ۔ اُنھوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا، تب حضرت عباس نے اعلان کیا ۔

" اے لوگو ! اس بات کے گواہ رہو کہ کسی شخص نے آپ کی وفات پر آپ کی طرف کسی قسم کے مطالبے کا تقاضا نہیں کیا ۔ اس ذات پاک کی قسم جس کا کوئی شریک نہیں، اللہ تعالیٰ کے نبی موت سے ہم کنار ہو چکے اور آپ نے موت کا ذائقہ چکھ لیا ۔"

حضرت ابوبکر اپنے گھر سے سوار ہو کر حاضر ہوئے، وہ شدید پریشانی اور غم و اندوہ میں مبتلا تھے ۔ مسجد نبوی کے دروازہ پر آکر اُنھوں نے اپنی بیٹی عائشہ کے حجرے میں جانے کی اجازت مانگی تو اجازت مل گئی، وہ داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپ بستر وفات پر ہیں اور عورتیں (ازواج مطہرات وغیرہ) اپنا چہرہ ابوبکر سے چھپانے لگیں ۔ ہاں حضرت عائشہ نے چہرہ نہ ڈھانپا کہ وہ تو آپ کی صاحب زادی تھیں ۔ آپ نے رسول محترم کا چہرۂ اقدس کھولا ۔ اس سے چمٹ گئے ، بوسے دیے اور روتے ہوئے کہا کہ وہ بات نہیں جو عمر کہتے ہیں کہ آپ پر غشی ہے بلکہ آپ تو چل بسے ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں ابوبکر کی جان ہے ۔ اے اللہ کے رسول آپ پر رحمت ہو آپ کا جینا اور مرنا بھی خوب ہیں ۔

پھر اُنھوں نے آپ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا اور جلدی سے منبر کی طرف تشریف لائے حضرت عمر نے اُنھیں آتے دیکھا تو بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکر منبر کے پہلو میں کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو آواز دی جس پر وہ بیٹھ گئے اور چپ ہو گئے ۔ پھر آپ نے جو دیکھا تھا اس کی شہادت دی اور فرمایا :

" اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اپنی طرف سے موت کا پیغام بھیج کر اس سے ہم کنار

کہہ دیا ، جب کہ اللہ تعالیٰ خود زندہ ہیں اور ہر وقت تمہارے پاس اور سامنے ہیں اور اسی طرح موت تم میں سے ہر ایک پر مسلط ہوگی حتیٰ کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کوئی نہ رہے گا۔

ع اللہ بس باقی ہوس

سہ موت ہے آخر کوئی کتنا ہی ہو صاحب کمال
حیّ و قیوم ہے اک فقط ذات رب ذوالجلال

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الخ (التوبہ: ۶۵ تا ۶۷)

اور محمد تو ایک رسول ہیں ، ہو چکے ان سے پہلے بہت رسول۔ پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا شہید کر دیے جائیں ، تو تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں ؟ اور جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں تو ہرگز نہ بگاڑے گا اللہ تعالیٰ کا کچھ ۔ اور اللہ تعالیٰ ثواب دے گا شکر گزاروں کو ۔

حضرت عمر بول اٹھے کیا یہ آیت قرآن میں ہے ؟ واللہ ، مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے ۔

اور حضرت حق جلّ و علی مجدہ نے اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرمایا :

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○ (الزمر: ۳۰)

بے شک تجھے بھی مرنا ہے اور وہ بھی مر جائیں گے ۔

اور ارشاد باری ہے :

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (القصص: ۸۸)

ہر چیز فنا ہے مگر اس کی ذات ، اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے ۔

اور ارشاد ربانی ہے :

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ج صلے وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ○
(الرحمٰن ۲۶/۲۷)

جو کوئی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی ذات تیرے رب کی ۔
(جو) بزرگی اور عظمت والا ہے ۔

مزید ارشاد ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط
(آل عمران : ۱۸۵)

ہر جی کو چکھنی ہے موت ، اور تم کو پورے بدلے ملیں گے قیامت کے دن ۔

حضرت ابو بکر نے مزید فرمایا کہ :

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زندگی عطا فرمائی اور انھیں اس وقت تک دنیا میں باقی رکھا جب کہ اللہ تعالیٰ کا دین قائم ہو گیا ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم غالب آگیا ، آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا ، اس کے راستے میں جدوجہد کی ۔ پھر اسی راستے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر موت طاری ہوئی ۔

آپؐ تم سب کو ایک متعینہ راستے پر چھوڑ گئے ۔ پس کوئی ہلاک کرنے والا ہلاک نہیں کرتا مگر حقیقت حال کی وضاحت کے بعد ۔ پس ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتا ہے تو وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ تو زندہ ہے کبھی اس پر موت طاری نہیں ہوگی ، اور جو کوئی حضرت محمدؐ کی عبادت کرتا تھا اور ان کو اللہ و معبود کے مقام پر لاتا تھا تو اس کا معبود رخصت ہو گیا ۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو ، دین اسلام کو مضبوطی سے تھام لو ، اپنے رب پر بھروسہ کرو ، دین اسلام قائم رہنے والی چیز ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ مکمل ہو چکا ہے ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو اپنی مدد سے نوازے گا جو اس کے دین کی عزت و سربلندی کے لیے جدوجہد کرے گا ۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے سامنے ہے ، وہ روشنی اور شفا کا ذریعہ ہے اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد علیہ الصلاۃ والسلام کو ہدایت سے سرفراز فرمایا ۔ اس میں ان تمام چیزوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے حلال کیں اور

حرام کیں۔ اللہ کی قسم، ہم اس کی بالکل پروا نہ کریں گے جو ہم پر چڑھائی کرے گا اور ہمیں دھمکائے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تلواریں اس وقت تک نیام میں نہ جائیں گی جب تک ہم ان کو اس کے بعد رکھ نہ دیں گے۔ دین اسلام کے مخالفین کے ساتھ اسی طرح جہاد کریں گے، جس طرح ہم نے اللہ تعالیٰ کے رسول محترم کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ پس اپنا نفس ہی ایسی چیز ہے جس پر ہر شخص کو پابندی لگانی اور جبر کرنا چاہیے (تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مخالف سمت نہ چل سکے)

پھر آپ مہاجرین سمیت حجرۂ رسول کی طرف تشریف لے گئے۔ اس کے بعد غسل، کفن اور جنازے کا اہتمام ہوا۔ فصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

# وہ وثائق جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صُلح کے سلسلے میں تحریر کیے

## اہل نجران کے لیے آپ کی تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

یہ وہ تحریر ہے جو محمدؐ نے، جو نبی اور اللہ کا رسول ہے، اہل نجران کے لیے لکھی۔ یہ تحریر اس حق کی بنا پر ہے جو اسے ان پر ایک حکم کے طور پر حاصل ہے۔ اس کا اطلاق ہر کالے، سفید، سُرخ، زرد، آزاد و غلام پر ہوگا اور وہی ان کے متعلق فیصلہ کرے گا۔ معاہدے کے مطابق دو ہزار حلّے چھوڑ دیے ہیں، جن میں سے ایک ہزار زنانہ ہوں گے ایک ہزار مردانہ۔ متعینہ خراج سے جو کمی بیشی ہوگی اس کی ذمہ داری متعلقہ جماعت پر ہوگی کہ وہ حساب کتاب کرکے پورا کرے اور جو وہ سواریوں، گھوڑوں اور زرہوں کے متعلق فیصلہ کریں گے وہ بھی ان سے حساب کے مطابق لیا جائے گا۔ اہلِ نجران کے پاس میرے نمائندے بیس رات قیام کریں گے یا اس سے کچھ کم، اس دوران ان کے ذمہ تیس گھوڑے، تیس اونٹ، تیس زرہیں ہوں گی۔ یمن میں کسی قسم کا عذر ہوگا تو ان پر ذمہ داری ہوگی۔ اور میرے نمائندے سے جو

چیزیں عاریت کے طور پر لیں گے، ان میں سے جو ان سے ضائع ہوگئی اس کی ذمہ داری میرے نمائندوں پر ہوگی تاکہ وہ اس کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔

نجران اور اس کے رہنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پوری پوری ذمہ داری ہے — ان کے خون، ان کے مال، ان کی ملت، ان کے گرجے، ان کے مذہبی رہنما، ان کے اسقف (پادری) ان کے موجود و غائب سب کے حقوق کی ذمہ داری ہم پر ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی ہر اس چیز کی حفاظت کی ہم پر ذمہ داری ہوگی۔ چاہے وہ تھوڑی مقدار میں ہو یا زیادہ مقدار میں۔ اسی طرح ہمیں یہ حق نہ ہوگا کہ ہم ان کے کسی پادری، بشپ یا مذہبی رہنما کو تبدیل کریں۔ نہ ہی انھیں جنگی مہمات کے لیے جمع کیا جائے گا نہ ہی ان سے عشر لیا جائے گا۔ نہ ہی کسی قافلے کے ذریعے ان کی زمین کو پامال کیا جائے گا، اور جس نے اُن سے کچھ ایسا مطالبہ کیا تو اس میں سے نصف اہلِ نجران کا ہوگا بشرطیکہ اس میں سود کی آمیزش نہ ہو۔ جو سود کھائے گا اس سے ہماری ذمہ داری ختم اور وہ خود ذمہ دار ہوگا۔ ان کے ذمے محنت و مشقت اور خیر خواہی ہوگی، ان پر ظلم اور زیادتی کسی طرح کی نہ کی جائے گی۔

اس معاہدے پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور معیقیب نے گواہ کے طور پر دستخط کیے۔

اہل نجران کے لیے جو معاہدہ لکھا گیا وہ ایک دوسری روایت سے بھی منقول ہے، جس میں بعض الفاظ کا اختلاف ہے۔ مثلاً حلّہ کے ضمن میں چاندی سے منقش کا ذکر ہے، اس کا بھی کہ وہ پورے پورے ہوں گے۔ اسقف یعنی پادری کا ذکر نہیں اور گواہی کے طور پر حضرت ابوسفیان بن حرب، غیلان بن عمرو، مالک بن عوف نضری، اقرع بن حابس الحنظلی اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر ہے (اس سلسلے میں تفصیلات کتاب الاموال لابی عبید میں فراہم ہوسکتی ہیں۔ اسی طرح الوثائق السیاسیہ میں بھی تفصیلات مل سکتی ہیں)۔

## اہل ثقیف کے لیے معاہدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

یہ محمد النبی، رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی تحریر ہے جو اہل ثقیف کے لیے ہے ان کے حقوق کی ذمہ دار اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہے جس کے بغیر کوئی الہ نہیں اور ساتھ ہی محمد النبی بن عبداللہ ذمہ دار ہیں۔ مراد وہ حقوق ہیں جن کا ذکر اس تحریر میں ہے۔

ان کی وادیاں اور کھیت ایسے ہیں کہ ان سے کوئی چیز لینی حرام ہے۔ ان میں شکار، کسی قسم کا ظلم، چوری وغیرہ سب نادرست ہیں۔

"وج" کے وہ سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ ان کے گروہوں کے متعلق کوئی خفیہ پلاننگ نہ ہوگی۔ کوئی مسلمان ان پر غالب ہو کر داخل نہ ہو سکے گا۔۔ جو وہ چاہیں گے اپنے علاقے اور زمین میں عمارت وغیرہ بنائیں گے یا ان کو ویسے ہی برابر رکھیں گے۔

انھیں جنگی مہمات کے لیے جمع نہ کیا جائے گا، عشر نہ ہوگا۔ جان و مال کسی معاملے میں انھیں مجبور نہ کیا جائے گا۔ وہ گویا مسلمانوں میں سے ایک جماعت کے طور پر ہوں گے، وہ مسلمانوں میں جہاں شامل ہونا چاہیں گے ہو سکیں گے۔ اور جہاں داخل ہونا پسند کریں گے کوئی پابندی نہ ہوگی۔

ان کا کوئی قیدی ہو جائے گا تو وہ انہی کا ہوگا، وہ باقی لوگوں کے مقابلے میں اس کے زیادہ حق دار ہوں گے کہ جو چاہیں سلوک کریں۔ جو ان کے رہن کے سلسلے میں قرضے ہیں ان کی مدت پوری ہوگی کیوں کہ یہ تو ایسی ذمہ داری ہے جو چکی ہوئی ہے، حقوق اللہ سے اس کا تعلق نہیں (بلکہ ان کا آپس کا معاملہ ہے)

جو قرضے رہن کی شکل میں عکاظ کی منڈی سے متعلق ہیں وہ اس منڈی کے موسم کے اختتام تک ادا ہوں گے۔ جو قرضے بنو ثقیف کے ایسے ہیں کہ ان کی تحریرات میں ان کا ذکر ہے اور ان کے پاس اُن کی دستاویزات ہیں، تو ان کا اعتبار ہوگا۔ اور جو ان کے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں یا نقد مال ہے یا کوئی جان ہے (حیوان یا انسان) جو غنیمت میں آیا، اس کو اُنھوں نے سپرد کر دیا یا ضائع کر دیا ہر شکل میں وہ ادا شدہ متصور ہوگی۔

جو اہل ثقیف سے تعلق رکھنے والا فرد ہے جو غائب ہے یا مال ہے جو موجود نہیں تو وہ امن کے دور کی طرح اس کا ہی ہوگا بشرطیکہ گواہ ہوں۔ ایسا مال جو اونٹ وغیرہ کی شکل میں

ہو اور جس کو اسی طرح کسی مقصد کے لیے کھلا چھوڑ دیا گیا ہو۔ اس کا معاملہ بھی ایسا ہی ہو گا کہ وہ انھی کا ہو گا بشرطیکہ ان کے ذمّے کوئی ٹیکس نہ ہو۔

جو ثقیف والوں کا حلیف ہو یا تاجر ہو جو ان سے تجارت کرے اور مسلمان ہو جائے تو اس کے لیے بھی یہی شرائط ہوں گی۔ کوئی شخص ان پر طعن کرے گا یا ظلم کرے گا تو اس کی کسی طرح مدد نہ کی جائے گی بلکہ رسول اور مسلمان ان کی مدد کریں گے۔ جو ان سے نہ ملنا چاہے گا اس کی کوئی پابندی نہ ہوگی۔

منڈیاں اور تجارت گھروں کے صحن میں ہوگی۔

کسی موقعے پر ان پر کسی کو امیر بنانا پڑے گا تو ان میں ہی سے کسی کو بنایا جائے گا مثلاً بنی مالک کا امیر ان ہی میں سے ہو گا اور "احلاف" پر ان کا امیر، اور ثقیف والے قریشیوں کے انگوروں کو جو سیراب کریں گے تو اس کے مطابق انھیں حصہ ملے گا۔

کوئی ایسا قرض ہے جس کے ذمہ دار کا علم نہیں تو اس کی تلاش ہوگی۔ مل گیا تو ادا ہو گا ورنہ آئندہ سال جمادی الاولی تک انتظار کیا جائے گا۔ نہ کوئی ملا تو کچھ نہ ہو گا۔

لوگوں کے ذمّے جو قرض ہو گا وہ محض راس المال ملے گا (سود وغیرہ بالکل نہیں)

کوئی ایسا قیدی ہو جس کو اس کے نگران نے فروخت کردیا ہو تو وہ بیع ہی شمار ہوگی اور نہیں بیچا تو اس کو ایک خاص تناسب سے معاوضہ دیا جائے گا یعنی ۶۔ اونٹ جن کی مختلف عمریں ہوں گی یعنی نصف تین سال کے، نصف دو سال کے لیکن اچھے پلے ہوئے۔

جس کسی نے کوئی کاروبار کیا یا خرید و فروخت کی تو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

## بنو ثقیف میں مسلمان ہو جانے والے حضرات کے سلسلے میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تحریر

اس تحریر کو حضرت خالد بن سعید نے حضور اکرم کے حکم سے لکھا اور اس پر حضرت علی، حسن، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دستخط کیے۔ اس میں تھا کہ:

ان کا چھوٹا کانٹے دار درخت بھی محفوظ ہوگا، اسے کاٹا نہ جائے گا۔ شکار نہ کیا جائے گا۔ شکار کو مارا نہیں جائے گا۔ جس نے ایسا کیا اس کے کپڑے اُتار کر اُسے بید لگائے جائیں گے۔ جس نے زیادتی کی ہو اسے گرفتار کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے جایا جائے گا۔ کوئی زیادتی نہ کرے گا، جن معاملات کا حکم دیا جا رہا ہے ان میں گڑبڑ کرنے والا اپنے اوپر زیادتی کرے گا اور وہ تمام ذمہ داریاں جو باقی بنو ثقیف کے لیے ہیں ان کے لیے بھی ہوں گی۔

## اہلِ ہجر کے لیے تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط



یہ تحریر محمد رسول اللہ کی طرف سے اہلِ ہجر کے لیے ہے۔ تم سلامت رہو، میں تمھاری طرف سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے بعد واضح ہو کہ میں تمھیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات کی کہ کبھی ہدایت کے بعد گمراہ ہو جاؤ اور رشد و سعادت حاصل ہو جانے کے بعد مبادا تم غوایت و گمراہی کے گڑھے میں جا گرو۔

تمھارا وفد میرے پاس آیا، اس وفد میں وہی لوگ تھے جو صاحب حیثیت تھے۔ تم پر میرا جو حق ہے اس کو استعمال میں لاؤں تو میں تم سب کو ہجر سے نکال سکتا ہوں، جو تم سے غائب ہیں ان کی میں سفارش کروں گا، اور جو موجود ہیں ان کے صاحبِ فضیلت ہونے کا اعلان کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جس سے اُس نے تمھیں نوازا۔ تمھاری کاریگری کے نمونے میرے پاس پہنچے جو تم سے اچھا ہوگا اس پر بروں کا بوجھ نہیں لادا جائے گا۔ پس جب میرے نمائندے آئیں تو ان کی اطاعت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سلسلے میں ان کی مدد کرنا۔ جو تم میں سے اچھے عمل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ اور میرے نزدیک گمراہ نہ ہوگا۔

# اہل ایلہ کے لیے تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے یوحنہ بن روبہ اور اہل ایلہ کے لیے پیغام امن ہے۔ ان کی کشتیاں بھی محفوظ اور بری راستوں کی سواریاں بھی امن میں۔ اس پیغام کا تعلق سمندروں سے بھی ہے اور خشکی کے علاقے سے بھی۔

یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ذمّہ داری ہے اور ہر اس شخص کی جو اُن کے پاس ہے، اور اس کا فائدہ ہر اس شخص کو ہوگا جو شام، یمن اور بحیرہ کے علاقے سے یہاں آنے والا ہے۔

جس نے کسی بدعت کا ارتکاب کیا اور نیا طریقہ ایجاد کیا تو اس کا مال درمیان میں رکاوٹ نہ بنے گا بلکہ اس کی سزا اس کو اپنے جسم پر بھگتنا ہوگی۔ رہ گیا مال تو وہ جسے ملے گا اس کے لیے پاک ہوگا — یاد رکھو یہ درست نہیں کہ لوگ کسی کو پانی سے روکیں یا سمندر و خشکی کے راستے پر چلنے والے کسی شخص کو منع کریں اور اس کی راہ میں روڑا بنیں۔ (جناب جہیم نے اس تحریر کو لکھا)

# اہل خزاعہ کے لیے تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اللہ تعالیٰ کے رسول کی طرف سے بدیل، بسر، سروات بن عمرو کے لیے یہ تحریر ہے۔ میں تمھاری طرف سے اس مالک حقیقی کا شکر یہ ادا کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں جو تنہا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ میں تمھارے دکھ پہنچانے کی وجہ سے دکھی نہیں ہوں اور نہ ہی تمھیں نصیحت کرنا چھوڑوں گا۔

اہل تہامہ میں سے تم سب سے زیادہ میرے لیے قابلِ اکرام ہو اور صلہ رحمی کے سبب تم اور تمھارے متبعین میرے بہت زیادہ قریب ہیں ... تم میں سے جس نے ہجرت کی اس کے

لیے میں نے اسی طرح حق لیا جس طرح اپنے لیے، اگرچہ وہ اپنی ہی زمین پر ہو۔ مکہ میں رہ جانے والوں کا معاملہ بھی ایسا نہیں ۔ ہاں حج اور عمرہ کرنے والے کی بات دوسری ہے ۔ میں تمھیں سلامتی کا پیغام دیتا ہوں ۔ میری طرف سے تمھیں کسی طرح ڈرنے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ۔ سن لو! علقمہ بن علاثہ اور اس کے بیٹے نے اسلام قبول کر لیا، ہجرت کر لی اور انھوں نے اپنے متبعین سمیت بیعت کر لی اور اپنے متبعین کے لیے اسی طرح حصہ لیا جس طرح اپنے لیے لیا ۔ حل و حرمت میں ہمارے بعض کا معاملہ ایک جیسا ہے ۔ میں تمھارے دعووں میں تمھیں جھٹلاتا نہیں اور نہ تمھیں مطعون کرتا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ سے تمھاری حیات ابدی کے لیے درخواست کرتا ہوں ۔

# زرعہ بن ذی یزن کے لیے تحریر

حضور اقدس محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے زرعہ بن ذی یزن کو لکھا:

میرے نمائندے — معاذ بن جبل، عبداللہ بن رواحہ، مالک بن عبادہ، عقبہ بن نیار، مالک بن مرارہ تمھارے پاس آرہے ہیں ۔ میں تمھیں ان کے ساتھ خیر اور بھلائی کا سلوک کرنے کی تلقین کرتا ہوں ۔

تمھارے پاس جو صدقات اور جزیہ کی رقوم ہیں وہ میرے نمائندوں کے سپرد کر دو ۔ اس قافلے کے امیر معاذ بن جبل ہوں گے ۔ لازم ہے کہ یہ تمھارے پاس سے ہنسی خوشی واپس آئیں ۔ یاد رکھو — محمدؐ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں ۔ مالک بن مرارہ الرہاوی نے مجھے بتلایا ہے کہ آلِ حمیر میں سے تمھیں سب سے پہلے اسلام لانے کی توفیق نصیب ہوئی اور یہ کہ تم نے مشرکوں کی رفاقت چھوڑ دی ہے ۔ میری طرف سے تمھیں خیر کی بشارت ہو ۔ اے آلِ حمیر، میں تمھیں خیر کی نصیحت کرتا ہوں، خیانت سے کام نہ لینا، آپس میں جھگڑنا نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کا رسول تم میں سے ہر شخص کا دوست اور بھی خواہ ہے چاہے وہ غنی ہو یا فقیر ۔

جہاں تک صدقے کا تعلق ہے، وہ محمدؐ اور اس کے گھر والوں کے لیے حلال نہیں ۔

یہ زکوٰۃ ہے جسے تم مومن فقیروں کے لیے علیحدہ کرتے ہو اور اس کے ذریعے اپنی پاکیزگی کا اہتمام کرتے ہو۔ مالک نے خبر صحیح صحیح پہنچائی اور مخفی امور کی خوب خوب حفاظت کی اور میں نے اپنے متعلقین میں صالح ترین اور نہایت دین دار حضرات کا انتخاب کر کے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ یہ میرے جگر کے ٹکڑے ہیں ۔ میں تمھیں ان کے ساتھ بار دگر خیر اور بھلائی کی تلقین کرتا ہوں کہ ان کی طرف سے بھی (یعنی نمائندگان رسول کی طرف سے) خیر ہی کی امید ہے۔

والسلام

# ضمیمہ جات:



## ضمیمہ ۱

## خلیفہ عبدالملک بن مروان

## اور دوسرے حضرات کے نام حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مکتوب

### جس کا تعلق بیعت عقبہ اور ہجرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل حبشہ کی طرف بہت سے خوش قسمت لوگوں نے ہجرت کی اور پھر حالات کے کسی قدر پر سکون ہو جانے پر ان میں سے بہت سے حضرات واپس آگئے۔ اب صورت یہ تھی کہ اہل اسلام کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا اور ان کی نفری بڑھ رہی تھی۔ اُدھر مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور برابر ہو رہے تھے اور مدینہ میں اسلام پھیل رہا تھا اور مدینے کے لوگ مکّہ آ رہے تھے، قریش نے یہ صورت دیکھی تو انھوں نے مشورہ کیا کہ مسلمانوں کو مزید ابتلا میں ڈالا جائے اور اُن پر سختی کی جائے۔ چنانچہ اُنھوں نے اپنے اس منصوبے اور مہم پر عمل شروع کر دیا اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دی، جس کے نتیجے میں مسلمان ایک بار پھر شدید آزمائش اور پریشانیوں کا شکار ہو گئے۔

یہ تو گویا آخری آزمائش اور آخری فتنہ تھا۔ اس طرح گویا دو فتنے اور دو آزمائشیں سامنے آتی ہیں۔ ایک تو وہ جب وہ حالات کے ابتلا کے سبب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے حبشہ گئے اور انھیں جانے کی اجازت دے دی گئی۔ اور دوسرا جب وہ واپس آئے اور انھوں نے دیکھا کہ مدینہ سے بہت سے لوگ آ آ کر مسلمان ہو رہے ہیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ سے ستر نقیب آئے (آخری بیعت جو ۱۳ نبوی میں ہوئی۔ اس میں ۷۳ مرد اور دو عورتیں تھیں۔ اہلِ عرب کے اصول کے مطابق دھائی کا ذکر کر کے اکائی کو چھوڑ دیا)

یہ لوگ ان لوگوں کے سردار تھے جنھیں مدینہ منورہ میں اسلام کی توفیق میسّر آئی تھی۔ انھوں نے حج کے موقعے پر ملاقات کر کے عقبہ میں بیعت کی اور اُن سے رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات کا عہد و پیمان کیا کہ "میں تمھارا اور تم میرے"۔ اور اس بات پر عہد ہوا کہ صحابۂ رسول میں سے جو ان کے پاس آئے گا اسے وہ ٹھکانہ دیں گے اور آپ خود آئیں گے تو اسی طرح خدمت و دفاع کریں گے جس طرح اپنے معاملے میں کی جاتی ہے۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر قریش نے اور سختیاں شروع کر دیں تو رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رفقا کو مدینہ منورہ چلے جانے کی اجازت دے دی۔ یہ گویا مکہ معظمہ کی زندگی کی آخری آزمائش تھی کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے رسول نے اپنے صحابہ کو نکلنے کا حکم دیا اور خود بھی نکلے، اور اس کے بعد پھر یہ مرحلہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ج (الانفال، ۳۹)

اور لڑتے رہو اُن سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہو جائے حکم سب اللہ تعالیٰ کا

## واقعہ بدر الکبریٰ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خلیفہ عبدالملک بن مروان رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ آپ نے مجھے خط لکھا ہے اور مجھ سے ابو سفیان کے معاملے سے متعلق دریافت کیا ہے کہ اس کے حالات صحیح معنوں میں کیا تھے؟ تو سنیے کہ ابو سفیان لگ بھگ ستر سواروں

کے شام سے واپس آرہے تھے ۔ یہ سب لوگ قریش تھے اور تاجر تھے ۔ ان کی واپسی اس حال میں ہو رہی تھی کہ تجارتی اموال ان کے ہمراہ تھے ۔ اس کا ذکر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے ہوا ۔ اس سے پہلے فریقین میں جنگی جھڑپیں ہو چکی تھیں اور چند آدمی مارے جا چکے تھے جن میں ابن الحضرمی بھی تھا جو نخلہ کے مقام میں مارا گیا تھا اور قریش کے چند افراد قیدی بھی ہوئے تھے جن میں سے بعض بنو مغیرہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ انہی میں ابن کیسان بھی تھا جو ان کا غلام تھا ۔ حضرت عبداللہ بن جحش کے قافلے نے انھیں زد میں لے لیا تھا ۔ واقد بھی ہمراہ تھے جو بنو عدی بن کعب کے حلیف تھے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ حضرت عبداللہ بن جحش کے ساتھ اس سلسلے میں بھیجے گئے تھے ۔ یہی واقعہ حضور اکرم اور قریش کے درمیان جنگ بھڑکانے کا ذریعہ بن گیا اور یہی واقعہ ہے جس میں بعض کا بعض سے مقابلہ ہوا ، جنگ کی نوبت آئی ۔ یہ واقعہ ابوسفیان اور اُن کے رفقا کے شام جانے سے قبل کا ہے ۔ پھر جب ابوسفیان اپنے رفقا کے ساتھ واپس آرہے تھے تو انھوں نے ساحلی راستہ اختیار کیا ۔

چونکہ یہ تجارتی قافلہ اس نیت سے گیا تھا کہ جو نفع ہو اسے اجتماعی طور پر مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جائے اس لیے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو توجہ دلائی اور مشورہ کیا اور بتلایا کہ اس طرح ان کا آئندہ منصوبہ متاثر ہوگا ، اور یہ لوگ بھی تھوڑے سے ہیں ۔ اس لیے صحابہ کرام محض ابوسفیان اور اس کے رفقا کے تعاقب میں نکلے ، مقصد مالِ غنیمت کا حصول تھا ۔ لمبی چوڑی لڑائی پیشِ نظر نہ تھی ۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ (الانفال : ۷)

اور تم چاہتے تھے کہ جس میں کانٹا نہ لگے وہ تم کو ملے ۔

ابوسفیان کو علم ہوا کہ اصحابِ محمدؐ اس کا تعرض کرنے والے ہیں تو اس نے قریش کو پیغام بھیجا کہ یہ صورت ہے ۔ تم اپنے تجارتی قافلے کو بچاؤ ۔ قریش کو خبر پہنچ گئی ۔ قافلے میں کعب بن لوی کی تمام شاخوں کے افراد تھے ۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے رفقا کو ان حالات کا علم نہ تھا کہ یہ کھچڑی پک رہی ہے حتیٰ کہ آپ بدر پہنچ گئے ۔ بدر اس راستے میں واقع تھا جس سے وہ قافلہ آرہا تھا ، اس لیے ابوسفیان نے نیچے کا راستہ اختیار کیا ،

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حالات کی خبر گیری کے لیے سفر کا ارشاد فرمایا ۔ اسی شخص کے حوالے سے حضرت عروہ کی دوسری روایت ہے جس میں عبدالملک بن مروان کے خط اور حضرت عروہ کے جواب کا ذکر ہے ۔ اس میں اوپر کی روایت کے مطابق حالات کا اعادہ ہے اور آخر میں ہے کہ مسلمانوں کے لشکر اور قریش کے لشکر اور تجارتی قافلے کی تفصیلات اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمائیں ۔

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا ... (الانفعال: ۴۲)

ابن کیسان جو قیدی غلام تھا ، اُس نے بتلا دیا کہ تمھیں مارنے کی غرض سے قریش آگئے اور رہ گیا ابوسفیان تو وہ نکل گیا اور باوجود یکہ اُس نے قریش کو روکنا چاہا لیکن اس کی بات قریش نے بھی نہیں مانی اور اب سر پر آگئے ہیں ۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساری صورت حال کو دیکھا اور ملاحظہ فرمایا تو آپ نماز سے فارغ ہو کر تشریف لائے ، وہ تمام گفتگو جو ان کی ہوئی آپ نے سنی تو حضور اقدس نے فرمایا :

مجھے قسم ہے اُس ذات اقدس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ۔ اگر وہ سچ کہہ رہا ہے تو تم یقیناً اُنھیں مارو گے ، اور وہ جھوٹا ہے تو تم اُنھیں چھوڑ دو گے ۔ صحابہ نے عرض کیا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ قریش تو آگئے ۔ آپ نے فرمایا وہ سچ کہہ رہا ہے ، اصل یہ ہے کہ قریش تو اپنے تجارتی قافلے کو بچانے نکلے تھے ۔ پھر آپ نے غلام کو بلا کر اُس سے پوچھا تو اُس نے قریش کے متعلق وہی بات بتلائی اور کہا کہ ابوسفیان کا مجھے علم نہیں ۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کتنے افراد ہیں ، اُس نے کہا صحیح علم تو نہیں البتہ وہ بہت زیادہ تعداد میں ہیں ۔ آپ نے پوچھا کہ اُنھیں کل شام کھانا کس نے کھلایا تو اُس نے نام بتلایا ۔ پھر پوچھا کہ اُس نے اُن کے لیے کتنے اونٹ ذبح کیے ؟ اُس نے بتلایا کہ نو اونٹ ۔ اگلے وقت کے کھانے کا پوچھا کہ کس نے کھلایا ؟ تو اس نے نام بتلایا ۔ پھر پوچھا کہ اونٹ کتنے ذبح کیے ؟ اُس نے بتلایا کہ دس ۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے نتیجہ نکالا کہ قوم آج کے دن ۹۰۰ اور ہزار کے ۔ اور واقعہ یہی تھا کہ قریش کا جنگی لشکر اُس دن ۹۵۰ ۔ افراد پر مشتمل تھا ۔

ان اطلاعات کے بعد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے ۔ بدر کے کنوئیں

پر قیام فرمایا۔ بعد میں بارش کے سبب اس کے حوض پانی سے بھر گئے۔ آپ کے صحابہ نے وہیں صفیں درست کیں اور مخالفین بھی وہیں آگئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدر پہنچے تو فرمایا کہ دشمنان دین کے پچھاڑنے جانے کی یہی جگہ ہے، یہی ان کا مقتل ہے۔ دشمنوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا نبی ان سے سبقت لے گیا اور بدر میں اس نے پڑاؤ ڈال لیا۔ دشمن جب وہاں آدھمکے تو اللہ تعالیٰ کے نبی کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"اے اللہ۔ یہ قریش ہیں جو فخر و غرور کا سرمایہ لے کر آئے ہیں۔ اُنھوں نے تجھ سے لڑائی مول لی، تیرے رسول کو جھٹلایا۔ اے میرے رب، جس نصرت و امداد کا وعدہ ہے، اس کا میں آج سوالی ہوں۔"

وہ سامنے آگئے تو آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کے چہروں کی طرف مٹی کی مٹھی پھینکی، اللہ تعالیٰ نے انھیں شکست دے دی۔ حضور اقدس کے ساتھ ان کی مڈبھیڑ سے قبل ابوسفیان کا نمائندہ ان کو مل کر بتا چکا تھا کہ قافلۂ تجارت سلامت رہ گیا ہے واپس آجاؤ۔ یہ اس وقت "جحفہ" نامی مقام میں تھے لیکن اُنھوں نے اکڑتے ہوئے کہا کہ اب لوٹنے کا سوال نہیں، ہم بدر تک تو جائیں گے اور وہاں تین دن قیام کریں گے۔ دیکھیں گے کون ہمارے سامنے آتا ہے جو آئے گا اس سے لڑیں گے۔ یہ ان کی گیدڑ بھبکیاں تھیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝ (الانفال: ۴۷)

اور نہ ہو جاؤ ان جیسے جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کے دکھلانے کو، اور روکتے تھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے، اور اللہ تعالیٰ کے قابو میں ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

پس اس کے بعد ان کی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مڈبھیڑ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو فتح سے نوازا، کفر و ضلالت کے ناخداؤں کو شکست و رسوائی سے دوچار کیا اور مسلمانوں کے سینے ان کی رسوائی سے ٹھنڈے ہوئے۔

# فتح مکّہ

حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مکتوب خلیفہ عبدالملک بن مروان کے نام ــــــ !

اما بعد! آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فتح مکہ کے دن کیوں چڑھائی کی اور کس کے حکم سے کی؟ اصل قصہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن حضرت خالد، رسول اکرم کے ساتھ تھے۔ جب نبی کریم "بطن مر" سے مکہ معظمہ کے لیے سوار ہوئے، تو اس سے پہلے قریش ابوسفیان اور حکیم بن حزام کو رسول اکرم سے ملاقات کے لیے بھیج چکے تھے۔ جب قریش نے اُنھیں بھیجی تو اس وقت اُنھیں اندازہ نہ تھا کہ رسولِ اکرم کا رخ ان کی طرف ہے یا طائف کی طرف؟ ان دونوں نے بدیل بن ورقا کو ساتھ ملایا اور چاہا کہ وہ ان کے ساتھ جائے۔

یہی تین آدمی تھے چوتھا کوئی نہ تھا۔ قریش نے اُس وقت، جب اُنھیں بھیجا تو اُن سے کہا، تمھارے ساتھ کوئی نہ جائے۔ اس لیے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ محمدؐ کا ارادہ کیا ہے؟ وہ ہماری طرف آرہے ہیں یا ہوازن کی طرف یا ثقیف کی طرف؟ اس کا سبب یہ تھا کہ ان دنوں حضور اقدس اور قریش کے درمیان حدیبیہ کی صلح تھی اور اس کی مدّت متعین تھی (دس برس) اس کی کچھ شرائط تھیں، انھی کے پیشِ نظر اس صلح کے دوران بنو بکر قریش کے ساتھ ہوگئے اور معاہدہ دوستی کرلیا۔ بنو کعب جو مسلمانوں کے حلیف تھے، ان کا اور بنو بکر کا جھگڑا ہوا، جس میں بنو بکر کی پہل تھی۔ حالانکہ معاہدۂ صلح میں طے تھا کہ کوئی کسی قسم کا دھوکہ یا تدبیر نہ کرے گا اور نہ ہی تلواریں نکالی جائیں گی۔ لیکن قریش نے اسلحہ کے ذریعے بنو بکر کی مدد کی۔ بنو کعب نے قریش پر الزام دھرا، اس وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قریش سے جنگ ہوئی۔ اسی دوران "مرالظہران" کے مقام پر ابوسفیان، حکیم، اور بدیل کی حضور اقدس سے ملاقات کی۔ اُنھیں معلوم نہ تھا کہ آپ یہاں تک پہنچ گئے۔ جب ان تینوں کو اس جگہ کا علم ہوا تو وہ حاضر خدمت ہوکر مسلمان ہوگئے آپ نے ان تینوں کو اپنے مقدمۃ الجیش کے طور پر مکہ بھیجا تاکہ وہ اُنھیں اسلام کی دعوت دیں۔

ابوسفیان کا گھر مکہ معظمہ کی اوپر والی چوٹی پر تھا، حکیم کا زیریں حصے میں، ان کے لیے اعلان ہوا کہ جو ان کے گھر چلا جائے اسے امن ہے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے اور ہاتھ

روک لے اسے بھی امن ہے۔ حضرت ابو سفیان اور حکیم کے جانے کے بعد آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ انھیں علم نبوی عطا فرمایا، مہاجرین و انصار کے کچھ سوار ہمراہ کیے اور فرمایا مکہ معظمہ کے بالائی حصے میں "حجون" کی جگہ جھنڈا گاڑ دینا۔ نیز فرمایا میری آمد سے قبل آگے نہیں بڑھنا، اور جھنڈے کو گاڑ دینا ہے اور بس۔

اسی کے ساتھ حضور اکرم داخل ہوئے اور خالد بن الولید کو حکم دیا کہ وہ دوسرے رُخ سے مکہ میں داخل ہوں۔ اس سے تھوڑی دیر قبل بنو قضاعہ، بنو سلیم اور بعض دوسرے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ جس رُخ سے حضرت خالد کو چلنے کا حکم تھا اُدھر بنو بکر، بنوالحارث بن عبد مناۃ اور بعض دوسرے لوگ تھے جو قریش کے حلیف تھے۔ قریش نے انھیں اِدھر بٹھایا ہوا تھا جو ظاہر ہے خالصتہً مقابلے کی غرض تھی۔ اس لیے حضرت خالد کو کسی درجے میں مقابلہ کرنا پڑا۔ روایات میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ حضور اقدس نے حضرت خالد اور زبیر کو ارشاد فرمایا تھا کہ تمھیں بھیج رہا ہوں جو تم سے لڑنے کی کوشش کرے اور حملہ آور ہو اس کا مقابلہ کرنا۔

جونہی حضرت خالد مکہ معظمہ کی گھاٹی کی طرف سے داخل ہوئے بنو بکر وغیرہ نے مقابلہ کیا، اللہ تعالیٰ نے انھیں شکست دی، اس موقعے پر اس کے سوا مکہ معظمہ میں کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ ہاں بنو محارب بن فہر کا ایک شخص کرز بن جابر اور ابن الاشعر جو بنو کعب سے متعلق تھا، اور یہ دونوں حضرات حضرت زبیر کے قافلے میں تھے، اُنھوں نے وہ راستہ چھوڑ کر "کداء" کا راستہ اختیار کیا، وہاں قریش کی ایک ٹکڑی تھی اُن سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی۔ ان دو جزوی واقعات کے علاوہ کوئی واقعہ پیش نہ آیا۔ حضور اقدس مکہ معظمہ تشریف لائے، لوگ آپ کی خدمت میں ٹوٹ پڑے، اسلام پر بیعت کی اور اس طرح اہلِ مکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مسلمان ہو گئے۔ آپ ان کے پاس لگ بھگ نصف مہینہ ٹھہرے رہے، اس کے بعد ہوازن و ثقیف کے پاس حنین میں آنا ہوا۔

## حنین اور ہوازن سے متعلق

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال ۸ھ میں

لگ بھگ نصف ماہ مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔ اس کے بعد ہوازن وثقیف کی شرارتوں کا قلع قمع کرنے کی غرض سے حنین تشریف لائے۔ حنین، ذوالمجاز کی طرف ایک وادی کا نام ہے، ہوازن و ثقیف والے ان دنوں حضورِ اکرم سے لڑائی کے ارادے کر رہے تھے اور وہ اسی وقت سے تیاریوں میں مشغول تھے اور جمع ہو رہے تھے، جب سے اُنھوں نے حضورِ اکرم کی مدینہ سے روانگی کا سنا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ حضورِ اقدس نکل ہی ہمارے لیے رہے ہیں، جب انھیں یہ خبر پہنچی کہ آپ مکہ معظمہ پہنچ چکے ہیں تو ہوازن نے آپ کا قصد کر لیا اور عورتیں، بچے حتیٰ کہ مال و منال سب ہمراہ لے لیا۔ بنو نصر کا ایک فرد مالک بن عوف اُن دنوں ہوازن کا سردار تھا۔ اُدھر ثقیف والے اُن کے ساتھ مل گئے اور یہ حنین آ پہنچے۔ اب ان کا مقصد صرف حضورِ اقدس سے لڑنا تھا۔ مکہ معظمہ میں حضورِ اقدس کو اس کی اطلاع ملی کہ ہوازن وثقیف حنین آ چکے ہیں اور مالک بن عوف اُنھیں دھکیل کر لانے کا ذمہ دار ہے جو ان کا رئیس ہے تو آپ نے بھی قصد کر لیا اور ان پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو شکست دی۔ اس کا ذکر قرآن عزیز میں بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے (دیکھیے سورہ توبہ) اور جو مال و منال و عورتیں بچے وہ ساتھ لائے تھے، اللہ تعالیٰ نے بطور غنیمت مسلمانوں کو عطا فرمائے۔ آپ نے یہ تمام چیزیں اور سامان ان قریشیوں کے مابین تقسیم کر دیا جو مسلمان ہو گئے تھے۔

## غزوۂ طائف

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حنین سے فوری طور پر روانہ ہو گئے اور طائف پہنچ گئے۔ نصف مہینہ وہاں قیام رہا۔ بنو ثقیف قلعہ بند تھے ان سے اسی حال میں جنگ ہوئی۔ اس اثنا میں ان میں سے کوئی باہر نہ نکلا اور ارد گرد کے سب لوگ مسلمان ہو گئے اور ان کے وفود حضورِ اقدس کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ نصف مہینے کے محاصرے کے بعد حضورِ اقدس "جعرانہ" تشریف لائے تھے۔ حنین میں جو جنگی قیدی ملے تھے وہ سب آپ کے ساتھ تھے۔ اہلِ سیرت کے بقول ان قیدیوں کی تعداد چھ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ "جعرانہ" میں ہوازن کے وفد مسلمان ہو کر آئے تو آپ نے ان کی

درخواست پر تمام قیدی آزاد کر دیے اور وہیں سے عمرے کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے یہ ذی قعدہ کا قصہ ہے ۔

پھر آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل مکہ کے یہاں بطور خلیفہ چھوڑا اور اُنھیں حکم دیا کہ لوگوں کو حج کرائیں اور ان کو اسلام کی تعلیم سے آگاہ کریں اور یہ بھی فرمایا کہ جو ان میں سے حج کرے اسے پروانۂ امن دے دیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ہدایات دے کر مدینہ منورہ واپس آگئے۔ جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو اب ثقیف کے وفد حاضر ہوئے تو اس قضیہ کا فیصلہ ہوا جس کا ذکر ہو چکا ہے اور اُنھوں نے بیعتِ اسلام کر لی اور جو دستاویز ان کے پاس تھی اس پر گواہیاں ثبت ہوئیں ۔

# ضمیمہ ۲

## شرکائے بدر میں سے بقیّہ حضرات کے اسمائے گرامی

حضرات شرکائے بدر کے اسمائے گرامی پہلے گزر چکے ہیں، یہاں وہ نام دیے جا رہے ہیں جنھیں حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر نہیں کیا ۔ بعض اسما میں اسی طرح اختلاف ہے جس طرح بعض شخصیات کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ بدر میں شریک تھے یا نہیں ؟ بہرحال مختلف کتب سے حروف تہجی کی ترتیب سے نام لے کر فہرست دی جا رہی ہے ۔

۱ : ابیّ بن ثابت ۔

۲ : ابو شیخ الانصاری ۔۔۔ حضرت حسان کے بھائی ۔

۳ : اُرید حمیر

۴ : ابو مخشی ۔۔۔ داؤد بن الحصین کے بقول ان کا نام سوید بن مخشی ہے جب کہ ابو معشر کہتے ہیں کہ سوید بن عدی نام ہے ۔

۵ : اسعد بن یزید بن الفاکہ الانصاری ۔۔۔ لیکن ابن اسحٰق سعد بن یزید کہتے ہیں ۔

۶ : اسیر بن عمرو بن ابو سلیط الانصاری ۔

۷ : انس بن قتادہ الانصاری — ایک روایت میں ان کا نام "انیس" اور ایک میں "الیاس" آیا ہے ۔

۸ : اوس بن خولی ابولیلی الانصاری ۔

۹ : اوس بن معاذ الانصاری (ابونعیم کے بقول شریک بدر ہیں)

۱۰ : ایاس بن البکیر بن عبد یالیل ۔

## حرف الباء

۱ : بجیر بن ابی بجیر ۔

۲ : بحاث بن ثعلبہ (یہ تو ابن عقبہ کی روایت ہے) اور ابن اسحٰق کے بقول یہ لفظ نحاب ہے یعنی نون مکسورہ کے ساتھ ۔

## حرف الثاء

۱ : ثابت بن ثعلبہ بن زید الانصاری — ثعلبہ کو "الجذع" بھی کہتے ہیں ۔

۲ : ثابت بن حارث الانصاری (ابونعیم نے انھیں شرکائے بدر میں شمار کیا ہے)

۳ : ثابت بن حسان بن عمرو الانصاری (ابونعیم کے بقول شرکائے بدر میں سے ہیں)

۴ : ثابت بن خالد بن نعمان الخزرجی ۔

۵ : ثابت بن خنسا بن عمرو الانصاری (واقدی کی روایت کے مطابق بدر میں شریک تھے)

۶ : ثابت بن ربیعہ الانصاری (ابن عقبہ اور ابی معشر اور واقدی کی روایت کے مطابق بدری ہیں لیکن ابن اسحٰق نے ذکر نہیں کیا)

۷ : ثابت ہزال بن عمرو الانصاری ۔

۸ : ثعلبہ بن حاطب بن عمرو الانصاری ۔

۹ : ثعلبہ بن ساعدۃ الساعدی (سہل کے بھائی) ابونعیم انھیں بدری شمار کرتے ہیں ۔

۱۰ : ثعلبہ بن قیظی بن صخر الانصاری ـــ ابونعیم کے بقول بدری ہیں ۔

۱۱ : ثقف بن عمرو (مالک اور مدلج کے بھائی)

## حرف الجیم

۱ : جاریہ بن حمیل الاشجعی ۔ (ابن سائب کے بقول بدری ہیں جب کہ اور کوئی ان نہیں)

۲ : جبر بن عتیک بن قیس الانصاری ۔

## حرف الحاء

۱ : الحارث بن انس ـــ بعض انیس کہتے ہیں اور بعض اوس بن رافع ۔

۲ : الحارث بن اوس بن معاذ الاشہلی ۔

۳ : الحارث بن ظالم ابوالاعور الانصاری ۔

۴ : الحارث بن عرفجہ بن الحارث الاوسی (ابن عقبہ، ابن عمارہ ۔ واقدی انھیں بدر کرتے ہیں ، جب کہ ابومعشر اور اسحٰق نے ذکر نہیں کیا)

۵ : الحارث بن قیس بن ہیشہ (صرف ابن عمارہ نے انھیں بدری شمار کیا)۔

۶ : حارثہ بن النعمان بن رافع الانصاری ۔ (بعض نے الحارث لکھا ہے)

۷ : حارثہ بن النعمان بن نفع الانصاری ۔

۸ : حاطب بن عمرو بن عبد شمس (سہیل کے بھائی)

۹ : حبیب بن الاسود (بنی حرام کے غلام)

۱۰ : الحباب بن المنذر بن الجموح (سبھی کا اتفاق ہے کہ یہ بدری ہیں ـــ البتہ ابن نہیں مانتے لیکن یہ غلط ہے)

۱۱ : حرام بن ملحان ـــ ملحان کا نام مالک بن خالد الانصاری ہے ۔

۱۲ : الحصین بن الحارث بن المطلب ۔

۱۳ : حمزہ بن المطلب — رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا — سید الشہداء — شہید احد۔

# حرف الخاء

۱ : خالد بن البکیر (ایاس کے بھائی)
۲ : خالد بن زید ابوایوب الانصاری۔
۳ : خالد بن قیس بن مالک الانصاری۔
۴ : خارجہ بن زید الخزرجی (بعض نے حارثہ کہا ہے)
۵ : جناب ابویحیٰی (عقبہ بن عزوان کے غلام)
۶ : خبیب بن عدی الانصاری (ابونعیم کے بقول بدری ہیں)
۷ : خبیب بن یساف بن عتبہ الانصاری۔
۸ : خراش بن الصمہ بن عمرو الانصاری
۹ : خریم بن الاخرم — فاتک کے بیٹے ہیں — ابونعیم کے بقول بدری ہیں۔
۱۰ : خلّاد بن رافع بن مالک الزرقی — بعض نے خالد کہا ہے۔
۱۱ : خلاد بن سُوید الخزرجی۔
۱۲ : خلّاد بن عمرو بن الجموح الانصاری۔
۱۳ : خلّاد بن قیس بن النعمان — ابن عمارہ کہتے ہیں کہ یہ اپنے بھائی خالد کے ساتھ شریک بدر تھے — دوسرے حضرات ذکر نہیں کرتے۔
۱۴ : خلیدہ بن قیس بن النعمان الانصاری — اسحٰق اور واقدی نے اسی طرح کہا ہے، جب کہ عقبہ اور ابومعشر ان کا نام "خلیدہ" بتاتے ہیں اور ابن عمارہ خالد کہتے ہیں۔ دوسرے حضرات ان کا نام "لبدہ خلیفہ بن عدی الانصاری" بتاتے ہیں۔
۱۵ : خنیس بن حذافہ بن قیس۔
۱۶ : خولی بن ابی خولی — ان کا نام عمرو بن خیثمہ ہے۔

۱۷۰ : خوات بن جبیر الانصاری — آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، لیکن "روحا" نامی مقام میں انھیں پتھر لگ گیا — جس سے زخمی ہوگئے، اس لیے آپ نے انھیں مدینہ منورہ واپس کر دیا اور انھیں مالِ غنیمت میں برابر کا حصہ دیا اور اجر کا حق دار بتایا۔

# الذال

۱ : ذوشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ الغبشانی۔

# الراء

۱ : ربعی بن رافع بن الحارث الانصاری

۲ : ربعی بن عمرو الانصاری — ابونعیم کے بقول بدری ہیں۔

۳ : رخیلہ بن ثعلبہ بن خالد الانصاری۔

۴ : رفاعہ بن عبدالمنذر بن زبیر ابولبابہ — آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی طرف نکلے، لیکن آپ نے انھیں مدینہ منورہ میں امیر بنا کر وہیں چھوڑ دیا اور انھیں سب شرکا کے ساتھ باقاعدہ حصہ دیا۔

# الزاء

۱ : الزبیر بن العوام بن خویلد۔

۲ : زید بن الاخرش الجہنی — بعض نے ان کا نام "زیادہ" کہا ہے — امام زہری انھیں شرکائے بدر میں شمار کرتے ہیں۔

۳ : زیاد بن کعب بن الخزرج الانصاری۔

# السین

۱ : سالم بن عمیر بن ثابت الانصاری ۔

۲ : السائب بن عثمان بن مظعون ۔ ابن اسحٰق ، ابی معشر اور واقدی انھیں بدری شمار کرتے ہیں ۔ ابن عقبہ نے ذکر نہیں کیا اور ہشام الکلبی نے کہا ہے کہ جو شریک بدر ہوئے وہ السائب بن مظعون، عثمان کے بھائی ہیں ۔ واقدی اسے وہم کہتے ہیں ۔

۳ ۔ سبیع بن قیس بن عتبہ الانصاری ۔

۴ ۔ سراقہ بن عمرو الانصاری ۔

۵ ۔ سراقہ بن کعب الانصاری ۔

۶ ۔ سعد بن عثمان بن خلدہ الزرقی ۔

۷ ۔ سعد بن عمیر — کہا جاتا ہے کہ ابوعبیدہ ہی ابو زید الانصاری ہیں ۔

۸ ۔ سعد بن ابی وقاص — ان کا اسم گرامی مالک بن وہیب القرشی ہے ۔

۹ ۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل — ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلحہ بن عبید اللہ کے ساتھ قریش کے قافلے کی خبر لینے کی غرض سے بھیجا ۔ یہ اسی دن کا قصہ ہے ، جس دن حضور اکرم کی بدر میں دشمنوں سے مڈبھیڑ ہوئی ۔ ان دونوں کے لیے مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی تجویز فرمایا ، جیسے باقی مجاہدین کو دیا اور انھیں اسی طرح اجر کی خوش خبری دی ۔ پس یہ بدر میں موجود لوگوں کی طرح قرار پائے ۔

۱۰ ۔ سفیان بن نسر بن عمرو الانصاری — بعض نے سفیان بن بشر کہا ہے ( ابن سعد ج : ۲ ، ص : ۸۶ )

۱۱ ۔ سلمہ بن اسلم بن حریش الانصاری الاشہلی ۔

۱۲ ۔ سلمہ بن ثابت بن وقش ۔

۱۳ ۔ سلیم بن الحارث بن ثعلبہ السلمی ۔

۱۴ ۔ سلیم بن عمرو بن حدیدہ الانصاری ۔

۱۵ - سلیم بن فہد الانصاری -

۱۶ - سلیم بن ملحان الانصاری -

۱۷ - سلیم ابو کبشہ (حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم) -

۱۸ - سلیط بن قیس بن عمرو الانصاری -

۱۹ - سماک بن سعد بن ثعلبہ الانصاری -

۲۰ - سنان بن صیفی بن صخر الانصاری -

۲۱ - سنان بن سنان بن محصن

۲۲ - سواد بن رزین بن زید الانصاری - واقدی اور ابن عمارہ نے تو ایسے ہی لکھا ہے، لیکن ابن عقبہ کہتے ہیں کہ یہ اسود بن رُزن ہیں اور ابن اسحٰق اور معشر کے بقول یہ سُوید بن زُریق ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں -

۲۳ - سواد بن غزیہ بن وہب الانصاری -

۲۴ - سویبط بن سعد العبدری -

۲۵ - سہل بن حنیف بن واہب -

۲۶ - سہل بن عتیک بن النعمان الانصاری — ابو معشر کہتے ہیں یہ سہل بن عبید ہیں، لیکن یہ غلط ہے -

۲۷ - سہل بن قیس الانصاری -

۲۸ - سہل بن رافع الانصاری -

## الشین

۱ : شجاع بن وہب بن ربیعہ -

۲ : شماس بن عثمان المخزومی -

# الصاد

۱ ۔ صالح شقران (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خادم)
۲ ۔ صفوان بن وہب (سہیل کے بھائی، ان کی نسبت ان کی ماں "بیضا" کی طرف ہے۔
۳ ۔ صہیب بن سنان ۔

# الضاد

۱ ۔ الضحاک بن عبد عمرو الانصاری ۔
۲ ۔ ضمرہ بن عمرو الانصاری ۔

# الطاء

۱ ۔ الطفیل بن الحارث بن المطلب ۔
۲ ۔ طلیب بن عمرو بن وہب ۔ واقدی نے ان کا ذکر کیا ہے جب کہ ابن اسحٰق، ابن عقبہ اور ابو معشر نے ذکر نہیں کیا ۔
۳ ۔ طلحہ بن عبید اللہ التیمی ۔ سعید بن زید کے ذکر میں گذر چکا کہ یہ سراغ رسانی کی ڈیوٹی پر تھے اور انھیں باقاعدہ غنیمت میں حصہ ملا تھا ۔

# العین

۱ ۔ عاصم بن ثابت بن الاقلح ۔
۲ ۔ عاصم بن عدی بن الجد ۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے لیکن آپ نے انھیں اہلِ قبا اور اہلِ عالیہ پر امیر مقرر کر دیا، اور انھیں باقاعدہ حصہ واجبہ سے سرفراز فرمایا ۔
۳ ۔ عاصم بن العکیر المزنی ۔

۴ - عاصم بن قیس بن ثابت الانصاری -
۵ - عاقل بن البکیر -
۶ - عامر بن اُمیہ بن زید الانصاری -
۷ - عامر بن البکیر -
۸ - عامر بن ربیعہ العدوی -
۹ - عامر بن سلمہ الانصاری -
۱ - عامر بن عبداللہ ابوعبیدہ بن الجراح -
۱ - عامر بن عوف بن حارثہ الانصاری - (ابونعیم اُنھیں بدری کہتے ہیں)
۱ - عامر بن مخلد بن الحارث -
۱ - عائذ بن ماعص بن قیس الانصاری -
۱ - عباد بن بشر بن وقش اوسی -
۱ - عباد بن قیس بن عامر الانصاری -
۱ - عباد بن الخشخاش بن عمرو الانصاری - (ابن اسحٰق اور ابومعشر کی روایت کے مطابق عبادہ اور واقدی اور ابن عمارہ کے بقول "عبدہ" ہے) -
- عبادہ بن الصامت الانصاری — بدر کی حاضری کے سلسلے میں اختلاف ہے -
- عبادہ بن قیس بن کعب الانصاری (ابونعیم نے اُنھیں بدری کہا ہے)
- عبادہ بن قیس بن عبد الانصاری
- عبداللہ بن انیس الجہنی
- عبداللہ بن جبیر (خوات کے بھائی)
- عبداللہ بن جحش الاسدی - (حضرت زینب اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی)
- عبداللہ بن حذافہ السہمی (بدر کی حاضری مختلف فیہ ہے)
- عبداللہ بن خیثمہ بن قیس - (صرف ابن عمارہ نے ذکر کیا)
- عبداللہ بن زید - (صاحب الاذان — جن کے خواب سے اذان کا مسئلہ حل ہوا)

۲۶ - عبداللہ بن سراقہ بن المعتمر (صرف ابن اسحٰق نے ذکر کیا ہے)

۲۷ - عبداللہ بن سعد بن خیثمہ الاوسی (بدر کی حاضری مختلف فیہ ہے)

۲۸ - عبداللہ بن سہل بن زید الانصاری -

۲۹ - عبداللہ بن سہیل بن عمرو (یہ مشرکوں کے ساتھ آئے لیکن مسلمانوں سے مل گئے اور مسلمان ہو گئے)

۳۰ - عبداللہ بن عبدالاسد ابو سلمہ -

۳۱ - عبداللہ بن عبس الانصاری -

۳۲ - عبداللہ بن عثمان ابوبکر صدیق اکبر

۳۳ - عبداللہ بن عرفجہ الانصاری (ابونعیم کی روایت کے مطابق بدری ہیں)

۳۴ - عبداللہ بن قیس بن خلدہ الخزرجی

۳۵ - عبداللہ بن کعب بن زید الانصاری — ابونعیم بدری کہتے ہیں، ان کو نبی کریم علیہ نے اپنی دوستی میں لے لیا اور بدر کے دن مال غنیمت کا محافظ بنایا -

۳۶ - عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزی

۳۷ - عبداللہ بن مظعون عثمان الجمحی کے بھائی -

۳۸ - عبداللہ بن مسعود الہذلی

۳۹ - عبداللہ بن نعمان بن بلذمہ — بلذمہ الانصاری کی بھی روایت ہے -

۴۰ - عبدالرحمٰن بن جبیر ابو عبس الانصاری -

۴۱ - عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ثعلبہ ابو عقیل الانصاری -

۴۲ - عبدالرحمٰن بن عوف الزہری -

۴۳ - عبدربہ بن حق — حق الانصاری، کہا جاتا ہے -

۴۴ - عبید بن اوس بن مالک الظفری — ابومعشر کے سوا باقیوں نے بدری شمار کیا ہے ابومعشر کا انکار اس کی غلطی ہے -

۴۵ - عبید بن ثعلبہ الانصاری (ابونعیم کے بقول بدری ہیں)

۴۶ - عبید بن زید بن عامر الانصاری -

۴۷ - عبید بن ابی عبید الانصاری -

۴۸ - عبس بن عامر بن عدی الانصاری -

۴۹ - عتبہ بن ربیعہ بن خالد الانصاری -

۵۰ - عتبہ بن زید بن عامر -

۵۱ - عتبہ بن عبداللہ بن صخر الانصاری -

۵۲ - عتبہ بن غزوان بن جابر -

۵۳ - عتیک بن التیہان — ابوالہیثم کے بھائی — بعض نے ان کا نام "عبید" لکھا ہے -

۵۴ - عثمان بن عفان - انھیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ان کی اہلیہ محترمہ) کی بیماری کے سبب مدینہ منورہ میں چھوڑا — انھیں مالِ غنیمت کے حصّے سے نوازا - اجر و صبر کی خوش خبری دی — گویا ایسے ہی جیسے موجود ہوں -

۵۵ - عثمان بن مظعون الجمحی -

۵۶ - عدی بن ابی الزغباء الجہنی -

۵۷ - عصمہ بن الحصین بن برہ الانصاری — ابن عمارہ اور واقدی نے ان کا ذکر کیا ہے - ابن اسحٰق اور ابومعشر نے ذکر نہیں کیا -

۵۸ - عصیمہ — بنو اسد بن خزیمہ میں سے ہیں - انصار کے حلیف -

۵۹ - عصیمہ — اشجع کے حلیف، ابن عقبہ نے ان کا ذکر نہیں کیا — ابن اسحٰق، ابومعشر، واقدی اور ابن عمارہ نے ذکر کیا ہے -

۶۰ - عقبہ بن عامر بن نابی الانصاری -

۶۱ - عقبہ بن عمرو ابومسعود البدری — شعبہ، حکم سے روایت کرتے ہیں کہ ابومسعود بدری ہیں، بخاری میں ان پر سند و دلیل موجود ہے - امام مسلم نے کنیت کے حوالے سے ذکر کیا اور لکھا ہے کہ وہ بدری ہیں - اکثر حضرات کی یہی رائے ہے - ایک روایت

اس کے خلاف ہے اس میں ہے کہ یہ بدر کے کنوئیں پر تو آئے لیکن بدر میں شریک نہیں ہوسکے۔

۶۲۔ عقبہ بن وہب بن کلدہ الانصاری۔

۶۳۔ عقبہ بن وہب بن ربیعہ الاسدی۔

۶۴۔ عکاشہ بن محصن الاسدی۔

۶۵۔ علی بن ابی طالب ابوالحسن الہاشمی۔

۶۶۔ عمار بن یاسر۔

۶۷۔ عمر بن الخطاب ابوحفص العدوی۔

۶۸۔ عمرو بن ایاس بن زید الانصاری۔

۶۹۔ عمرو بن ثعلبہ بن وہب الانصاری۔

۷۰۔ عمرو بن خارجہ النجاری — ابونعیم اُنھیں بدری کہتے ہیں۔

۷۱۔ عمرو بن طلق بن زید الانصاری — ابن عقبہ کے سوا ان کا سب نے ذکر کیا ہے۔

۷۲۔ عمرو بن سراقہ بن المعتمر العدوی۔

۷۳۔ عمرو بن قیس بن زیاد الخزرجی — ابن اسحٰق اور ابن عقبہ نے ان کا ذکر نہیں کیا البتہ ابومعشر، ابن عمارہ اور واقدی نے ذکر کیا ہے۔

۷۴۔ عمرو بن معاذ — حضرت سعد بن معاذ کے بھائی۔

۷۵۔ عمرو بن ابی عمرو بن خبہ الفہری — ابومعشر اور واقدی نے تو ان کا ذکر کیا ہے لیکن موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ان کا نام عمرو بن الحارث ہے، شاید ابوعمرو کا نام حارث ہو اور ابن اسحٰق نے ان کی کنیت ذکر نہ کی ہو۔

۷۶۔ عمرو بن ابی السرح بن ربیعہ الفہری — ابوعقبہ، ابن اسحٰق اور ابن الکلبی کی اسی طرح کی روایت ہے لیکن ابومعشر اور واقدی کہتے ہیں کہ ان کا نام "معمر" ہے۔

۷۷۔ عمیر بن الحارث بن ثعلبہ الانصاری۔

۷۸۔ عمیر بن حرام بن عمرو الانصاری۔

۷۹ - عمیر بن حرام بن عمرو الانصاری — واقدی اور ابن عمارہ کی روایت یہ ہے کہ یہ بدری ہیں۔ ابن عقبہ، ابن اسحٰق، ابومعشر ذکر نہیں کرتے۔

۸۰ - عمیر بن عوف — سہیل بن عمرو کے خادم — ابن عقبہ، واقدی، ابومعشر کی یہی روایت ہے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان کا نام "عمرو" ہے۔

۸۱ - عمیر بن سعید بن الازعر — ابنِ اسحٰق ہی نے ان کا ذکر کیا اور کہا ہے کہ نام "عمرو" ہے دارقطنی بھی یہی کہتے ہیں۔

۸۲ - عنترہ بن عمرو — سلیم بن عمرو ابن حدیدہ کے خادم۔

۸۳ - عوف بن اثاثہ بن عباد — مسطح یہی ہیں۔

۸۴ - عوف بن الحارث — ان کا تعارف ان کی والدہ "عفراء" کے نام سے ہے۔

۸۵ - عویم بن اشقر الانصاری — ابونعیم انھیں بدری کہتے ہیں۔

۸۶ - عویم بن ساعدہ بن عائش الانصاری۔

۸۷ - عیاض بن زہیر بن ابی شداد الفہری۔

# الغین

۱ - غنام اجوس بن غنام۔

# الفاء

۱ - الفاکہہ بن بشر بن الفاکہہ الانصاری — واقدی "ابن نشر" کہتے ہیں۔

# القاف

۱ - قدامہ بن مظعون — عثمان بن مظعون کے بھائی۔

۲ - قطبہ بن عامر بن حدیدہ الانصاری۔

۳ - قیس بن عمرو بن قیس الخزرجی — ابومعشر، واقدی نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ابن اسحٰق نے

ذکر نہیں کیا۔

۴ ۔ قیس بن محصن بن خالد الانصاری ـــ اکثر حضرات یہی نام لکھتے ہیں۔ ابن عمارہ قیس بن حصین کہتے ہیں۔

۵ ۔ قیس بن مخلد بن ثعلبہ الانصاری۔

## الکاف

۱ ۔ کعب بن حمار الجہنی ـــ انھیں ابن حجاز بھی کہتے ہیں۔ (ابن سعد ج:۲، ص:۱۵۴)

۲ ۔ کعب بن زید بن قیس الانصاری ۔

۳ ۔ کعب بن عمرو ابوالیسر الخزرجی ۔

## حرف المیم

۱ ۔ مالک بن التیہان ابوالہیثم الانصاری ۔

۲ ۔ مالک بن ثابت المزنی ـــ اپنی والدہ "نمیلہ" کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔

۳ ۔ مالک بن الاخشم بن مرضخہ ۔

۴ ۔ مالک بن رافع الزرقی ـــ رفاعہ کے بھائی ـــ ابونعیم نے اُنھیں بدری کہا ۔

۵ ۔ مالک بن ربیعہ ابواسید الساعدی ۔

۶ ۔ مالک بن عمرو ـــ ثقف کے بھائی ۔

۷ ۔ مالک بن عمرو بن ثابت ابوحنہ ـــ ایک روایت "ابوحبہ البدری" ہے ۔

۸ ۔ مالک بن ابی خولی ـــ ان کا نام عمرو بن خیثمہ ہے ۔

۹ ۔ مالک بن مسعود الانصاری ۔

۱۰ ۔ مالک بن قدامہ الانصاری ۔

۱۱ ۔ مبشر بن عبدالمنذر الانصاری ۔

۱۲ ۔ المجذر بن زیاد البلوی ـــ المجذر کا نام عبداللہ ہے ۔

۱۳۔ محرز بن نضلہ بن عبداللہ الاسدی ۔

۱۴۔ محرز بن عامر بن مالک النجاری ۔

۱۵۔ مدلاج بن عمرو — ایک روایت میں نام "مدلج" ہے ۔ ابن عقبہ نے ان کا ذکر نہیں کیا ۔ ابن اسحٰق، واقدی اور ابومعشر نے کیا ہے ۔

۱۶۔ مرہ بن الحباب بن عدی — دارقطنی نے ابن الکلبی سے روایت کی کہ یہ بدری ہیں ۔

۱۷۔ مسعود بن اوس بن زید بن اصرم — واقدی، ابن عمارہ نے ذکر کیا ہے ۔ ابن اسحٰق اور ابومعشر نے نہیں کیا ۔

۱۸۔ مسعود بن خلدہ بن عامر الزرقی ۔

۱۹۔ مسعود بن الربیع — ابن ربیعہ بن عمر القاری ۔

۲۰۔ مسعود بن سعد — ایک روایت کے بقول ابن عبد سعد الحارثی نام ہے ۔

۲۱۔ مسعود بن سعد بن قیس الزرقی ۔

۲۲۔ مصعب بن عمیر بن ہاشم القرشی (علم دار رسول علیہ الصلاۃ والسلام فی بدر واحد)

۲۳۔ معاذ بن الحارث بن رفاعہ — معروف ابن عفراء

۲۴۔ معاذ بن عمرو بن الجموع الخولانی ۔

۲۵۔ معاذ بن ماعص بن قیس الانصاری ۔

۲۶۔ معد بن عبادہ بن قشعر ابوحمیضہ — ابومعشر، ابوعصیمہ کہتے ہیں اور بعض حضرات معبد بن عبادہ بن قشیر کہتے ہیں ۔

۲۷۔ معبد بن قیس بن صخر الانصاری ۔

۲۸۔ معتب بن عبید الانصاری ۔ واقدی ایسے ہی کہتے ہیں اور ابن اسحٰق معتب بن عبدہ قرار دیتے ہیں ۔

۲۹۔ معتب بن عوف — معروف بہ معتب بن حمراء

۳۰۔ معتب بن قشیر بن خلیل الانصاری ۔

۳۱۔ معقل بن المنذر بن سرح الانصاری

۳۲۔ معمر بن الحارث الجمحی ۔

۳۳ ۔ معن بن عدی بن الجد بن العجلان ۔

۳۴ ۔ معوذ بن الحارث ۔۔ اپنی والدہ عفرا کے حوالے سے معروف ہیں ۔

۳۵ ۔ معوذ بن عمرو بن الجموح ۔۔ ابن عقبہ، ابی معشر اور واقدی کی روایت میں بدری ہیں ۔ ابن اسحٰق نے ذکر نہیں کیا ۔

۳۶ ۔ ملیل بن وبرہ بن خالد الانصاری ۔

۳۷ ۔ المنذر بن عمرو بن خنیس الانصاری ۔

۳۸ ۔ المنذر بن قدامہ الاوسی ۔۔ مالک کے بھائی ۔

۳۹ ۔ المنذر بن محمد بن عقبہ الاوسی ۔

۴۰ ۔ مہجع بن صالح ۔۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم ۔

## النون

۱ ۔ نصر بن الحارث بن عبد رزاح الفظری ۔۔ ابن اسحٰق ان کا نام "نمیر" کہتے ہیں ۔ باقی سب "نصر" ۔

۲ ۔ النعمان بن ثابت ابو ضیاح ۔

۳ ۔ النعمان بن سنان ۔۔ بنو عبید بن عدی کے خادم ۔

۴ ۔ النعمان بن عبد عمرو النجاری ۔

۵ ۔ النعمان بن عمرو بن رفاعہ النجاری ۔

۶ ۔ النعمان بن عُصَر ۔۔ ابن عَصَر بھی کہا گیا ہے ۔

۷ ۔ النعمان بن مالک بن ثعلبہ بن دعد ۔۔ ابن قوقل کے نام سے معروف ہیں ۔ ابن عمارہ کہتے ہیں کہ بدری بزرگ اصل میں "النعمان الاعرج" ہیں اور وہ ابن مالک بن ثعلبہ بن احرم ہیں ۔

۸ ۔ النعمان بن ابی خزمہ ۔۔ خزمہ الانصاری بھی کہا گیا ہے ۔

۹ ۔ نوفل بن عبداللہ نضلہ الانصاری ۔

# الواو

۱ - واقد بن عبداللہ حلیف بنی عدی -

۲ - ذریعہ بن عمرو الجہنی — ابن اسحٰق، واقدی نے ایسے ہی کہا ہے - ابومعشر "رفاعہ" کہتے ہیں -

۳ - ورقہ بن ایاس الانصاری — ورقہ یا وزقہ بھی روایات میں آتا ہے -

۴ - وہب بن سعد ابی سرح — ابن عقبہ، ابی معشر، واقدی نے انھیں بدری شمار کیا ہے۔ ابن اسحٰق نے نہیں کیا -

۵ - وہب بن محصن ابوسنان الاسدی — عکاشہ کے بھائی -

# الھاء

۱ - ہبیل بن وبرہ الانصاری — دارقطنی نے حضرت عروہ سے نقل کیا -

۲ - ہشام بن عتبہ بن ربیعہ — حذیفہ کے والد — ہیثم بھی ان کا نام لکھا ہے -

۳ - ہلال بن المعلّی بن لوزان الانصاری — ابومعشر، ابن عقبہ، واقدی، ابن عمارہ انھیں بدری کہتے ہیں ابن اسحٰق نہیں -

# الیاء

۱ - یزید بن الحارث بن قیس — ابن فسحم کا معرب ہے -

۲ - یزید بن رقیش بن رئاب -

۳ - یزید بن المزین بن قیس الانصاری — ابومعشر کے سوا سب نے ان کا ذکر کیا ہے۔

۴ - یزید بن المنذر بن سرح الانصاری -

# اپنی کنیت سے مشہور حضرات

۱ ۔ ابوالحمراء ۔۔۔ الحارث رفاعہ کے خادم ۔

۲ ۔ ابوخزیمہ بن اوس بن زید ۔۔۔ مسعود بن اوس کے بھائی ۔

۳ ۔ ابوسبرہ بن الحارث ۔

۴ ۔ ابوملیل بن الازہر ۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ یہ وہ حضرات ہیں جن کے بدری ہونے کا علم ہوسکا ہے، اختلاف بھی ہے اور اس کا ساتھ ساتھ ملکم بھی ہے ۔

بدری کتنے ہیں؟ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقول بدر میں اصحاب رسول، طالوت کی فوج کے برابر تھے جن کا مقابلہ جالوت سے ہوا ۔ وہ ۳۱۹ تھے (بخاری)

محمد بن سعد کے بقول قریشی مہاجرین، ان کے حلیف خادم وغیرہ بدر میں ابن اسحٰق کی گنتی میں ۸۰ ہیں ۔ واقدی کی گنتی میں ۸۵ ۔۔۔ اوس قبیلے کے شرکا جنھیں غنیمت سے حصہ ملا اور اجر کی خوش خبری دی گئی وہ موسیٰ بن عقبہ اور واقدی کی گنتی میں ۶۳ ہیں، ابن اسحٰق اور ابی معشر کے بقول ۶۱ ہیں ۔ جو خزرجی شریک ہوئے وہ واقدی کے بقول ۱۷۰ ہیں جب کہ ابن اسحٰق کے بقول ۱۷۰ ۔۔۔ تمام مہاجرین وانصار جو شریک بدر ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُنھیں غنیمت میں شریک کیا اور اجر کی بشارت دی وہ ابن اسحٰق کے بقول ۳۱۴ ہیں ۔۔۔ ابی معشر اور واقدی کے بقول ۳۱۳ ہیں اور موسیٰ بن عقبہ کی روایت سے ۳۱۶ (واللہ تعالیٰ اعلم)

# بدر کے خوش قسمت شہداء

بقول ابن اسحٰق، بدر کے دن ۱۱ حضرات شہید ہوئے ۔ ۴ قریشی یعنی مجع ۔۔۔ (پہلے شہید) عمیر بن ابی وقاص ۔۔۔ ذوالشمالین ۔۔۔ ابن عبد عمرو اور عاقل بن البکیر ۔ اور سات انصاری بزرگ ہیں ۔

۱ ۔ سعد بن خیثمہ ۔
۲ ۔ یزید بن الحارث
۳ ۔ مبشر بن عبدالمنذر
۴ ۔ بلال بن المعلی ۔
۵ ۔ عوف ۔
۶ ۔ معوذ ــــ ہردو "عفرا" کے صاحب زادے ہیں ۔
۷ ۔ حارثہ بن سراقہ ۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔

# حواشی

لہ بیہقیؒ فی دلائل النبوۃ ج: ۲، ص: ۱۱۹

اس میں شک نہیں کہ نبوت کا بوجھ بہت بھاری ہے اور اس کی شان بہت زیادہ ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ لطف و مہربانی فرمانے والے ہیں، انسان کی کمزور حالت سے باخبر ہیں اس لیے اپنے نبی کو اس کا بوجھ اٹھانے کی غرض سے تدریجاً تیار فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم (بعثت کے بعد) ۱۵ برس مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے۔ اس دوران آپ بعض آوازیں سنتے اور روشنی دیکھتے، یہ سلسلہ سات برس جاری رہا لیکن آپ نے ظاہری طور پر کوئی چیز نہیں دیکھی۔ آٹھ برس آپ کی طرف وحی کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ دس برس مدینہ منورہ میں مقیم پذیر رہے۔

خود حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ "میں مکہ معظمہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت سے قبل مجھے سلام کرتا تھا۔ میں اب بھی اسے پہچان سکتا ہوں"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کو وحی کے سلسلے میں جو چیز سب سے پہلے نصیب ہوئی وہ سوتے میں سچے خواب تھے۔ آپ جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر روشن صبح کی طرح سامنے آجاتی (بخاری بدء الوحی) اس لیے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ جبریل امین علیہ السلام نے حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کو آواز دی تو یہ معاملہ آپ سے غار حرا میں ان کی گفتگو سے قبل کا ہوگا۔ ابن لہیعہ کی وجہ سے اس کی سند کمزور ہے، اس لیے یہ کہا گیا کہ اگر ایسا ثابت ہو جائے تو یہ ان دوسرے واقعات کی مانند ہوگا جو بخاری و مسلم سے ثابت ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ واصحابہ وسلم کو جبریل امین کی ملاقات سے قبل وحی کے لیے بتدریج تیار کیا گیا۔
(واللہ تعالیٰ اعلم)

سے یہاں ابنِ لہیعہ نے ابوالاسود سے اور اُنھوں نے حضرت عروہ سے وہ بات ذکر نہیں کی جس کا ذکر امام زہری نے حضرت خدیجہ طاہرہ کے قبولِ اسلام کے سلسلے میں کیا ہے (دیکھیں دلائل النبوۃ للبیہقی ج: ۱، ص ۴۰۶) اسی لیے ہم نے اس کو متن سے ساقط کر دیا ہے" وہ قول یہ ہے ۔

ابنِ شہاب زہری فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ پہلی خاتون (پہلا انسان ہیں) جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور صلاۃ کے فرض ہونے سے قبل اللہ تعالیٰ کے رسول کی تصدیق کی۔ اس روایت میں بعض الفاظ زیادہ ہیں اور بعض محذوف اور بعض الفاظ مختلف ہیں جیسا کہ صحیح بخاری باب " بدءُ الوحی " (پہلی ہی روایت) میں آیا ہے۔

---

سے ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابوداؤد طیاسی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ معظمہ میں ایک پتھر تھا جو بعثت کے دور کی راتوں میں مجھے سلام کہتا، اگر میں اُس کے پاس سے اب گذروں تو اب بھی اسے پہچان لوں گا ۔ البدایہ والنہایہ ج: ۳، ص ۱۶

---

سے زید بن عمرو بن نفیل اور دین صحیح کی تلاش کے سلسلے میں ان کی داستان کے متعلق دیکھیں (بخاری، کتاب المناقب ج: ۴، ص: ۲۳۲-۲۳۳ مطبوعہ استنبول) اس میں ہے کہ،

زید شام آئے، مقصد دین کی تلاش تھی۔ ایک یہودی عالم سے وہ ملے اور اس سے ان کے دین کے متعلق پوچھا اور کہا کہ

پس تو مجھے اس سلسلے میں باخبر کر، اس نے کہا کہ تو اس وقت تک ہمارے دین میں نہیں آسکتا جب تک اللہ تعالیٰ کے غضب سے (جو ہم پر نازل ہوا) اپنا حصّہ نہ لے لے، زید نے کہا کہ نہ تو میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے راہ فرار اختیار کر سکتا ہوں اور نہ

ہی اس کے تحمل کی بات کرتا ہوں اور نہ میرے اندر اس کی استطاعت ہے، کیا تیرے لیے ممکن ہے کہ تو اس دین کے علاوہ کسی دوسرے دین کی مجھے رہنمائی کرے ۔ ۔ ۔ ۔ ؟

سبحان اللہ تعالیٰ، کیا خوب اُن کی عقل تھی اور کتنی صحیح اُن کی فطرت تھی۔ اللہ تعالیٰ کے رسول نے بالکل سچ فرمایا کہ:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ،

---

۵۵ فی دلائل النبوة للبیہقی: دعاہ: والتصحیح من البدایہ والنہایہ ج: ۳ ص: ۱۴

۵۶ دلائل النبوۃ للبیہقی ج: ۱، ص: ۳۹۸ - ۴۰۱ - یہ زہری سے موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے۔ پھر اُنھوں نے اس روایت کے آخر میں کہا — پس جبریل امین نے پانی کا ایک چشمہ کھولا اور وضو کیا۔ حضور علیہ السلام ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جبریل نے اپنے چہرے کو اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر بیت اللہ کی طرف توجہ کر کے ۲ رکعت ادا کیں۔ پس حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے اس طرح کیا جس طرح جبریل امین نے کیا (ابن لہیعہ نے ابوالاسود سے اور اُنھوں نے حضرت عروہ سے اس واقعے کو اسی طرح نقل کیا، البتہ اس میں کچھ زیادہ بھی ہے)۔ سند یوں ہے:

اخبرنا بذالک ابوالحسین بن الفضل — عبداللہ بن جعفر — یعقوب بن سفیان — عمرو بن خالد وحسان بن عبداللہ — ابن لہیعۃ —
ابوعبداللہ الحافظ — ابوجعفر البغدادی — ابوعلاثہ — محمد بن عمرو بن خالد — محمد بن خالد — خالد — ابن لہیعہ — ابوالاسود — عروہ۔

---

۵۷ حارث عن ابی اسامہ، عن الحسن بن موسیٰ عن ابن لہیعہ عن عقیل بن خالد عن الزہری عن عروہ عن اسامہ عن زید رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے ہے کہ ابتدا میں جب رسول اکرم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف وحی نازل ہوئی تو حضرت جبریل نے تشریف لاکر آپ کو وضو سکھلایا۔ وضو سے فراغت کے بعد پانی کا ایک چلو لے کر اپنی شرم گاہ پر چھڑکا۔

(روض الانف سہیلی ج: ۱، ص: ۱۶۲)

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہلِ علم نے ذکر کیا کہ جونہی حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام پر نماز فرض ہوئی، جبریل امین علیہ السلام مکہ معظمہ کی ایک بلند جگہ میں آپ کے پاس آئے تو ایک وادی کے عقب میں آپ کو لے گئے۔ وہاں سے چشمہ پھوٹا اس سے جبریل نے وضو کیا۔ رسولِ مکرم انھیں دیکھ رہے تھے۔ مقصد آپ کو وضو کا طریقہ سکھلانا تھا چنانچہ اسی طرح آپ نے وضو کیا، پھر جبریل امین آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ سے مل کر نماز ادا کی، پھر وہ لوٹ گئے۔

۵۸ حافظ ابن عبدالبر سے یہ عنوان لیا گیا۔ (دیکھیں الدرر ص: ۳۸)

---

۵۹ ہجرتِ حبشہ کے سلسلے میں ابن ہشام ج: ۱، ص: ۳۴۴، ابن عبدالبر ص: ۵۰، ابن حزم ص: ۵۵ میں دیکھیں۔

حبشہ کی ہجرت دو مرتبہ ہوئی۔ ابن سید الناس فرماتے ہیں (ج: ۱، ص: ۱۱۶) کہ پہلی مرتبہ صحابہ، حبشہ کو نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں گئے۔ مرد ۱۲، اور عورتیں ۴ تھیں۔ حضرت عروہ سے ابو الاسود کے بقول ۱۱ مرد، اور ۴ عورتیں تھیں۔ ابن اسحٰق ۴ عورتوں اور ۱۰ مردوں کا ذکر کرتے ہیں۔ (ج: ۱، ص ۲۲۰-۲۲۳) مزید تفصیل نہایت الارب (ج: ۱۶، ص ۲۲۲-۲۲۵) [illegible] ابن سید الناس کی عیون الاثر ج: ۱، ص: ۱۱۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

---

۶۰ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے [illegible] سے سورۂ نجم کی آیت سجدہ پڑھی تو آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ سب مسلمانوں اور مشرکوں نے بھی سجدہ کیا سوائے ایک شخص [illegible] نے مٹی اٹھا کر سجدہ کر لیا (بخاری تفسیر النجم - فتح الباری ج: ۸، ص ۴۷۰-۴۷۳) اس سجدے کا سبب قرآن عزیز کی تاثیر ہے (اس سلسلے میں سید قطب کی تفسیر فی ظلال القرآن ص: ۳۴۲۲-۳۴۲۰ ملاحظہ فرمائیں)

اس قصے کو بہت سے مفسرین اور محدثین نے مختلف حوالوں اور طریقوں سے نقل کیا ۔ لیکن خود ابن لہیعہ کی روایت میں تناقض ہے، کہ شیطان نے یہ کلمات کہے تو مشرکوں نے سنے مسلمانوں نے نہیں۔ مشرک اپنی جگہ مطمئن تھے اور اس بات کا خوب چرچا ہوا حتیٰ کہ یہ بات حبشہ پہنچی تو عثمان بن مظعون جلدی سے واپس لوٹے، اسی شام جبریل کی آمد پر رسول اکرم نے شکایت کی تو انھوں نے برأت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ یہ کلمات من جانب اللہ نہیں، یہ صورت حال حضور علیہ السلام کے لیے وجہ تکلیف تھی۔ کہا جاتا ہے کہ سورۃ حج کی آیت ۵۲۔ اسی موقعے پر نازل ہوئی۔

مزید اس پر غور فرمائیں کہ ہجرت حبشہ سن ۵ نبوت میں ہوئی۔ مدینہ منورہ کی ہجرت سے قبل، اور ابن لہیعہ کے بقول یہ پریشانی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو اس موقعے پر ہوئی جب سورۂ حج کی آیت ۵۲ نازل ہوئی جب کہ اتفاق اس پر ہے کہ سورۂ حج تو مدنی سورۃ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت تلک الغرانیق العلی کے قصے میں نازل شدہ ہے ۔ یہ اور اس قسم کے تناقضات بہت ہیں ۔

اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے رسول کے متعلق عادۃً اور عقلاً ایسا محال ہے کہ آپ قرآن پڑھتے پڑھتے معاذ اللہ غیر قرآن ساتھ خلط کر دیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کے خلاف ہے جس کا ذکر سورۂ قیامہ میں ہے کہ "اس قرآن کو آپ کی زبان سے پڑھنا ہمارا کام ہے" ساتھ ہی سورۂ الحاقہ کی آیات ۴۴ تا ۴۶ میں اس پر سخت وعید ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ دوسرا کلام ملائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ نہ سکے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے رسول کے ہے ایسا کس طرح ممکن ہے؟

(شیخ ناصر الدین البانی نے بڑے تفحص کے ساتھ اس واقعہ سے متعلق جملہ روایات جمع کیں اور چھان پھٹک کرکے ان کے باطل ہونے کا ثبوت فراہم کیا ۔ از مترجم)

بہرحال یہ واقعہ اپنی اصل کے اعتبار سے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا نبی ایسا کر سکتا ہے کہ وہ قرآن میں غیر قرآن ملادے۔ وہ کیا کرے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ اسے ایسا کب کرنے دیں گے؟ ایسا ہو جائے معاذ اللہ تعالیٰ تو وعدۂ عصمت نبوت

کے ساتھ ساتھ خود قرآن کی حقانیت مشکوک ہو جائے۔

حالات کی صحیح نقاب کشائی کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانی کے حواشی ص ۳۸۱، ۴ اور ص ۶۸۳ ملاحظہ فرمالیں۔ (احقر علوی)

---

۱۱؎ قریش مکہ کے اس وفد کے سلسلے میں صحیح روایات موجود ہیں۔ مثلاً ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے جو خود مہاجرین میں شامل تھیں۔ ان کی روایت میں عمارہ کے بجائے عبداللہ بن ابی ربیعہ کا ذکر ہے۔ دوسرا نام بہرحال عمرو بن عاص کا ہے۔ بعض روایات سے قریشی وفد کا دوبار علم ہوتا ہے۔ ایک تو یہی وفد ہے۔ دوسرا وفد بہت دنوں بعد یعنی ہجرت رسول علیہ السلام کے بعد بدر کی جنگ میں شکست کھانے کے بعد بھیجا گیا۔ (ابن اسحٰق ج ۱، ص ۴۴ ـ ۳۳۸، اور الدرر فی المغازی والسیر ص ۴۰) الدرر میں ہے کہ بدر کی شکست اور بہت سے صف اوّل کے قریش کے قتل کے بعد عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو بھیجا لیکن دو مرتبہ وفد کا معاملہ قرینِ فہم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱۲؎ ہجرت سے قبل موسم حج میں انصار کے جن حضرات نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے ملاقات کی، ان کے ناموں وغیرہ کے سلسلے میں کچھ اختلافات ہیں۔

ابن اسحاق نے (ج ۱، ص ۴۲۹ـ ۴۳۰ میں) پہلی مرتبہ قبیلہ خزرج کے چھ حضرات کا ذکر کیا یعنی (۱) اسعد بن زرارہ بن عدس۔ ابو امامہ (۲) عوف بن الحارث بن رفاعہ۔ ابن عفراء (۳) رافع بن مالک بن العجلان (۴) قطبہ بن عامر بن حدیدہ (۵) عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام (۶) جابر بن عبداللہ بن رعاب بن النعمان۔ اور یہ چھ کے چھ حضرات اللہ تعالیٰ کی توفیق و فضل سے مسلمان ہوگئے۔

آئندہ سال اسی موسم میں انصار کے ۱۲ حضرات آئے، انھوں نے حضور اقدس سے عقبہ ہی میں ملاقات کی، اس کو "عقبہ اولیٰ" کہا جاتا ہے۔ گویا اس سے قبل کے چھ حضرات کا معاملہ بقول "صاحب سیرت النبی" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مولانا شبلی نعمانی مرحوم مدینہ منورہ

میں اسلام کی ابتدا کلب سے ۔ علوی )

ان حضرات نے حضور اقدس سے ان شرائط پر بیعت کی جن شرائط کا سورۂ ممتحنہ میں عورتوں کی بیعت کے ضمن میں ذکر ہے ، یہ بیعت فرضیت جنگ سے قبل کی ہے ۔ ( ابن ہشام ج ۱ ، ص : ۴۳۱ ) ۔

ابن اسحاق نے ان بارہ حضرات کے نام یہ بتلائے ہیں ۔ (۱) اسعد بن زرارہ بن عُدس ۔ (۲) عوف بن الحارث بن رفاعہ (۳) معاذ بن الحارث بن رفاعہ ( دونوں عفراء کے بیٹے ) (۴) رافع بن مالک بن العجلان (۵) ذکوان بن عبد قیس بن خَلدہ بن مخلد بن عامر بن زریق (۶) عبادہ بن الصامت بن قیس بن اصرم (۷) ابو عبدالرحمٰن و زید بن ثعلبہ بن خزمہ بن اصرم (۷) العباس بن عبادہ بن فضلہ بن مالک بن العجلان (۹) عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام (۱۰) قطبہ بن عامر بن حدیدہ یہ سب قبیلہ خزرج کے افراد تھے ۔ (۱۱) ابو الہیثم بن التیھان ، ان کا نام مالک ہے ۔ (۱۲) عویمر بن ساعدہ ۔ یہ دونوں قبیلہ اوس سے متعلق تھے ۔ (ابن ہشام ج ۱ ، ص : ۴۳۱ - ۴۳۲ ) اس کے بعد ابن اسحاق نے ج ۱ ، ص ۴۴۱ میں " العقبہ الثانیہ " کا ذکر کیا ۔ ان حضرات کی تعداد ۷۳ مرد اور ۲ عورتوں پر مشتمل تھی ۔

اکثر ارباب سیرت نے " عقبہ " کی بیعت کے ضمن میں انہی دو (۱۲ اور ۷۵ افراد والی بیعت) کا ذکر کیا ہے ۔ بعض نے تین مرتبہ کا ذکر کیا یعنی ۶ ، ۱۲ اور ۷۵ افراد کا ۔

مولانا شبلی نے تو پہلے سال (سن ۱۱ نبوت) کو حضرت نبی کریم اور ارباب مدینہ کے باہمی رابطے سے تعبیر کیا ، باقی دو سال (سن ۱۲ ، سن ۱۳ نبوت) کو " بیعت عقبہ اولی ، ثانیہ " بتلایا ۔ بعض حضرات نے اور تعبیرات پیش کیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ تفصیلات امہات کتب سیرت میں ملاحظہ فرمائیں ۔

---

سےلہ مسند احمد میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا کہ ایک رات قریش نے مشورہ کیا ، بعض نے تو کہا کہ صبح کے وقت انھیں مضبوط باندھ دو ، بعض نے قتل اور بعض نے نکالے جانے کا مشورہ دیا ، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مطلع کر دیا ، چنانچہ اُس رات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بستر پر

سو گئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکل کر غارِ ثور پہنچ گئے۔ مشرک رات کو گویا حضرت علی کا پہرہ دیتے رہے اور خیال کرتے رہے کہ حضور کا پہرہ دے رہے ہیں۔ صبح کے وقت وہ آپ پر ٹوٹ پڑنا چاہتے تھے کہ اُنھوں نے ناگہاں آپ کے بجائے حضرت علی کو دیکھا، اس طرح گویا اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیر ان پر الٹ دی — اب حضرت علی سے پوچھا کہ آپ کے رفیق کہاں ہیں؟ اُنھوں نے کہا کہ مجھے کیا معلوم؛ یہ شرمندہ ہو کر تلاش میں نکلے تو پہاڑ تک پہنچ گئے اور اس پر چڑھ گئے لیکن اُنھوں نے پہاڑ کے دروازے پر لکڑی کا جالا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہاں کوئی داخل ہوا ہوتا تو لکڑی کا جالا نہ ہوتا۔ حضور اقدس اس میں تین رات مقیم رہے — امام ابن کثیر اس کی سند حسن بتلاتے ہیں (البدایہ والنہایہ ج:۳، ص:۱۸۲)

---

۱۴ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جحش الاسدی کو "بدر الاولیٰ" سے واپسی پر رجب میں ۸ مہاجرین کے ساتھ بھیجا۔ ایک خط تحریر کر کے فرمایا کہ دو دن سفر کر کے پھر اسے کھولنا۔ اُنھوں نے دو دن کے بعد جو کھولا تو اس میں تھا "کہ جب میرا خط دیکھو تو مکہ اور طائف کے درمیان اُترنا اور قریش کی گھات میں بیٹھ جانا"۔ جب یہ حضرات وادی میں اترے تو قریش کا ایک قافلہ گزرا جس میں عمرو بن الحضرمی بھی تھا۔ اس کو واقد بن عبد اللہ التیمی نے تیر مار کر قتل کر دیا اور عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن کیسان کو قیدی بنا لیا۔

(البدایہ والنہایہ ج:۳، ص ۲۴۹)

---

۱۵ اس سلسلے میں امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دلائل النبوۃ ج ۲، ص ۳۹۲ میں خاصی تفصیلات فراہم کی ہیں۔

---

اس سے متصل آگے ترجمہ یہ ہے۔

گویا وہ ہانکے جاتے ہیں موت کی طرف آنکھوں دیکھتے، اور جس وقت تم سے وعدہ کرتا

اللہ تعالیٰ دو جماعتوں میں سے ایک کا کہ وہ تمھارے ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے کہ جس میں کانٹا نہ لگے وہ تم کو ملے اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کر دے، سچ کو اپنے کلاموں سے اور کاٹ ڈالے جڑ کافروں کی تاکہ سچا کرے سچ کو اور جھوٹا کر دے جھوٹ کو اور اگرچہ ناخوش ہوں گنہ گار۔

ثلہ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

اور یہ تو دی اللہ تعالیٰ نے فقط خوش خبری اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمھارے دل اور (حقیقی) مدد نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے، بے شک اللہ تعالیٰ زور آور ہے۔ حکمت والا۔

---

ثلہ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

ابن ہشام ج ۱، ص: ۶۰۶ - ۶۷۷ - الواقدی ص: ۱۵۲ - ۱۷۲ — البخاری

کتاب المغازی — ابن حجرؒ: فتح الباری ج: ۷، ص: ۲۹ - ۳۲۸ -

ابن عبدالبر ص: ۱۲۱ - ۱۳۸ — ابن حزم ص: ۱۱۴ - ۱۲۶

ابن سیدالناس ج ۱، ص: ۸۳ - ۲۷۲

ابن جوزی فی تلقیح فہوم اہل الاثر ص ۳۷ - ۴۲۴ (حروف تہجی کے اعتبار سے)

حضرات بدریین کے اسما کے سلسلے میں ارباب سیرت ۹۰٪ تو متفق ہیں۔ کچھ کو اختلاف بھی ہے۔

ابن اسحٰق ۳۱۴ کہتے ہیں جن میں سے ۸۳ مہاجرین تھے ۶۱ اوس کے، خزرج کے ۱۷۰ (کل ۳۱۴)

امام بخاری کتاب المغازی میں حضرت براءؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے ۳۱۰ سے کچھ

اوپر فرماتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

ریاست پٹیالہ کے جج اور معروف عالم مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس موضوع پر مستقل کتاب اصحاب بدر کے نام سے موجود ہے (احقر علوی)

---

۱۹ه منافق بلکہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا وہ جلیل القدر صحابی تھے۔ حتیٰ کہ ایک موقعے پر اسلام اور رسولِ محترم کی غیرت کھا کر اپنے باپ کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول نے اس سے انھیں منع کیا۔ بدر کے قیدیوں میں رسولِ اکرم کے چچا عباس کے لمبے قد کے سبب ابن ابی نے اپنا کرتا انھیں دیا، اس احسان کے جواب میں رسولِ محترم نے اس کی موت پر اپنا کرتہ اس کے کفن کے لیے دیا، جنازے میں شرکت فرمائی گو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ کچھ ہو آپ ستّر بار ان کے لیے استغفار کریں، اللہ تعالیٰ اسے اور اس قماش کے لوگوں کو معاف نہ کرے گا ۔۔ منافقین کے سلسلے میں سورۃ المنافقون، سورۃ بقرہ، سورۃ النساء وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

(احقر علوی غفر اللہ ولوالدیہ ولجمیع اخوانہ)

---

۲۰ه جیسا کہ گذر چکا شرکائے بدر کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔ ان حضرات کے اسمائے مبارکہ مختلف قدیم اور بنیادی کتب میں بکھرے ہوئے ہیں۔ زیر ترجمہ کتاب کے مرتب نے حضرت عروہ کے حوالے سے آنے والے نام جمع کر دیے ہیں۔ کچھ مزید متصل ہی نام آگے آ رہے ہیں جب کہ الحاقات کے باب میں مزید نام آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(احقر علوی غفر لہ ولوالدیہ ولاخوانہ جمیعا)

---

۲۱ه یہ غزوہ ذوالحجہ میں بدر کے ۲ ماہ بعد پیش آیا۔ حضرت ابو لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسولِ محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ پر حکمران مقرر فرمایا۔

تفصیل ـــــ ابن ہشام ج: ۲، ص: ۴۴-۴۵، ابن سعد ج: ۲، ص: ۲۰-۲۱

واقدی ص: ۲۰۱-۱۸۱ ـــ ابن عبدالبر ص ۸۷-۱۴۸ ـــ ابن سید الناس ج: ۱، ص: ۴۴۴

دلائل النبوۃ بیہقی ج: ۲، ص: ۴۳۳

---

۲۲ھ تفصیل دیکھیں :

ابن ہشام ج: ۳، ص: ۵۱-۵۲ - الواقدی ص: ۱۸۴ - ابن سعد ج: ۱، ص: ۲۱-۲۲

البخاری کتاب المغازی، مسلم کتاب الجہاد، الطبری ج: ۲، ص ۸۷ - ۴۹۱ ء

مشرکین کی بدر میں شکست پر یہ نامور یہودی کہنے لگا کہ "اب مرجانا زندہ رہنے سے بہتر ہے"۔ پھر مکہ چلا گیا، خوب رویا، اشعار میں مرثیے پڑھے، اور ان لوگوں کو حضور اقدس سے مزید جنگ پر آمادہ کرنے کی سعی کی۔

ابن سعد کے بقول قتل کی تاریخ، ہجرت سے ۲۵ ویں مہینے ربیع الاول کی ۱۴ تاریخ کی رات ہے۔ ج: ۱، ص: ۲۱

---

۲۳ھ غزوہ بنی النضیر کے سلسلے میں تفصیلات - ابن ہشام ج: ۳، ص: ۱۹۰، واقدی ص: ۲۶۳

البخاری کتاب المغازی - الطبری ج: ۲، ص: ۵۵۰ - ابن عبدالبر ص: ۱۷۴،

ابن حزم ص: ۱۸۱ - حضرت عروہ کے بقول واقعہ بدر کے چھ ماہ بعد یہ قصہ پیش آیا - بخاری - کتاب المغازی -

الوثائق السیاسیہ ص: ۴۶ میں ہے کہ عمرو بن امیہ نے بنو کلاب کے دو اشخاص کو قتل کر دیا۔ بنو کلاب کا حضور اقدس سے معاہدۂ دوستی تھا جس کا اسے علم نہ تھا، حضور اقدس کو علم ہوا تو آپ نے شدید ناراضی کا اظہار فرمایا اور میثاق مدینہ کے تحت یہود بنی النضیر کے پاس دیت کے سلسلے میں تشریف لے گئے۔ انھوں نے اور ہی کرتوت کی کہ آپ کو قتل کر دینا چاہا -

۲۴ھ تفصیل : ابن ہشام ج: ۳، ص: ۶۰ ء ابن حزم ص: ۱۵۶ ء الواقدی ۱۹۹-۲۰۰

ابن سیدالناس ج: ۲، ص: ۲ - البخاری: باب المغازی - مسلم: باب الجہاد -

الطبری ج: ۲، ص: ۴۹۹ - ابن اسحٰق کے بقول اس کی تاریخ شوال ۳ھ ہے۔ (ج: ۳، ص: ۶۰) حافظ ابن حجر عسقلانی کے بقول بدر کے بعد قریش نے اس ہزیمت کے بدلے کے لیے عرب بھر سے حتی الامکان لشکر فراہم کر کے سردار قریش ابوسفیان کی قیادت میں چڑھائی کا اہتمام کیا - فتح الباری ج: ۷، ص ۲۷ - ۳۷۷

---

۲۵ء تفصیل: ابن ہشام ج: ۳، ص: ۲۲ - ۱۲۷ - الواقدی ص: ۳۰۰ - ۳۰۷ -
ابن سید الناس ص: ۶۱ - ۱۶۵

---

۲۶ء تفصیل: ابن ہشام ج: ۳، ص: ۱۰۱ - واقدی ص: ۳۲۴ - طبری ج: ۲، ص: ۵۴۴
ابن حزم ص: ۱۷۵ وغیرہ -

---

۲۷ء ابن ہشام ج: ۳، ص: ۱۶۹ - واقدی ص: ۳۵۴ - بخاری باب المغازی - ابن حزم ص: ۱۷۶ - ابن عبدالبر ص: ۱۶۸ - ابن سید الناس ج: ۲، ص: ۴۰ -
ابن اسحٰق ج: ۳، ص: ۱۶۹ کے بقول یہ تین ہجری کا قصہ ہے - احد کے بعد آپ کے پاس "عضل القارۃ" کے لوگ آئے تاکہ ان کے ساتھ بعض اصحاب کو دین فہمی کے لیے بھیجا جائے - آپ نے مرثد بن مرثد الغنوی، خالد بن بکیر اللیثی، عاصم بن ثابت بن ابی الافلح، خبیب بن عدی، زید بن الدثنہ اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیج دیا - پھر انھوں نے جس طرح غداری کی وہ معروف واقعہ ہے - واقدی کے بقول یہ سات حضرات تھے - اس میں معتب بن عبید کا اضافہ ہے - ایک روایت کے بقول دس حضرات تھے جن کے امیر مرثد بن ابی مرثد تھے - بہر حال ان کا پروگرام پہلے ہی یہ تھا کہ دعوت دین و تعلیم قرآن کے نام پر صحابہ کو لایا جائے پھر انھیں قتل کر دیا جائے تاکہ سفیان بن خالد کا قصاص لیا جا سکے - آخر انھوں نے بعض کو شہید کیا - بعض کو قریش مکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا -
امام بخاری بھی دس حضرات کہتے ہیں (کتاب المغازی) ان کے بقول امیر عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے - (واللہ تعالیٰ اعلم)

---

۲۸ء اس غزوے کے تفصیلی حالات سیرت کی متداول کتابوں میں ہیں - نیز امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب المغازی میں اس کا ذکر کیا ہے - ابن اسحٰق کے بقول اس کی تاریخ غزوے

احد سے ۶ ماہ بعد صفر کے مہینے میں ہے۔ (ج ۲، ص: ۱۸۳)
عامر بن الطفیل رئیس المشرکین رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ تین باتوں میں سے ایک کر لیں۔ اور مجھ سے بات پکی کر لیں۔ ان تینوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ مجھے اپنا خلیفہ اور جانشین بنا دیں۔ یا پھر میں اہل غطفان کے ہزار ہا ہزار لوگوں کے ساتھ مل کر آپ سے جنگ کروں گا (بخاری کتاب المغازی) اس کے بعد اس کا چچا ابو براء عامر بن مالک آیا، حضور اقدس نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے دعوت قبول نہیں کی لیکن ایسے بُعد کا بھی اظہار نہیں کیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ اپنے کچھ لوگ اہل نجد کی اصلاح کے لیے بھیج دیں تو اُمید ہے کہ وہ آپ کی دعوت قبول کر لیں گے۔ آپ نے اہل نجد کے معاملے میں اپنی بے اطمینانی کا اظہار کیا تو اس نے ہر طرح کی ذمہ داری لی ۔ قصہ مختصر یہ کہ آپ نے ستر انصار ان کے ہمراہ بھیج دیے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقول اُنھیں اُس دور میں "قراء" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ بہت عالی قدر اور عابد و زاہد قسم کے لوگ تھے (بخاری المغازی) المنذر بن عمرو ستر سواروں کے ساتھ بھیجے گئے (بخاری کتاب الجہاد) اپنے ٹھکانے پر پہنچنے سے قبل عامر بن طفیل سے ان کا آمنا سامنا ہو گیا۔ حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رفقا سے کہا کہ تم قریب رہو پہلے میں تنہا جاتا ہوں، میرے ساتھ امن کا معاملہ ہوا تو ٹھیک ورنہ تم تو محفوظ رہو گے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم ہمیں اجازت اور پروانۂ امن دیتے ہو کہ میں رسول محترم کا پیغام رسالت پہنچاؤں اور لوگوں کو دعوت دوں ۔ وہ ان سے بات چیت کرتا رہا۔ اس کو بتلا بھی دیا کہ ہمارا قصد اور جگہ کا ہے۔ لیکن اس نے ان حضرات کو شہید کر دیا۔ اسی سلسلے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوت نازلہ پڑھی۔

---

۲۹ھ احد کے دن ابو سفیان نے اگلے سال حضور اقدس کو پھر بدر کے مقام پر ملنے کو للکارا جس کے سبب حضور اقدس احباب سمیت تشریف لے گئے۔ آٹھ دن رات وہاں قیام فرمایا اور ابو سفیان کا انتظار کرتے رہے۔ یہ واقعہ شعبان ۴ھ کا ہے۔ تفصیلات

ابن ہشام ج: ۳، ص: ۲۰۹ - ابن عبدالبر ص: ۱۷۷ - ابن حزم ص: ۱۸۴ -
ابن سید الناس ج: ۲، ص ۵۳ - ۵۴ میں ملاحظہ فرمائیں -

نمبر۳۰ خندق کی لڑائی ۴ھ یا ۵ھ میں ہوئی - اس اختلاف کا سبب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں تفصیل سے ذکر کیا ہے (ج: ۷، ص: ۳۹۳) صحیح بات یہ ہے کہ اس کا سن ۵ھ ہے - بنو نضیر کے قصے کے بعد مختلف یہودی سردار مختلف قبائل کے پاس جا جا کر انھیں حضور اقدس سے جنگ کرنے کو بھڑکاتے رہے - مثلاً حیی بن اخطب قریش کے پاس گیا - کنانہ بن الربیع بنو غطفان کے پاس پہنچا - اور پھر ہر ایک نے اپنے اپنے حلیف قبائل کو لکھا - اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا نام الاحزاب رکھا - دفاعی نقطۂ نظر سے حضرت سلمان فارسی کے مشورے سے حضور اقدس نے خندق کھودی، اس لیے اس کا نام خندق بھی ہوا -

تفصیل البخاری المغازی، مسلم الجہاد - ابن حزم ص: ۱۸۵ - ابن عبدالبر ص: ۱۷۰ ابن ہشام ج: ۳، ص: ۲۱۴ وغیرہ میں دیکھیں -

---

نمبر۳۱ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۱۰ × ۱۰ کا ٹکڑا کھدائی کے لیے دس دس حضرات کے سپرد کر دیا تھا (فتح الباری ج: ۷، ص: ۳۹۷)
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقول، "ہم خندق کی کھدائی میں مشغول تھے تو ایک سخت پتھر آگیا جو ہمارے بس میں نہ تھا - رسول محترم نے کدال لے کر اسے ریزہ ریزہ کر دیا" حضرت جابر کے بقول "تین دن اس طرح گزرے کہ ہم نے کچھ کھایا نہیں" - اسی طرح کی روایت حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ آپ نے چٹان تین ضربوں سے توڑی، پہلی پر فرمایا، اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ نے مجھے شام کی کنجیاں عطا فرمادی ہیں - میں اس وقت اس سے سُرخ محلات دیکھ رہا ہوں - دوسری ضرب پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فارس (ایران) کی کنجیاں بخش دی ہیں - مدائن کے سفید محلات میں دیکھ رہا ہوں، اور تیسری ضرب پر فرمایا کہ اللہ رب العزت نے یمن کی چابیاں مجھے عنایت فرما دی ہیں - میں اس جگہ کھڑا ہوا صنعا کے دروازے سے

دیکھ رہا ہوں ۔

---

۳۲ تفصیل ابن ہشام ج: ۴، ص: ۶۱۸-۶۱۹ ۔ دلائل النبوۃ (لابی نعیم ج: ۲، ص: ۱۷۲) میں اُسیر کا نام یشر بن رازم ہے ۔ ابن سعد کے بقول ابو رافع سلام بن ابی الحقیق کے قتل کے بعد اُسیر بن رازم یہود کا امیر مقرر ہوا ۔ وہ قبیلہ بنو غطفان وغیرہ میں بھاگ دوڑ کرتا رہا اور حضور اقدس کے ساتھ جنگ کے لیے انھیں جمع کرنے کی تدابیر سوچتا رہا ۔ حضور اقدس تک خبر پہنچی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ تین حضرات کے ساتھ رمضان میں خفیہ سفر کر کے حالات کا جائزہ لیا ۔ پھر بار دگر تیس حضرات کے ساتھ حضرت عبداللہ بن رواحہ اس کی سرکوبی کو تشریف لے گئے ۔

۳۳ اس سلسلے میں تفصیل بخاری کی ابتدا میں ہی بدء الوحی کے باب میں موجود ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس آئے تو آپ نے شاہانِ عالم کو خطوط لکھے یہ ۶ھ کے آخر کا قصہ ہے ۔ اس موقعے پر یہ واقعہ پیش آیا ۔

---

۳۴ ابن ہشام ج: ۳، ص: ۳۴۴ ۔ مستدرک ج: ۳، ص: ۱۳۶ ۔ ابن سید الناس ج ۲، ص: ۱۴۲ ۔ البدایہ والنہایہ ج: ۴، ص: ۱۹۰-۱۹۱ ۔ مستدرک میں ہے کہ اُس نے رسولِ اکرم سے بات چیت کے بعد اسلام قبول کر لیا تو بکریوں کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ مختلف لوگوں کی ہیں ۔ کسی کی ایک، کسی کی دو ۔ آپ کی ہدایت پر اُس نے کنکریوں یا مٹی کی مٹھی ان کی طرف پھینکی تو وہ اپنے اپنے گھر پہنچ گئیں ۔ اور وہ ساتھ ہی جنگ میں صف اول میں جا کھڑا ہوا ۔ ایک تیر لگا شہید ہو گیا ۔ حضور اقدس نے اسے اپنے خیمے میں منگوایا ۔ اُس نے ایک بھی سجدہ نہ کیا، ایک بھی نماز نہ پڑھی ۔ حضور اقدس نے فرمایا تمھارے اس نئے ساتھی کا اسلام خوب ہے ۔ میں اس کی لاش پر آیا تو دو حوریں کھڑی نظر آئیں (مستدرک ج: ۲، ص: ۱۳۶)

---

۳۵ اس کا ترجمہ پیچھے گزر چکا (علوی)